

گھر دا اب

ڈاٹ کام

اسماء قادری

WWW.PAKSOCIETY.COM

خراب پرنٹ کے لیے معذرت، ہم اسکو کتاب کی صورت میں
آنے کے بعد اپلوڈ کرنا چاہتے تھے، بہت زیادہ اصرار کی
وجہ سے یوں ہی اپلوڈ کیا جا رہا ہے

گرداب

پہلے سے سماج میں قانون تو کبھی بھی لکھا ہوا ہے لیکن اس کی بات نہ کرنا وہ سماج کی روایتی نظام میں پرورش پانے والے اس کی معنی پر ہونے کے رہ جاتے ہیں مختلف طبقات میں تقسیم ہوتے ہیں نظام میں قانون کی بھی کئی طرح ہیں۔ مثلاً 17 مارچ کی حکومتی پر قانون کی تعریف کی ایک نئی تعریف تھی ہے۔ ایسی تعریف جو قانون میں نہیں، روایتوں میں تحریر ہوتی ہے۔ ایسی روایتیں جس میں قانون سے کہیں زیادہ جبریت ہے بلکہ محکمہ اور جلال کا ہے۔ جس میں طاقتور مچھلی جال کو توڑ کر اور کمزور مچھلی بچ کر نکال جاتی ہے۔ پسمنظر میں یہ جبر ترمیم، ختم سے ہو۔ محبت نہ تو روایتوں کی بات ہے نہ طبقات میں تقسیم معاشرے کا تجزیہ کر کے محبوب کا انتخاب کوئی یہ کہہ دو جس پر جاتی ہے دن نہ تو حقوق کر پروا کرتے ہیں نہ ہی طاقت اس کا راستہ روک سکتی ہے البتہ اس راہ میں اسے جس آزمائشوں سے گزرتا پڑتا ہے، یہ باتوں جاتے یا پھر خدا زندگی کی ہمت اور وقت کے دہانے ... یہ سب قسمت کو باتیں اور طفرے کی جاتی ہیں ... کہیں کہیں باقی بات بھی جاتی ہے، گزرا وقت تو لوٹ نہیں سکتا مگر کہیں کہیں سفر سافہ نہ جاتا ہے۔ اس وقت تک ہلوں کے تہہ سے بہت سا پانی بہ چکا ہوتا ہے جرم اللہ سر شامی، جاگیر داری اور ہمارے محروک گرد گھومتے آزمائشوں کا معاملہ در مسئلہ۔



گھب گھب کی تو لڑکیوں میں سے کی۔ کوئی کام کی بات نہ کہ
کہہ نہیں جانتیں۔ "ابا پتا چھٹا اتنی بڑی نہیں تھی لیکن کام اس
آستے دھستے پیشانی کوئی نہ کام نہ ہوا کرتی تھی۔

"جتنے بڑا کرتا ہے میری لڑکیوں سے۔ اب تک وہی
جانتے ہوتے کہ وہ اپنی لڑکیوں سے کراہ کر بیٹھ جاتا۔ اتنی
دیر نہیں مانتا کہ لڑکیوں کو آتی ہے۔ ان لڑکیوں میں تو خوب
اور کتا ہے۔" اچھا۔

مستورہ چہ تھا کہ ابیہ نوکریہ سارا انور اس کے سامنے
موجود ہونے تک ہے۔ ان کے جانے کی وہ آہستہ آہستہ
پہل سے، حوصلہ میں مدد نہیں ہانے کی کہ کھدوہ کا بڑا بڑا
لیکن حقیقت میں ایک مٹا ہوا ہندو لڑکی تھی۔ اس وقت بھی
اس نے خاصوٹی القیہ کو لڑکی اور مستورہ کے ساتھ قہر اور غل
اندر استولی پر مانی رہی جہاں شاید اس کا بچپن نہ رہا ہے
تھا لیکن اب یہ دانت مکی بھاری اس کے قدموں سے آٹھ
ہوتے تھے۔

"ماں میں ہوں! آپ نے یہ کب سمجھتے کہ میرے بچے
لگا دیا ہے؟" شہرہ مائل نے نگاہوں پر اپنے ماموں
لیختہ دانت سے ٹھکڑا۔

"نہیں کی بات کہہ رہے ہو چلتی؟" لیختہ دانت نے
قبیل سے پوچھا۔

"وہی ہوا، دے چوہری انکار عالم کی جو آپ سے
معلومات حاصل کر کے میرے یہاں پہنچے سے نہیں ہی
مادر سے ہٹ کر رہا ہوں ہوئے پہنچے تھے۔ میرا ناموشی سے
یہاں پہنچ کر چھاپا دے گا ہر گز ان کی جہ سے میرا کام
رو گیا۔ ابھی ناموشی بھلے لڑکی کی لڑکی لے گیا۔ میرا
بیٹل ہے کہ ان کا میں چھاپا تو ان میں تو ان کی ساری کامی
انکار کر کے نہیں ہی نہیں چاہا ہوا اس لیے اس معاملے
میں پیچھے رہ گئے۔" شہرہ دانت نے پہلے پہلے انکار میں بتاؤ۔
لیختہ دانت اس کے انکار پر قہر نہ کر رہی تھی۔

"آپ نہیں رہے ہیں اور یہاں میرا کھل کھل کر بڑا
حال ہے۔ ماموں فک سارا دانت ان کو ہر گز سے ہٹ کر ہٹ کر
یکے پیچھے رہے۔ دانت میں کو اذیتاں تو ان میں اس طرف دانت
رہے تھے جیسے وہ میرے نہیں ان کے بازو میں ہوں۔ اس
طرح میں انہوں نے مجھے اپنا خاصا جانتے نہ ہو گئی نہ
ہوئے۔ مجھے کسی دیکھار سے ان کے تھکات رکھے ہا نہیں
کس سے نہیں۔ اس مادی اس کو ماس اتنی چاہیے۔ کئی
معلومات میں دہل دیا چاہیے اور کئی شہرہ دانت نے سے

کو بڑا کرتا ہے۔ یہ سب بچہ انہوں نے دیکھے مجھے ان میں
بجھا دیا ہے۔ ان کے انکار سے کہہ رہا تھا کہ کھلی کے تمام
کام مجھے اپنی سوا میرے چاکام ہوا کی جانے سے کہے ان
کے شہرہ دانت کے مطابق نہ ہوں گے۔ آپ سے ان کے
تھکات کا لیل کر کے مجھے یہ مادی لکھا اس میں ہا کی بات
کے کہنے سے کہ بعد میں نے ہا کی شکل سے ان میں اپنے ہٹے
سے۔ قسمت کو دور نہ ہو۔ لیختہ دانت اس سے پیچھے تھے،
اس سے کہتا تھا کہ شاید مجھے لکھا ہوا نہ کہ مانتا کہ ماموں بھی
دیکھتے ہیں۔"

شہرہ دانت اس کا ہنسنے میں لپکتا دانت کی غشی ایک آنکھ نہ
برائی نہ اس میں چوہری انکار سے غشی مرے قہید دانت نے
کا نہیں ہی کر لیا قہید دانت کے حق سے ایک اور ہٹ کر قہید برآمد
ہوا لیکن بھرا دانت اس میں بھرا دانت میں بھرا دانت میں بھرا دانت

"مجھ کو دینا ہی ان چوہریوں اور دیکھاروں
دیکھاروں میں ابھی بھاری ہا ہا کا ایک ہٹ رہا ہے۔ ان سے ہا
کو دیکھ کے تو ہی کامیاب ہو گئے۔ لیختہ دانت اس میں
کے اسے ہی کہہ رہا تھا کہ ان کا ہا نہیں ہی نہ نہ نہ جیسے
چوہریوں سے کہہ رہا تھا شہرہ دانت ہے۔ اور یہ چوہری
انکار تو قہید دانت نے کامیاب سے دانت اور دانت میں
کو دیکھ رہے۔ لیختہ دانت ان کے معاملے میں بہت اذیتاں سے
کام لے رہا تھا۔"

"میں کوئی شہرہ دانت چلی تو نہیں ہوں کہ چوہری انکار
مجھے مل جائے گا۔" اپنے خاندانی انور سوار کے دانت
میں شہرہ دانت لپکتا دانت کی بات پر اذیتاں میں
"بے شک۔ تمہارا انکار بھی کہہ لیں کی لکھتی نہیں ہی
ہوتا ہے۔ لیختہ دانت کو جانے کے لیے شہرہ دانت ہوتا ہے کہ خود
کہہ لیں میں ان میں ہوتا ہوں۔ تمہاری تو یہ ہے کہ لیختہ دانت
پاسنگ ہے۔ بہت زیادہ اعتماد سے بہت کہہ لیں کہ قہید
انکار۔ آگے تو خیر تو رہا ہے بہت کہہ لیں کہ لکھ لکھ لکھ
انکی اعتماد لازم ہے۔ چوہری انکار کے معاملے میں خاص
عہدہ اعتماد کر رہی ہے۔ میں لکھ لکھ میں سے پانڈے کے حق
میں نہیں ہوں۔ اب ہی تو تمہارے ہوا نام کا مٹا دیکھ کے
بادلو چوہری انکار کے دانت آئے ہا اسے ہا نہیں نہ
اور اسے قہید دانت سے ہا میں لکھ لکھ کر ایم کر رہی۔" لیختہ
دانت نے شہرہ دانت کو بھاری۔

"آپ جانتے ہیں کہ میں اپنے معاملات میں کسی سے
دیکھتی لکھ لکھ نہیں کرتی۔ اگر چوہری انکار نے مجھے دیکھ لکھ
دے اور لکھ پر لکھ لکھنے کی کوشش ہی تو دانت میں

”جی ہاں“

”میں جانتا ہوں کہ تم کسی مزاح کے کہہ رہے ہو۔“ مزاح تو میری بات کو بھی فائدہ پہنچا ہے۔ ساری زندگی میں کے قرعے اٹھاتے تھے۔ اب بھی میں تیار رہ کرے اٹھانے کے لیے تیار ہوں۔ بلکہ میں نے یہاں سے بھی کہہ سکتا ہوں کہ یہ انہی لوگوں کا خیال رکھنے، دیکھنا دیکھیں بہت چوتہ ہے۔“ مجھ پر اس کی سہمت کا عمل رہا ہے۔ میرا مشورہ ہے کہ تم اپنی باتوں والے دن سچاوت سے ملاقات ضرور کرنا۔ اس کے جڑ سے چھین کر ان کی باطنی باتیں بھی ہے۔“ سارا اہمیت رکھنا کہ انہی باتوں پر جان خوش اپنی باتیں بھی کر سکتے ہیں کہ وہ کہنا۔“

"مکتوب کے چکر میں ہوں جان اس کو بخش کر دے گا
 میری اس مشورے پر میں کوئی نہیں دیکھتا ہوں بلکہ اس نے کہ
 میں اس کی آغوش میں ملتا ہوں نے اس اجازت سے کہ اسے ملے۔ اور
 چھوڑ کر اس کے چہرے پر ہنسنے سے انکار کر دے۔ خوش کردہ تھا۔ وہ
 میرے لیے اس کی ناقصی پر ہنستا تھا۔ آپ جانتے
 ہیں اس شخص نے میرے یہاں آنے سے کئی عرصے پہلے کا
 فریاد اور ہوس و غریب کو غلامی پر غلامی سے بچا کر دیا ہے
 تھا۔ میں نے آج تک کسی اور کو نہ دیکھا تھا۔ ایک لڑکی بن کر
 استقلال میں تھی۔ یہ سب کہیے۔ راجست کو کہ اس پر شک میں
 میں اپنے ماماں کے کہ کوئی خانہ پر چھوڑ دیا تھا۔ صاحب کی
 ساری حالتیں کو گوارا کرتی تھی۔ ان کی ساری حالتیں کو گوارا
 کرتا تھا۔ آپ یہ بات نہیں مانتی کہ اس کی ساری حالتیں کو گوارا
 کرتا تھا۔ اس لیے وہ صاحب کو نہیں کر سکتا تھا۔ "مفتی و عادل نے کہا
 کہ نامہ سنا تھا کہ راجست صاحب کو گوارا کر دے۔ انہیں
 اتنا اور گوارا تھا کہ ان کے حجاج رہا۔ مجھے اسے اور گوارا پہنچ
 چھوڑ دیا تھا۔ اسے اور یہاں سے اس کی حالت میں بھی چھوڑ
 دے گا۔

موتے تھے جو کچھ کا شہرہ تھا اس لئے ان کے لئے ہر قسم کی توجہ کی گئی۔ ان کا تعلق بڑے گھرانے سے تھا۔ اصل میں جو دھڑی ان کا تعلق نہیں تھے، اے اے کوہاں اسرار کی کوئی مثالوں کے زمرہ میں لینے کا عادی ہے۔ مگر ان کے دل کا سر سے ان کے منہ پر آئے اے اے کوہی جو دھڑی کی ان باتوں کو پا کر خوش ہوتے ہیں۔ اہم کام سے متعلق کہنے والے بھی معمول کا وہی حصہ سمجھ کر ان باتوں کو لے لیتے ہیں۔ تہہ سے ساتھ ساتھ ان کی یاد دہانی ہوتی ہے جس کے لیے ان کی طرح ان کے دل میں مختلف باتیں ان میں لکھ کر وہاں پہنچے تھے۔ سب سے پہلے جو دھڑی ان کے منہ پر ہے۔ یہ دھڑی ہفتہ ماہ ہر حال ان کی

[illegible][illegible]

”تمہاری بی بی کے بطن میں تم سے بننے کے لیے
مکمل طور پر تیار ہو گئی ہو گا۔ آئی ہو جس
جسے غارت بات کے گھسے ستے۔ یہ وہ دونوں
شکل سے اس کے ماحولی میں پہنچا رہے ہیں اور ان میں
سے ایک ماہر کو کرتے ہیں۔ ماہر نے حالیہ طور سے
اپنی بین بصر کو نکالا۔ وہ ان دونوں کو کماؤ چکان
چکانی۔“

”پہلے بھی ہے اور چہ شادو۔ اسیا، مجھے کی بیٹیاں۔ وہی جن کے گھر کے سامنے پہلی کے دو درخت تھے، گل ایک ساتھ لگے ہوئے ہیں۔“ زہرا نے مارا، ان کی ٹھروں کا سواں گھٹے ہوئے اسے یاد دلا۔

”اچھا... اچھا مجھے پتا چل گیا۔ یہ سیریں اور شاداب چھڑا۔
 کیسی بہت کم رنگ؟“ وہ تو نے اچھی دوااشت کے تازہ زور سے
 لیٹھٹھا غلطی سے اپنا دماغ نہرتے چھڑا۔

”بمقامِ ٹھیکہ چل رہا تھا۔ ایک بے گھر اور بے گھر
 ہونے کے لیے آئی ہے۔“ ٹھیکہ نے بھی بے گھر ہونے کی خوش آغوشی کا
 مظاہرہ کرتے ہوئے اداوار سے پوچھا۔
 ”ٹھیکہ ٹھیکہ ہوں۔ رہی ہے۔ آج بچے کی ہاتھ دے
 بسا بھتہ دس روپے تھے، پانچ روپے دس روپے کی۔ آج بچے نے کہہ

[illegible]

”تو پتھاراں کوئی صرف وہی جن کی تو مٹیوں میں کی ہو
 نہ وہ بھی راکھ بن گئی ہے۔“ کتاباب نے ہنسا کر کہا۔
 ”پتھاراں تو بڑے دروہ جہاں بچے اپنی جلی جلی کرتی ہے
 تو بے درد وہ کہتے کہ اگر میرے گھر سے بچے نہ اٹھ گئے ہوتے
 تو میں دھواں دھونے سے نہ ہوتا تو سب کچھ اڑ جاتا۔“

[illegible][illegible][illegible]

”ہائے انا جو سب کچھ اچھا کرتا تھا۔ یہاں
 گاؤں میں تو بڑی بڑی جنگلی لڑکی ہے۔ روزانہ وہی ایک
 جیسے کام کر، ایک جیسے توہن سے خواہشات کو پُر کر سجاتی۔“

تو کچھ تو رات گئے جسے ہوتا۔ گھر میں تو ایک ایک مجلس سے کہ
چل رہا تھا۔ یہی دل پیدا ہوئی۔ چار سے آٹھ گھر چار دھن کے
چوٹی کے سوا صرف تین ہی تو ہیں۔ ایک خیر سے چاہو گے
گھر، دوسرا ماسوں کی طرح گھر جن کا چاند گھر سے ہو
تیسرا ماسر آنا ہے کے گھر۔ تم جن گھر سے ایک گھر کی
مجلس چاہتے۔ کہ ایک اجازت ہی مجلس ہے۔" چلی گئی
صوت سے قاف۔

”تو تو اپنے بول رہی ہے جسے گاؤں کی ااقی لوگوں نے
 اجازت دی ہو۔ مولوی صاحب نے تمہیں بھیجی ہے سب سے پہلے
 دیکھنے کے۔“ وہ انکس۔ اپنے اپنے حکم کے بارے میں
 تیار تھا کہ میں آج تک گاؤں کو جا تو گیا ہوں۔ ”ابہ“
 وہی کہ چھانکار اور پٹی تانے سے فکر کا نہیں۔ مجھے کیا ہے
 میرے گاؤں کو، تو تو کہتے ہوئے ہو۔

”نیکوئی نہ ہے، اس لیے تیرے چاہ کا مگر نہ حیران ہے
 وادِ اسرائیل ہے تیرے ہاتھ نے دھڑکنائی ہے۔ یہ نیا
 غریب کو سمجھا ہے۔ جب تو یہ کہ اس میں جس جانے کو
 نہ دے غلاب و ذرا بھل کرئی دلی دھما کرے گا۔
 چلی نہ تو چک کر رہی۔“

”شہباز۔ میں تو نہیں وی، دیکھو۔ جس کو
ہے وہ خود ہی اگلا دیکھا ہے۔“ زہرا نے ایک
کان پکڑے۔

”میں میرے لیل میں تو فی دی بجلتے ہیں انوکھی
 میں نہیں۔ بھرا اگلے سہرے کاٹ گئے کے ہزار
 دیکھتے کے جاتے مسلوں کی پروگرام دیکھتے تو وی سے ہند
 جو حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے ذریعے تو کمر ہائے
 متاہات اور ایجادات دیکھنے کل جاتی ہیں جب تک ہزاروں
 ہی نہیں ہوتی۔ دنیا جیسا کہ شریل مل دنا بھی فی وی۔
 اپنے تو بچلے مال ہی نہ کر سکتی تو خیر ہے۔“

”تم اپنی زندگی نہیں کرو۔ سبھی تو بہت جگمگے ہیں۔“
 ”شاید سبھی جگمگے ہیں۔“

ہاں میں نے اس کا ہر لمحہ غم و غصہ کی طرح محسوس کیا ہے۔
 یہ کہ جس نے تم کو کھنڈہ و بہت دھتلا گستاخی کی
 تھی۔ کہ تم کو کے لئے بھی آدمی کی ہون چاہئے کی سیر کرنا
 ہے کہ تم کو کوئی نے کی طرف توہی نہیں دی۔ گا بھی
 ہے۔ کہ تم کو کوئی اس کو نہیں ہے۔ کہ تم کو نہیں۔ ہاں یہ تو
 رہی تو اس کو تو یہ کہ تم کو کہ اس کو نہیں ہے کہ
 نہیں۔ ہاں تو نے سوچ لیتا تھا کہ تم کو کوئی نہ کہ
 کی ہوشیاری۔

”کیا ہو گیا ہے آپ کو؟“ میں نے پوچھا تو اس نے کہا: ”میں نے اپنے آپ کو گم کیا ہے۔“

ہو جا کر کون ہے جو اس کے قتل میں ملوث ہے؟ حریف
وہاں کو کھلم کھلا ملے تم لوگ یہاں۔ تم لوگوں نے اس
کے ساتھ کیا کرتے ہیں؟" فوراً اس کا جواب سن کر باپ کو کافی
بے چین کر دیا۔

”دوسروں کے سامنے یہاں نہ رہے، رہتے تھے جیسا،“

جانی کے پیش میں ایک چاقو تھی۔ یہ فیلڈ کراپوں اور جب
ہاں روٹی کے حصول کے لیے زونے کی قربانی کھانے کا
خود بخود ثابت کر دیا۔ گاہے گاہے ایک چارو سوئی کا کوئی
کڑا ہوا تانے کا ٹوٹا ہوا کھانہ تھا۔ یہ سب
چاہے چاہو ان کے لیے بھیجی جاتی اور یہیں تک
ہوتے دے لے اس پہلے ان کے لیے بھیجے تاکہ معاشی
مسائل پر ان کو کھانا اور پانی پر مکرر کھانا چاہا نہ جاسکے۔
جس کی وجہ سے مکرر کھانے کی اور تحصیل ہونے والے کھانے
کے ذریعے ان کی نگاہیں دلی کرنا رہا۔ اندازہ ہے کہ ان
نے عزت کی ادنیٰ اور شہرت کی۔ چھپے ہوئے ہو گئے
اور اس میں سے کم بھی۔ بے شک اس لیے یہ فرقہ ہے
بہت ہے۔

سے زیادہ بلی خرچ کر کے اس کے لڑکی سوانحی کے مقصد پر
 لگی نہیں سکتے تھے۔ شاید چار سو روپیہ اس بات کو بھی خرچ
 کرتے تھا اس لیے اس نے اپنے کلاں میں اس سہولت کے
 لڑاہم کیے تھے کہ کوئی روزانہ اس کے کپڑے نہیں کی جاتی
 کیونکہ ہر سال اس سہولت کو اسل فارم دیا جاتا ہے۔

تیسرے دو ٹوٹے معلوم صاحب پر انھیں معلوم ہے کہ شہ
نواز صاحب پر اسے آئی ہیں۔ تو انھیں تم کے لیے شہ
حیات میں بھی شہرہ نے ان کا نام لیا اور انھیں کوئی خاطر
آداب کی نظر کی کہ کوئی ہے جو انھیں اس میں کوئی
چھوڑ کر گاؤں کے لیے چلے آؤں گی کہ ان کے لیے
میں ان کے ہوا میں آؤں۔ اور ان کے لیے آؤں گے
فرمان ہے۔ اے اچھے لوگوں میں۔ کہ بہت اچھے تھے
تھے۔ شہرہ کوئی کوئی نہیں ہے۔ اور انھوں نے
اور اس کے مدت کو دیکھے تھے ان کو پہلے ہی میں شہرہ
شہرہ کوئی ہے بہت ہے۔ اور صاحب پر۔ اور انھوں نے
اس میں وقت میں ان کا نام لیا۔ اور ان کے لیے
گئے۔ ان کے لیے جو دوسری ان کے نام کے لیے
کے لیے جو ان کے لیے۔ اور ان کے لیے
ان کے لیے جو ان کے لیے۔ اور ان کے لیے
جانی۔ اور ان کے لیے۔ اور ان کے لیے
ان کے لیے جو ان کے لیے۔ اور ان کے لیے
ان کے لیے جو ان کے لیے۔ اور ان کے لیے
ان کے لیے جو ان کے لیے۔ اور ان کے لیے

تو نے ہر فرد کے لیے عمل کے کوئی نیا راستہ پیمائش
 کیلئے دیکھے کہ اور اس کے بعد اس نے اپنے ہتھیار کو باقی رکھا
 نہیں۔ یہ تو اس کے بعد کی بات ہے کہ اس کے دلی شوق کی بنا پر
 ہمیں کچھ بتا دے۔ مہجرت کے بعد اس نے کیا کیا کر
 سہا جب کہ اس نے اس کی اہلیہ کو بھی حریف اور منافق
 کہہ کر رکھا۔ پھر وہ نے خود کو مہجرت کے بعد اپنے
 انکار کو اس کے لئے فراموش کر دیا۔ یہ کہ اس نے اپنے
 صانعِ مطلق کے لئے اس کی کوئی اور نہ تھی۔ یہ
 ترغیب کے لئے اس نے اس کے لیے پیشہ وکار اور
 اس کی تھی۔

۱۔ ایک ایسی سب سے پہلی چیز جو انسان کو پیدا کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ نے استعمال کی تھی اسے کہتے ہیں کہ "مادہ"۔
 ۲۔ مادہ کو جس طرح سے استعمال کیا جائے اس پر منحصر ہے کہ وہ انسان کو فائدہ پہنچائے یا نقصان پہنچائے۔
 ۳۔ مادہ کو جس طرح سے استعمال کیا جائے اس پر منحصر ہے کہ وہ انسان کو فائدہ پہنچائے یا نقصان پہنچائے۔
 ۴۔ مادہ کو جس طرح سے استعمال کیا جائے اس پر منحصر ہے کہ وہ انسان کو فائدہ پہنچائے یا نقصان پہنچائے۔
 ۵۔ مادہ کو جس طرح سے استعمال کیا جائے اس پر منحصر ہے کہ وہ انسان کو فائدہ پہنچائے یا نقصان پہنچائے۔

خیر سونے چاندی کے تو ہوں کہ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ تو
فصل اچھٹے سے چلے پرانی چار امارت رکھ کر کھڑی جاتی ہے
اور عمر اس کے ساتھ بڑھ چکی جاتی ہے۔

1000

ہاتھ جو کھڑک رہا ہے اس کو کسی کے قریب پہنچا دیا ہے
 چوہری نے کھڑک رہی ہوئی ہر ذرہ تیار رہ چکے کے بعد
 روزانہ جیتا ہے چوہری کے کھڑک دے، تو کئی پشت ہا ایک
 طبیعت بھرا ہوا ہے کہ اس کے قدموں پر چڑھ چکا تھا
 پر کے ساتھ چہرہ سے اتار دیا ہے تو کئی کر دیا
 چنے ہند ایک لوگ بھی تھے چوہری نے کھڑک رہا
 کے کھڑک رہا ہے کہ شرف حاصل ہوا ہے اس کی آنکھوں
 سے پانی بہا رہا ہے۔

دراگ۔ یہ اسی کے ساتھ شہر بنانے کے لئے تیار تھے۔
 کیا۔ ہندی بکرے سے چھوٹی انگارے کے گرنے سے بنا اور
 زبردستی کی پھولی کھجور خلیاں جیسو کی حرف اچھل رہے
 تھے۔ گھم میں شاخاں خروان میں کیوں کے حصول کے لیے
 ایک دوسرے سے بچ رہے، ان کے گناہ اور، چوتے ایک
 دوسرے سے ہر جگہ تھے، صاف ذہن خراہی کی قسم
 فکر کی صوفی صرف ان کی فکروں کے لیے نہیں ہو سکتا اور وہ
 ہاتھ، چہرے اور جلیو طرح تھے۔ بڑے کچھ اور ہاتھوں
 لوگوں کا عرصہ وہاں تک پہنچا۔

2009.5

عشقمی میں دیکھ کر چہرہ اٹھار کے کمرے کے سامنے پہنچی اور دروازے پر دستک دتی۔ دستک کے جواب میں اندر سے کوئی مرد بھلے خاصہ نہیں ہوا۔ وہاں تو نے ایک بار دیکھ رکھ دی تھی اب بھی اندر خاصہ سی رہی۔ وہ تو نے بائیں ہاتھ سے کمرے کے دروازے کو دھکے سے دھکیلا۔ دروازہ کھلا تو اس شخص نے سامنے کمرہ خالی چا تھا اور وہاں چہرہ اٹھار کا نام روشن نہیں تھا۔ مادہ نو آہستہ سے کمرے میں داخل ہو گئی۔

لوٹتی میرا آئے جانے کے اس عرصے میں یہ پہلا موقع تھا جو اسے چہرہ اٹھار کا ملنے کا کمرے میں آئے گا اتفاق ہوا تھا۔ کمرے کے اندر داخل ہوا تو وہ دیکھنے کے لیے مانت کی روٹی۔ اس تو چہرہ اٹھار کی بیوی خوب سمورنی سے پہلی گئی تھی لیکن چہرہ اٹھار کے کمرے کی قوت میں ایک بھی۔ اس کا کمرہ ایک قسم کدو کی جیس ۱۰۰ روپے تک آجکل تک۔ اسے یوں محسوس ہوا تھا جیسے وہیں محسوس اور اراہوں میں دکھائے ہوئے والے بھی پہنچا دے کمرے کا سینہ اگر وہ ایک کمرہ ان محسوس کے قریب میں اور بھی لیا اور خوب سمورنی سے سجا ہوا تھا۔ کمرے میں ایک طرف بچہ کی چوڑے خوشامداری تھی۔ مادہ نو اس خوب سمورنی میں کمرہ بھول گئی تھی۔ یہ چہرہ اٹھار کا کمرہ اور وہاں چہرہ اٹھار کے لیے دروازہ پہنچانے آئی ہے۔ خود دوسری کھلیت میں اس نے اپنے ہاتھ میں سویرہ دروازہ کا ایک تپانی پر دھا اور ٹوڑے سے بیلے پر ہڈی کی۔ بیلے پر چھکا کر بہت ترس اور ترس ہوا تھا۔ وہاں تو اس پر چڑھ کر بہت تک یہ اس نے اس لطف سے لڑا کہ محسوس کرے کہ بیلے پر لپکا سر پست پر سمورن کے پر کھڑا۔ عجب بھی یہ حد نرم نام تھا۔ مادہ نو کو یوں کا چھو وہاں پر سرور سے جلی ہو۔ اس خوش گوار کیفیت میں کچھ لمبے گزے اسے اندازہ نہ ہو سکا۔ محسوس اور خیریت سے طرحی جسم اتار دیا۔ مادہ نو کا راز انداز میں خیریت کی خوش میں چلا گیا۔ خیریت کے یہ حالت کچھ طویل تھے۔ وہ اندازہ نہیں کر سکتی تھی۔ اس کی نگاہ دروازہ اپنے ہم عمر محسوس ہونے والے کسی کی جیسے تھی۔ کمرے میں کمرہ کی جی ٹھوڑا دانا نظروں کے اگلے سامنے موجود چہرہ اٹھار کی طرح وہ چوٹی دیکھ سکتی تھی۔ اس نے گھبرا کر ستر سے اٹھنے لگا تو کمرہ کی چہرہ اٹھار نے اپنے ہاتھ سے دیوار سے اس کی اس کو کھینچ کر کامیاب دیا اور اسے نگاہ کرتے ہوئے دیا۔

”کیاں پہاڑی ہے، لیٹی رہ۔ بہت جلد بھی ہے۔“
 یہاں سے ستر جیسے آرام بخش اور محسوس ہے۔

”میں... مجھے یاد ہے۔“ وہاں تو نے خوف سے اندر سے ایک بار دیکھنے کی کوشش کی۔
 ”پہلی پہاڑی۔ لیٹی بھی کی پہاڑی ہے۔“ چہرہ اٹھار نے ایک بار دیکھنے کی کوشش کی۔ کامیاب ہو۔

”معاذ کرم میں چہرہ اٹھار صاحبہ میں لیٹی سے اندر کوئی تھی۔ آپ مجھے جاننے لیں۔“ خوف وہاں تو کے پر۔
 ہم میں سرزنش نہ کیا تھا۔ اور اپنی ساری تہہ حواسی بھولی کر چہرہ اٹھار کے سامنے لہجہ سے گزرا تھی۔

”خیر قسمی تو مادہ نو کی بھی ہے۔ آن ہی تو ہم نے لوٹنے کی کوشش کی۔ لیٹی تو سوچی۔ ہے تھکے کیسے حیرت حصول کا محسوس نہیں۔ یہ چہرہ اٹھار نے وہاں کامیاب کر دیا۔ ہمیں تو مصوری نہیں تھا کہ ہم وہاں اپنے مہمانوں کے ہاتھ بیٹھے شراب سے دل بہا رہے ہیں اور یوں تھک چکی تھیں تھے۔ اسے ستر پر چڑھ کر۔ میں نے کمرے میں۔ اس نے کمرے کے اندر اپنے ستر پر کچھ روٹیں ہی نہیں لیں۔ یہ کچھ کچھ شراب کا کٹھنہ مارا ہوا ہے تو یہ کچھ نہیں چھوڑا۔ کچھ تو آج کی جگہ پر تھی۔ اب تاہم چہرہ اٹھار اس انداز میں کچھ جانے لیں۔“ چہرہ اٹھار نے دیکھا۔ بیلے پر دیا تو اپنی خوش بینی کا اس میں نہ لگی۔

”مجھے یوں سے پہاڑی ہے۔ میں نہیں جانتا۔ پہاڑی۔“ وہاں میں کچھ نہیں جانتا۔ اس کی۔ وہاں تو جب اب تک ستر خوب روٹی۔ پہاڑی ہر ایک اپنی اور وہاں ہاتھوں سے اسے کمرہ چہرہ اٹھار کے کوشش کی کمرہ میں نہیں ہو کر۔
 فری کی یہ کوشش چہرہ اٹھار کے کوشش سے کمرے کی کیفیت میں تھی۔ وہ ایک ہی میں وہاں تو چھوٹا تھا۔ اس کی حرکت سے آزاد ہونے کی کوشش میں۔ وہاں کا جسم ہر ایک کمرہ لگا۔ فری کوشش کے عرصے میں اس نے زور سے چلانے کے لیے ستر کھٹا لیکن چہرہ اٹھار پہاڑی طرح پر کھڑا تھا۔ وہاں تو نے اس کے کھٹا کرے سے کچھ بھی تھک کر نہ لیا۔ اس نے کمرے میں اس سے کچھ بھی جاننے کی کوشش کی۔ اس کی کوشش کا کام کھٹا کیا تھا۔ مادہ نو آزاد کی کوشش میں کھٹا تھا۔ اسے اس کے خوف سے سرور پر چہرہ اٹھار اس سے آزاد ہو سکتے دیکھنے میں اس نے کچھ بھی نہیں لیا۔ اس کا کھٹا کرے میں دیکھ کر دیکھا تھا۔ یہ اس کا مادہ نو کے کھٹا کرے میں کھٹا کرے میں تھی۔

۳ جاری ہے

جو غلی کے سب سے شوقین دوست تھے۔ وہ کہتے تھے کہ: ہر
 باتوں کا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جو اس کے لئے ہر شے
 کے لئے ہر شے کی قربانی کرے۔
 سزاوارتہ کی شہرہ وہ ایک ایسی شہرہ تھی جو سب سے



مستقل آمد و رفت تھی۔ سوئی والا اگر ہر دوسری افکار کے خلاف
 زبان کو لے گا تو اس کے اور اس کے بیچے کے بھی سارے
 کچھ ختمے کل جائیں گے۔ ابھی قریب نے اس لیے خاموشی
 اختیار کر رکھی ہے کہ چارہ سونے والا صدمہ کے فاصلہ ہے۔
 اب اس سے چھوڑ دو۔ انہیں اپنی کے اندر انگٹھ سے صاف کاہر
 تھا کہ وہ چار دوسری افکار کے ختم کرے۔

”آپ کی بات میں وزن ہے۔ ویسے مجھے اس بات کی
 بڑی خوشی ہے کہ آپ لوگوں نے انہیں پر بڑی تیزی اور
 جا بیک اپنی سے کام کیا اور لوگ پائیس کے گھٹے سے ہمیشہ
 نکلے نکلتے کرتے ہیں کہ یہاں کا یہ تو بہت ٹھیک و بہت سست
 رہی ہے ہوتا ہے۔“ شہرہ نے تعریف کی آواز میں انہیں ہلکی
 کھپکھپائی کی۔

”انہی کوئی بات نہیں ہے مگر انصاف بہت ملتی اور
 دولت وادب اور آپ یہ سب کچھ کا کام کر لیں کہ یہ بظاہر
 دو بڑی شخصیات کے درمیان ہونے کی وجہ سے نکلا ہے۔ اس
 دن میری آنکھ کا مقصد آپ کو ایک دوسرے گپ کے بیچ
 میں برباد کرنا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے آپ نے اپنی گرتی ہیں
 دین گھبراہٹ کے ایک قسم کی روایت لکھوائی تھی۔ اس شخص
 نے ابھی وہی قصہ آپ کے پاس آئے سے پہلے خائے
 کیا تھا جنہیں خائے دار نے دھت گھس کی اور نہ دیتے ہ
 رہتے تھے۔ اسے افکار کہہ دیا ہے۔ چارے خائے دار نے
 اس وقت بھی آپ کے سامنے اپنی منہ کی پیش کی تھی اسے
 غصہ ہے کہ آپ نے اس کی حقارت کی منہ کی منہ کی نہ کیا
 تھا۔ بہر حال، آپ کے غصہ کے مقابلے میں نے سوتے کا
 تحقیق کر کے چھوڑ دیا۔ گواہی ہے۔ آپ اپنی عورت پر اس
 کیس میں دیکھیں۔ سب سے حق سے بے میں نے کتاب مجھ
 کو یہ بات خود آپ تک پہنچائی۔“ انہیں اپنی نے یکے نہ
 فاضل شہرہ کے سامنے رکھا۔ شہرہ ہر طرف سے گزرتی تھی
 موجودہ وقت پر نہ تھی۔

اسی وجہ سے کہ وہ پانک کے لطیفی اور خواہش
 کو نہ دینے کو کہیں بھی نہ ملے۔ بلکہ تو اسے اس کے
 سر پر کوئی ڈاکہ نہیں چڑھا اور یہی اس کی جیہٹ اور اس کی
 حق دینے کو اسے اپنی کے انہی ہونے کی طرف کھانی تھی کہ
 ہر کام کو اس کے سامنے اپنی کے شادی سے پہلے چاہے
 نا تب ہو جائے گا جہاں ہا۔ بلکہ حقیقت میں اس کی جیہٹ اپنے
 ماں باپ کے لیے کہہ رہے تھے۔ خوش فہم تھی اور اس پر
 شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ فری کے کسی دوسرے گاؤں کے
 اس کے سے مرام تھے۔ لڑکا چھو دینے کو اسے اپنے والدین کا

نہیں تھا اس لیے دین گھبراہٹ کے سے اپنی کا کھانہ کرنے
 چار تھیں تھیں۔ فری کے لگے ایک دیکھ کر اس نے نور دینی
 اپنے چارہ دہائی کے بیچے سے اس کا رشک کر دیا۔ انہیں شادی
 ہونے سے پہلے ہی فری کا اسے چھوڑ دے تھی۔ اس نے اپنے
 آپنی کو کے گھر میں بلایا۔ اس کے کے ساتھ اس کے والدین
 بھی تھے۔ ان لوگوں نے فری کو لڑکی کے ہاتھوں کو اپنے
 گھر سے شہر بند کیا اور دین گھبراہٹ کی جیہٹ کے سوتے خیر
 کے ساتھ اور دو گون سمیت فری کو لے کر فرار ہو گئے۔ بعد
 میں دین گھبراہٹ کی بیٹی نے والدین کا کیا کہ اس کے گھر کا
 صدمہ آئے تھے اور فری سمیت سب بھگت کر گئے تھے۔ فری
 اس جہان میں ہانگ بھی کھائی تھیں۔ یہ خود وہ ذات گزار
 دین گھبراہٹ کا بار بار ہنسی میں کوئی مٹھو کر رہا ہے۔ دین گھبراہٹ
 موجودہ دین گھبراہٹ کی دوسری بیٹی ہے جو کھیتی باڑی کی تعلیم دین
 ہے۔ انہیں ہانگ میں سال پہلے اس کا دوسری بیٹی ہو کر اس
 وقت اس کی سانی تھی۔ اپنے والد آپ کی وفات کے بعد گئے
 رہ جانے سے وہ غٹ اپنی بیٹی کے گھر رہنے لگی تھی۔
 دین گھبراہٹ کی بیٹی نے والدین کی وفات میں گزار جانے سے
 والدین کے گھر کو اپنی بیٹی دین گھبراہٹ کے گھر کو لے جانے
 کی وجہ سے بیٹی نے اپنے خاندان کا سب سے بڑا بچہ تھا۔ ان اس
 سانی کو لے کر گھس گئے۔ اس نے جانے اپنی والدی کو کیا تھا یا
 پانک کی انہی کی حق دین گھبراہٹ چارہ دین گھبراہٹ میں ہی
 چھوڑ دے تھی۔ دین گھبراہٹ نے اپنی والدی کو سانی کی حق دین گھبراہٹ
 بہانہ کر کے فرار تھی اس کے فرار کر لیا۔ اب وہ اپنے والدین
 دین گھبراہٹ کی کے ساتھ گھر سے رہتا ہے۔ اس سے پہلے
 بھی یہی تعلیم ظاہر ہے کہ اس میں باپ کی خصلت اس کی
 حق دین گھبراہٹ نے باپ کے غصہ کو پر پتہ ہوئے مقصد
 برقرار رکھے ہے۔ دین گھبراہٹ کے کام کیا اور سب دین گھبراہٹ
 اپنے والدین کے ساتھ رہ رہی تھی۔ اب دین گھبراہٹ کا پتہ
 دانے کے لیے صحتی کھانی ہا ہے۔

رہوٹ میں خود اپنی وقت ہاتھ کرنے کے سوتے ذاتی
 خواہش اور جو بیٹے کو حق کیے گئے تھے جہاں یہ سہ
 باہر ہی ہی لگ رہی تھی۔ شہرہ نے رپورت دینے کے
 بعد اسے واپس لائے میں رکھا۔ انہیں اپنی کی طرف حتم
 ہوا۔

”یہ تو بہت ہی محنت ہے بھگت افکار تھی۔ یہی خود
 دین گھبراہٹ کے ساتھ تھی۔ کے گاؤں کی حق دین گھبراہٹ
 نے بھی خود ہی کی تھی۔ دین گھبراہٹ کے گھر کا پتہ
 یہ رپورت خوان سانی ہانگ کی تعلیم لگ رہی ہے۔“

کئی ہفتی کی محنت چڑھانے پر وہ دھڑکی لڑا وہ بے گناہ
 چوہری نکلا۔ نہ جانی چوہری کو بھلا کر
 "نہات" تھیں۔ چوہری صاحبہ اس کی فحش بے خلقی
 پر ایسی اپنی ہات کھنکھاتی تھیں۔ "بائی چوہری نے چوہری
 نکلا۔ یہ صاحبہ غریب ہے۔ یہ کافر اور افسدہ رکھتی ہے۔"
 "جب کھوپڑی کے اندر بچہ نکلتا ہے تو بچوں پر
 حالت میں داخل ہوتی ہے۔ حضرت خدا کے لئے نہیں بڑھاؤ یا تم
 ہے۔ ایسے ہی حالت داشت کو کچھ عزت ہے۔ یہ بڑھوں کے
 ان معاملات میں رہے گی۔" "قریب چوہری کے کچھ ایسے
 معاملات ہیں کہ اگر یہ ہے تو یہ بے معاملات ہی کہل جائیں
 ہوت ہے۔ باقی سب ایسے کے سبے میں آپ موجود ہوں۔"
 "جی ہاں چوہری کی خدمت کے بارہو۔ چوہری انکار نے اس
 کی تحقیر کو کچھ سمجھنا نہ ہئی۔
 "کئی ہفتی چوہری صاحبہ انکو وہ بھلا کر نکلا
 تھیں۔ "بائی چوہری نے کچھ بار کچھ مصروفی نکلا دیا۔
 "کیجیے۔ یہ کچھ نہایت ادا کر رہی ہیں۔ آپ کو
 بھلا کر ہے۔"
 چوہری انکار نے یہ عزت انکار میں ہی چوہری
 کی خدمت قبول کرتے ہوئے اس کو غریب۔ "بائی چوہری
 اس کو غریب نہ کہتی ہے۔ نہ کرتی ہوگی لیکن وہ اس سے کئی
 نہیں۔"
 "اب کیا ہے؟" چوہری انکار نے اس کے وہاں
 کے بچے پر ہنسنے سے بچھا کر
 "آپ نہات" اور کئی کئی چوہری صاحبہ۔ "بائی
 چوہری انکار تھیں۔
 "نہات کرتی تھیں؟" چوہری تو انکو دیکھ کر
 "نہاتوں نے مجھ سے کہہ کر کہ میں آپ سے مشورہ کے بھی
 ہو۔ ہونے کی اجازت سے ہوں۔ یہ جان کر بھی گئے لیے
 ہوں میں اور کوئی بات نہیں۔ اور میں نے یہ فعل کر رہی
 ہوں کے لئے لاہور چلی ہوئے ہیں وہاں کلاں پرکھ چکا ہوں۔
 کہ وہاں کوئی کچھ نہ ہو سکا۔ ہاں وہاں پرکھ چکا ہوں۔
 لیکن یہاں کی قیامت ہی افسانہ ہوتی ہے۔ وہاں کچھ نہیں
 ہے۔ چوں کہ وہاں کوئی دل بردار ہے کہ۔ "بائی چوہری
 نے مشورہ کیا۔
 "نہات یہاں کے کچھ مشورہ۔ عربی تہی پہن کر
 سے وہاں پر رہے۔ کادل اب ہے۔ ضرورت کی کئی
 ہوتی ہوگی لیکن۔ کئی قریب کھانوں کو تو تہی پر رہتی
 ہے۔ چوں کہ وہاں کوئی کچھ نہ ہو سکا۔ ہاں وہاں پرکھ چکا ہوں۔
 لیکن یہاں کی قیامت ہی افسانہ ہوتی ہے۔ وہاں کچھ نہیں
 ہے۔ چوں کہ وہاں کوئی دل بردار ہے کہ۔ "بائی چوہری
 نے مشورہ کیا۔

[illegible][illegible][illegible]

ہوئے سے جانے لگا تھا کہ کبھی نہیں۔ میں تو اللہ سے
بہت دانا نہیں کرتی ہوں ان کی بھٹک کے لئے۔ اگر آج
میرے پاس ان سبکیوں کا سہارا نہ ہوتا تو میں کیا کرتی؟“
”ابھی چلنا دوڑنا وہاں سے۔“ ڈرامہ گوئی کرنا ہزار
سے ہی سہی نہیں ٹھہرائے۔“ ٹھہرو یہ بات سن کر صوبہ گورنر اعلیٰ
بھنک کر مکاری کا ڈھیل آقا خانہ از سر پر کھلی
”وہاں سے روکیں۔ ابھی۔“ میں غور جا کر اپنی جگہ سے
گتھیں اٹھ کر دوں گی۔“ شاعر نے ہنسی
”ابھی اپنی بات کو پورا نہ کیے۔“ نے سے پہلے انہوں نے
خفت نہ کی کہ کسی سبکدہر پر۔“ سوسر ہو گئی۔
”ابھی پھل سے بڑے لئے پیلے کے لئے کبھی تو ہم
لوگ کیا کرنا نہ جانے لی اجازت دے دو چے ہیں۔ تو کچھ نہیں
اپنی پسند کی گتھیں لڑنے سے کچھ نہیں جانتی؟ اس سے پہلے
اپنی تو میں جیسے بھی آپ لوگوں کے ساتھ ہزار کی ہوں،
بہت کچھ نہیں فرما کر رہی ہوں۔ اپنی سے کبھی کوئی اعتراض تو
نہیں کرتے اور اپنے کچھ مجھے کینا سا رہتا ہے۔ یہاں سے
اپنی تو بہت دور ہی ہے۔“ ٹھہرو نے فوراً ہی اس کی طرف
مڑ کر وہ کس پر ہوا۔

ہمراہ آپ سے گفتگو کرنا چاہتا تھا اس لیے اسے سسل
 اور گورنری کی گئی۔
 حضرت انور علی کے لیے شریعہ لیجن بلایا آپ لوگ
 جانے لگے، شیخاؤں نے دوسرے سے کہا جانیں گا۔ ہمراہ آپ
 نے اس بار کی اطلاع کی۔
 "یہ لیجنس، سر صاحب اتحاد سے ہاں بیٹھیں تو کے
 بیٹھے بیٹھے کاروائی نہیں کیج سکتے، انکار کرتے، بچے سے نہیں
 بیان نہ دیتے، یہ جانتے کی بجائی ہیر مال، آپ کہ یہاں بھڑ
 کہ پانے کو کھلی سواں بیٹھ گئیں ہوتے۔ اس لیے آپ کی
 مرضی سے کہ آپ ہمیں لیت کر آتے ہیں، پوری مجلس تھوڑ
 کرنے کو شل بیٹھتے ہیں۔" دستور کے آں اتحاد پر، سر
 آقاب نے جگہ پر نظر اٹھا کر اور راست اس کی طرف
 دیکھ کر چارہ لے کر کے چہرے کے پشیمانہ اور صاحب دیکھا
 کہ لیجنس آجیہ، ان لیجنس باقی لوگ نہیں۔ ان لیجنس
 اور راز و خفا دونوں تھے۔ ہمراہ آقاب کا نوازہ بھرا کر کھلی
 والوں میں بھرنے والی ہے، لڑکی بھی اسے غائبانی مبالغہ کے
 ساتھ دے رہی تھی۔

قبول کرتے ہیں۔ آپ کا قصہ بھی سرانجام لے رہے ہیں لیکن میں
 کیا کروں، انکی دعاوات میں اضافہ کرنا اور ان کو فرصت ہی
 نہیں ملتی۔ جسے ہی فرصت ملے، ان پر آپ کی خدمت میں حاضر
 ہوں گا۔" فقیر نے اسی نے کہہ کر وہ گھر چلے گئے کہ وہ
 چارہری تھا، جس کے گھر سے کچھ خوش اخلاقی سے جواب دیا۔
 "فرصت ملے گا، کچھ چھوڑی اسے ہی صاحب نے" اسی
 کی کئی کڑیاں پیچھے والے کو بھی فرصت نہیں ملتی۔ اسی
 بندوں کو اپنی مصروفیت میں سے نہ اتنی وقت نکال دیا ہے۔
 اور اس وقت میں نے آپ کو خدمت دی ہی اس لیے ہے کہ
 آپ کے لیے جو مصروفیت میں سے کچھ وقت نکال
 سکوں۔"

"تو کس سے میں؟" چارہری تھا، جس کی بات سن کر
 فقیر نے کہہ دیا۔

"فقیر نے جانے کا کہہ دیا تھا۔ لیکن فی الحال ضرور
 یہاں سے فقیر اٹھ جائے گا، وہ کہہ گا، انکی آواز اور اسے بھی

[illegible][illegible][illegible]

کے لیے جاتا ہے۔ اس مہاجر کو تھوڑی دیر پاس ہے۔
خود ہائے اسے بھجوا دے۔

جب اسی کاروان کو قراقرم پہلے پہر پہنچا تو اس نے
پہلے اس کے ہمراہ رہنے والے ایک اور شخص کو دیکھا جو
بہت دیر سے وہاں رہا کرتا تھا۔ اس نے اس کو دیکھا تو
بہت خوش ہوا۔ اس نے اس کو اپنے گھر میں لے گیا۔
اس نے اس کو اپنے گھر میں لے گیا۔ اس نے اس کو
اپنے گھر میں لے گیا۔ اس نے اس کو اپنے گھر
میں لے گیا۔ اس نے اس کو اپنے گھر میں لے
گیا۔ اس نے اس کو اپنے گھر میں لے گیا۔

آپ بھی بھرپور طاقت کے
مالک بنیے ملی دنیا میں کامیاب
اور لاجواب شخص

[illegible]

”تو ٹھیک ہے ہے۔ اتھار چلی بیٹا جی مراد علی! انہوں
 سے روٹنے نہ جانے بھانے... میرا تو ادھر رہ کر اپنی جہاد کی
 کروں گی۔“ عدویٰ کی بات سن کر نامہ نویس نے دماغ سے جوئے
 لکچے میں بھروسہ کیا۔

[illegible][illegible]

لوگوں نے دیکھا کہ میں نہیں جانتا لیکن میری روتی ہوئی عورتوں سے باخبر رہا ضروری تھا۔ میرا اقبال، جو کہ وہی کی افکار جتنی کہ تعلیم کی بات ہے، میری نگاہیں پرکھ رہی تھیں۔

”تو بہت کچھ ہے، تو کچھ میرا بھلا دے اور ہزاروں کے
 چور، یہ ان لوگوں کی پابندی ہے۔“ چوہدری غلام کو نظر انداز کر
 کئے، دروازہ کھول دیا اور دوسرے صاحب ہوا۔
 ”خدا ہاں، پابندی تو ہے لیکن مجھے چوہدری صاحب زادہ سے
 انکار نہیں کرنا ہے کہ یہ چاہو ہے۔“ اسی لمحوں کے محاسن
 میں اس کی ہلکے ہونٹوں پر کڑکڑ کر رہا۔ ”فرقہ دہاد، ایسٹ
 ٹیکسٹر ہوئے ہوئے کچھ بھی کہہ سکتا ہے، جانوں کی حالت ہے جس
 کے خلاف ہے پابندی کا حکم، یہ ہے چار نظر دے دو۔“
 ”پاچھائی نہیں ہوا۔ ایسا نہیں ہوتا چاہیے تو۔“ غلام کو
 غصے سے پسٹ کر۔

[illegible]

فلانی کو جو صرف اتنے دیکھ کر چاہا ہے۔ اس اسلام کا جس کی
ہر کونوں میں سنائی ہوئی کہ تم سے شادی اور مجھے
کی تحریکات تک وقت کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ وہی آدمی ہے جو
وایسے کی حالت سے، ایک نئے کے بعد ابھی سے اپنے
مناظرین نے کی۔

مکے لوگوں میں یہ نتیجہ ان کی پہچان بھی دینی مشکل سے ممکن
 حاکمات کے یہودی تھے۔ مکہ سے اسے کام پر جانے پر کسی
 میں تیار نہیں جاتا ہے۔ مکہ میں اس کا ساتھ دے۔ اور اگر کسی
 صیحت نگاہ ہو تو یہی کہ کوئی اور چاروں مکے میں نہیں
 اس کو کچھ نہیں سمجھتا ہے۔ دینی حاکموں کے بعد اسے یہ
 وقت، اچھا صوبہ نہ تھا۔ اگرچہ اسے ترک یہ وقت
 کا تھا۔ اس کی ساری توجہ ان لوگوں سے رہا جس کے
 لیے اسے بھیجے گی۔ دیکھیں کہ یہی کہی کہ حاکمات میں بھی
 سچے سچے تھے۔ اسے کوئی نہیں ہے۔ یہ اسے اس کا
 ہی ہے جو اس کا ساتھ اسے نہیں ہے۔ عموماً وہ لوگوں
 کے ہیں۔

[illegible][illegible][illegible]

۱۔ اے کافر! اس کے پاس تو دانستہ کے طرف تھا اس لیے
 اسے اور بدیہ کے ساتھ پہنچنے میں کوئی مشکل تھی جس کی آئی۔
 بلکہ روزانہ کے جو بار بار بتائے جاتے ہیں اور پتا نہیں اسے سنا
 تھا۔ وہاں پہنچنے والے کو بھی گناہ تھا۔ چہرہ کی نظارہ کے
 گماں میں موجود ہونے کا اس کو اس نے اس کی طرف سے
 سبلی میں حضرت کی صورت میں پہنچنے سے پہلے ہی میں ایک
 لڑکھی کے لیے کہی تھا وہ اب بہت خاموشی سے اس کی طرف
 دیکھ رہی تھی۔ اب اس صورت کے دوران اس کے کان پہنچتی
 طرف کی کہ ہوئے تھے۔ آئے والے انداز پہلے تھے اور
 ان کے قدموں کی آواز سے اعجاز اور ہاتھ کا کہہ رہی تھی چار
 سے کم نہیں۔ اور یہ سب تو وہاں تو تھے اور اس وقت اور اپنے
 چہرے کی طرف اس کی نگاہ تھی اور آواز میں تھی۔ یہاں
 آوازوں میں اس نے یہ بھی آواز میں بھی نہیں۔ بلکہ وہ
 ایک ایک کے ساتھ اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ وہاں وہ جاتی
 تھی کہ اس کی تیس پہنچنے میں وہاں وقت نہیں گئے گا۔
 اسے یہ بھی نہیں تھی کہ یہ کہہ کر تھا اور وہ کھلی تھی اور
 اب پہنچانے سے اور جی تھانے کی اور اس سے کہہ گئے
 کفر کی تھی آواز میں سے ایک ایک ایک تھی۔
 یہ سب... پہلے پہنچا ہوا ہے۔ وہاں وہ کہہ رہی تھی
 اس نے اپنے ساتھ اس کو اطلاع دی۔ وہ دیکھ رہے تھے
 ہونے والی سے وہاں کہے۔ ان سب نے اپنے چہروں کو
 دھانوں سے چھپا کر تھا۔ "اٹھو اسے اور اب یہاں
 والے" آئے والوں میں سے ایک سے کہہ دیا اور وہ دیکھ
 رہا تھا کہ وہاں سے۔
 "اچھا کہ جہاد روزگار دیکھنے کے لئے تھا کہ وہاں
 خوراک کو ان کے ساتھ بھیج دی ہوں۔" وہاں ہونے والے
 اشارے سے انہیں دیکھ رہے تھے۔ پہلے پہنچنے میں کہہ رہے تھے
 قدم آگے بڑھا دیے۔ آئے والے اس کے اس اعجاز
 جہان رہ گئے۔ کھر کھر کھر کھر کھر کھر۔ آگے آگے تھی وہاں،
 غیبت اور وہ سالہ الیسی ہر سال کھر سے تھے۔ ہندو
 نے ایک شخص کو اس کے سر پر ہر سال ہوتا تھا۔
 "خیر دار اگر ان کی تھی کہ زمین کا ہے ہر سال
 دیکھنا۔ سچ نہیں تھا کہ تھی ہندوستان کے۔ اگر یہ نہیں
 تو یہ اس کی آواز ہی ہوا کہ۔ "میں نہیں دیکھ رہا ہوں، نہ تو
 اچانک کا کھمبہ تھا کہ اس نے یہاں پہنچنے میں ہی نہیں کو
 دیکھ رہی تھی اور وہاں کہہ رہی تھی کہ۔ "اب تو انہیں نہیں سے بہت
 ان کی ہیئت بٹھا تھا اور یہ کہہ رہی تھی کہ وہاں سے تھے۔
 ان کے یہ ہیئت کی بہت ہی گناہ تھی کہ ان کا کیا چاہا

خداوند بخیر کنی اور یہ کہان کے ساتھ چھ پر اٹھی ہوگی

”خداوند خیر دل کی بات کا دشمن نہ کیا ہو کر اس سے
بائیں کر گیا ہے۔“ بھگے بیپ میں بے دخل ہو کر اس سے
ہے۔ ”خداوند سادہ سادہ کر کے کے بعد میں بیپ ڈالنا
کر کے واسطے سے اقبال ظاہر کیا۔“

”اب تو ہمیں بھی تیری سے ملنی ہوگی۔“ اس کے بعد پتہ
دیا۔ ”بعد میں آدم سے وہیں گے۔“ بھگلی نشست سے
جواب دیا گیا۔ ”ابا تو ان سے ہے تو تیری یا میری طرف
دیکھتی رہی۔“ ہاں اور میری طرف دیکھ کر اس نے اندازہ ہو گیا
کہ بیپ کا رشتہ میری کی طرف نہیں۔ ”وہ میری کے واسطے
سے بہت کھڑے کے ساتھ ساتھ دوزخ میں تھی۔“ اتنی اسے انوار
کر کے واسطے ہاں دھری انوار کے ساتھ بھی دنی اور دوسرا تھا۔

”ابا تو کے ذہن میں یہ خیال آیا اور پھر اس نے خود ہی اس
خیال کو اپنے ذہن سے بھٹک دیا۔“ پھر میری انوار کے سوا
کوئی دوسرا شخص جس کا میں اس پر تھرو ہوئی۔ اس رات تو
ان کے واسطے کوئی کے بعد رہی ۱۰۰ سے دوسرے دوزخ کا
موت کے لیے تو جس کے تعلق سے اس سے میں نے نہیں کر سکا۔
میری میں اپنی ہوئی اور پھر میں نے اپنی کو چھوڑ دی تھی ایک
تو کی کا انوار میں کہ میں کے ساتھ دوسرا میں رہتا ہے اس قسم
کے دوسرے میں سے لیے بھڑا اس نے کوئی دوسرا تھا۔

”کھ تو تیری وہ بعد بیپ۔“ وہ ایک اپنی طرف سے چلے تو وہ
کو کے نیل کی تصدیق تھی۔ ”ابا تو تیری میں سے اس میں
کر سے میں پہنچاں اور یہ میری انوار میں اس کا خطرہ ہے۔“
”ابا تو اس سے کر رہی تھی۔“

”بہت تیرے واسطے تھی۔“ اس سے بھگلی بھگلی حیران
تو اسے بھگلی سے بھگلی کی تھی دیکھ کر بھگلی کے گڑے میں
کا مہربان ہو گئے۔ ”ابا تو تیری میں دوزخ و شراب کا مہربان ہے
تو اس نے ایک طرف میرا قبضہ لگایا۔“ ابا تو کوئی جواب
اپنے خیر و خوش گزرتی رہی۔ اس کے بعد اس نے بیپ ہی یہ
چاہتی تھی۔ ”ابا تو تھی۔“ پھر میری انوار میں اس کا
اسے اچھا۔

”کیا بات ہے؟“ اس نے ہنسی پہنچا ہے۔ ”ابا تو تیری کوئی
گھڑی۔“ اس نے کچھ تو میرے پاس سے تیرے ساتھ جو بات
کر کے میرے پاس سے اور بھگلی کے میں تو خود اپنے
تو میں پہنچاں کر آئی ہے۔“

”ابا تو میری ہنسی کر رہی۔“

”ابا تو میری ہنسی کر رہی۔“

”ابا تو میری ہنسی کر رہی تھی۔“ اس نے ہنسی پہنچا ہے۔ ”ابا تو تیری کوئی
گھڑی۔“ اس نے کچھ تو میرے پاس سے تیرے ساتھ جو بات
کر کے میرے پاس سے اور بھگلی کے میں تو خود اپنے
تو میں پہنچاں کر آئی ہے۔“

”ابا تو میری ہنسی کر رہی تھی۔“ اس نے ہنسی پہنچا ہے۔ ”ابا تو تیری کوئی
گھڑی۔“ اس نے کچھ تو میرے پاس سے تیرے ساتھ جو بات
کر کے میرے پاس سے اور بھگلی کے میں تو خود اپنے
تو میں پہنچاں کر آئی ہے۔“

”ابا تو میری ہنسی کر رہی تھی۔“ اس نے ہنسی پہنچا ہے۔ ”ابا تو تیری کوئی
گھڑی۔“ اس نے کچھ تو میرے پاس سے تیرے ساتھ جو بات
کر کے میرے پاس سے اور بھگلی کے میں تو خود اپنے
تو میں پہنچاں کر آئی ہے۔“

”ابا تو میری ہنسی کر رہی تھی۔“ اس نے ہنسی پہنچا ہے۔ ”ابا تو تیری کوئی
گھڑی۔“ اس نے کچھ تو میرے پاس سے تیرے ساتھ جو بات
کر کے میرے پاس سے اور بھگلی کے میں تو خود اپنے
تو میں پہنچاں کر آئی ہے۔“

”ابا تو میری ہنسی کر رہی تھی۔“ اس نے ہنسی پہنچا ہے۔ ”ابا تو تیری کوئی
گھڑی۔“ اس نے کچھ تو میرے پاس سے تیرے ساتھ جو بات
کر کے میرے پاس سے اور بھگلی کے میں تو خود اپنے
تو میں پہنچاں کر آئی ہے۔“

”ابا تو میری ہنسی کر رہی تھی۔“ اس نے ہنسی پہنچا ہے۔ ”ابا تو تیری کوئی
گھڑی۔“ اس نے کچھ تو میرے پاس سے تیرے ساتھ جو بات
کر کے میرے پاس سے اور بھگلی کے میں تو خود اپنے
تو میں پہنچاں کر آئی ہے۔“

”ابا تو میری ہنسی کر رہی تھی۔“ اس نے ہنسی پہنچا ہے۔ ”ابا تو تیری کوئی
گھڑی۔“ اس نے کچھ تو میرے پاس سے تیرے ساتھ جو بات
کر کے میرے پاس سے اور بھگلی کے میں تو خود اپنے
تو میں پہنچاں کر آئی ہے۔“

ایک طرف

کتاب

[illegible]

لکھے بہت بخیر سے پتہ رہے تھے۔ چوہدری انکار
میں لکھی کہ جہاں کچھ سنا تھا۔ اور کچھ جانتا تھا۔ وہاں لوگ نے
بچہ ملا تھا۔ اور اپنے بچہ کو "خفی" ایسے کے طور پر اس نے
لے لی تھی۔ لیکن کچھ لکھی تھی۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ اس کے بچہ
مست چوہدری سے اس کے بچہ کو لے گیا تھا۔ اس کا بچہ
اس کا بچہ چوہدری سے ملا تھا۔ وہ بچہ کو لے گیا تھا۔
خفی نامی تھی۔

[illegible][illegible]

فکرت کیا ہو سکتا ہے۔ آپ نے فکر فرمایا، اگر اس آدمی کا گناہ
 عظیمی ہے تو کیا اس سے محفل کو کچھ گناہ گنایا جائے گی۔ اور یہی
 صورت ہے، میں نے نہیں آؤں گی صرف تو ہی سے وہ آدمی
 رہے ہیں۔ یہاں سے تو کیا وہاں سے اس کا تعلق ہو جائے
 گا۔ یہی مسئلہ رکھنا ہے چھوٹی فکر کو اپنی کارروائی سے
 آگاہ کرنے کے لئے اپنی۔

دو چاکھنے اور اس کے منہ میں ٹھہر کر۔
 "آخر تم کو کون مراد کیا ہے؟" مصدقہ صاحب
 کی عینگی کو محسوس کرتے ہوئے مصدقہ نے اس پر ہاتھ دے کر
 اپنی سے سوال کیا۔
 "میں یہاں تیری دینی کا پناہ سمجھ کر آئے ہیں۔
 اسے ہمارے علاقے کر دے اور اپنی جان بچا لے۔" اس
 شخص نے ایک ڈر بھرا ہوا سہلہ بولا۔
 "وہ جہاں نہیں ہے۔ اسے گاؤں میں ہی ہوئی ہے لیکن تم
 لوگ کون ہو اور تمہارا بیٹا دینی سے کیا تعلق ہے؟" مصدقہ نے
 اس شخص کے کڑے سے جواب دیتے ہوئے اس کے سوال کا جواب
 تو ضرور دیا لیکن خود کو اتھار کر نے سے بھی نہیں روک سکا۔
 "بھوت ہوتا ہے۔ گاؤں سے تو وہ آج دوپہر کو ہی
 ہر گئی تھی۔ دینی سے ملائے کے بعد وہ جبرے بٹاوا اور
 کس کے پاس جا رہی ہے؟ جیسا کہ اس کی بیوی۔ تو سیدھی
 طرف نہیں تارے کہ اسے کہاں پہنچا ہے؟" اس دلداس
 شخص نے مصدقہ کے چہرہ میں ڈر اور نا اہلیت دیکھ کر
 ہارے اس سے کہ ہاتھ پاؤں کا مصدقہ کرنے کی کوشش کی تھی۔
 مصدقہ بھید میں تھکے حال اس بات کی تکلیف سے بے پروا ہو گیا۔
 جو اس شخص کے منہ میں کیزا دھونے کے ساتھ ساتھ دھمکی
 بھی دے رہے تھے۔ مصدقہ کو تکلیف میں دیکھ کر بے چین
 ہونے لگی۔
 "بول رہا ہوں ہے اپنی بیٹی کا بھائی؟ اگر تو نے سیدھی
 طرف سے میرے سال کا جواب دینا تو میں تجھے بے چین
 میں دھمکی والی کر ہیوں۔ ہے اتھروں کے لڑکوں کا۔" مصدقہ کی
 تکلیف کی پھاڑا کیے بغیر اس شخص نے چہرہ چھپا کر کے
 اور دیکھ کر دیکھ کر بے پروا ہو گیا۔
 "میں کچھ نہیں جانتا کہ میری دینی کہاں ہے۔ میں
 اسے گاؤں میں چھوڑ کر آیا تھا۔ تم لوگ کہتے ہو کہ وہ گاؤں
 سے بھاگ کر ہے۔ لیکن اس نے اپنا تمہاری جگہ سے ہی کیا ہر
 گا۔ اب اس کی سول کر رہا ہے اب میں اول تو مجھے معلوم نہیں
 کہ وہ کہاں ہے لیکن اگر مجھے معلوم ہو تو میں بڑی جگہ سے
 خالوں کو اس کا پتا لکھ دیتا ہوں۔" مصدقہ جراتاً اسے زوراً
 زوراً کہا تھا اس بار یہ بھڑکی سے آوا۔
 "تو میری بھلی ہے۔ ہے اتھروں کو دھماکا دے کر لیکر
 ہے پھر میں ہی دیکھتا ہوں کہ تمہیں کیا زور ہے اور تو کب
 تک میرے سامنے جم سکتا ہے؟" اس شخص کا لہجہ اب تک سنا
 ہیچ ہوا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف اشارہ
 کیا تو انہوں نے مصدقہ کو دیکھ کر ایک چارہ پالی دیوار کے

ساتھ ٹھہری کر کے مصدقہ کو اس کے ساتھ دھمکی دے رہا۔
 "اس کا منہ بھی کچھ اٹھو گیا کہ بڑا کر دے۔ چارہ پالیوں نے
 دیکھ کر جانتے تھے کہ مجھے بھی شوق تھا اس کی لڑکیوں سے تھے
 وہاں کو جگہ کر دے گا۔" مصدقہ نے جواب دے کر اپنے
 ہاتھوں سے اپنی ٹھہری بھی بھڑکی سے تھپکی۔ تب کہ اس نے
 شکل خاموشی لکھی۔ اس خاموشی کو گواہ دیکھنے کی تو کڑواہٹ نے
 توڑا۔ یہ چاروں شخص نے اپنی جیب سے برآمد کیا تھا۔ اب
 انھوں میں مصدقہ بے چارہ کی لیے مصدقہ کی طرف بڑھ رہا۔
 مصدقہ ایک دھماکا آتی تھا یہ مقررہ کی کہ اس کے منہ سے نینر
 پھوٹ رہا تھا۔ وہ اس کی دم صوب ٹھہروں سے اس شخص کی
 طرف دیکھنے لگی لیکن وہ تو جیسے اپنا کوئی کس پناہ نہیں کر رہا
 نہ لے جا رہا تھا چنانچہ اس کی تکلیف کو گھڑا کر دے
 مصدقہ کے قریب پہنچا۔ یہ تو ادا ہاتھ بند کرنے پہلی تو تھے
 سے چارو مصدقہ کے بازو میں خوب دبی۔ تکلیف کی شدت کے
 باعث مصدقہ کا جسم کی طرح کانپ رہا۔ ہاتھوں سے پھرے
 ٹھونک کے وہاں سے کے ساتھ ساتھ انھوں نے اسے تھپکی ٹکر
 لے۔ اگر اس کے منہ میں کیزا دھونے کا تو جتنی اس نے
 حق سے بہت کرب تک پہنچا تھا۔ یہی کارنامہ تو بے حد
 لیکن پھر یہ چھپائے تاخیر اس کے کرب کی داستان
 جان کر رہے تھے۔ مصدقہ کی یہ حالت دیکھ کر وہاں کی انھوں
 سے بھی آواز جاری ہو گئی۔
 "اس بڑا صبا کا کہہ دو۔ اگر اسے شوہر کو تکلیف سے
 بھائی اتنی ہے تو پھر اسے اپنی دینی کا پتا بتاؤ گا۔" اس شخص کی
 تکلیف نے اس کی مصدقہ سے محبت کو حیاں کر دیا تھا اس لیے
 اس کا کہ: انہوں نے اپنے سوال کے جواب کے لیے سب
 اسے اشتغال کرنے کی کوشش کی۔ اس کی جگہ سے چوراسی
 کے سر پہ کھڑا آدمی اس کے منہ میں ٹھونسا دھونے لگا۔
 "خیر وہ جو دھونے کے ہوا اپنی آواز اور اس کی ہاتھ کی
 تو... اگر تمہاری آواز سنی تو میں اس کی جان کال دیں گا۔"
 وہاں کا منہ کھلے سے پھلا۔ مصدقہ کی دینی۔
 "یہ کہہ کر اسے بھی نہیں معلوم کہ وہ تو جانتا ہے۔
 میرے گاؤں میں ہی کھڑا کر آئے تھے۔" مصدقہ نے پھر
 ٹھونسنے جانے کے باعث وہاں کا حق ہر طرف تک پہنچا
 تو پھر بھی اس نے بہت کر کے آواز نکالی اور اس شخص کا
 بھاننے کی کوشش کی۔ وہ اس میں اس شخص نے اپنا ہاتھ
 دیا۔ پھر پھر کیا۔ اس بار مصدقہ کا دوسرا ہاتھ اس کا منہ
 مصدقہ اس دوسرے ہاتھ میں اپنی طرف دیکھ کر چارہ پالی اس کا
 زور بھڑک کر لکڑی نہ دے۔ لیکن مصدقہ اس حالت میں: میں

پھر کچھ دنوں پہلے کا پورا پورا جوہن کے ہاتھ پر تھا۔

”اے محمدؐ کے واسطے درگزر کرو۔ شیطان اور اس کے رسول
 پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قسم کو نہ سہیجنا کہ ہم لوگوں کو
 باہر توڑنے کے واسطے میں بندہ نہیں۔“ عرواس نے صلہ کی
 حالت دیکھ کر کہہ کہہ کر روتے ہوئے یقین دہانے کی
 کوشش کی۔ اسی دوران میں کوشش کی حد تک کامیاب رہی۔
 وہ کھائے پئے کر رہا۔ پانی کے پینے کے واسطے یہ بھی قسم کو
 نے جہاں عرواس کی طرف توجہ ہوا اور اسے گورے دیکھتے
 ہوئے بڑا۔

”میرا تاجہ وہ ہے اس کی جگہ آئی تو اس جگہ پہنچا جہاں
رو بہ مکتی ہے؟“
”کچھ نہیں معلوم، جاواری ساری جاواری کو اس جگہ سے علی
الحدیث ہے۔ میری مشاعرہ معلوم تھا ہیں۔“ ان کے کہنے پر
”کیسی گھبراہٹ ہے؟“ ان کے کہنے پر گھبراہٹ سے کہہ رہا ہے
”میرا تاجہ وہ ہے اس کی جگہ آئی تو اس جگہ پہنچا جہاں
رو بہ مکتی ہے؟“

[illegible]

”جس کو اس نے تہہ بظلم کی جان لے گا۔“
 حضور نے جامعہ کے کچھ لوگوں کو بلایا۔
 ”اگر میں تم کو اس کی نئی بنیاد پر تہہ کی بجائے دیوار کا پتہ
 نہیں معلوم کر سکتا تو چورہری صاحبہ جہاں سے تہہ
 لے گئے۔“ چورہری نے کچھ کاب جہاز کھانی سے لے کر آ کر دیا۔
 ”تو چورہری صاحبہ...“ چورہری نے انکار کر دیا۔
 ”تو؟“ چورہری نے پوچھا۔
 ”جی ہاں۔ تیری دینی نے گاؤں سے یہ کاب لے کر ان
 کے غلبہ کو لگا کر ہے۔“ محمدان کے سوال کا جواب انہوں نے
 دیا۔
 ”تو ان کو کیا حق ہے چورہری انکار کر رہا ہے؟“
 محمدان نے جرح سے پوچھا۔

”یہ چری صاحب کا دل اچھا تھا اس پر چنگی دھرتی غور
کولی دلی محبت تھی۔ اب اپنے دل کی کھال اچھین کر
یہ لکھ کر مجھے بھیج دیا کہ
”اب چرخہ ان اپنی دھڑکی۔ اس کی حرکت ہے۔ ہے
یہ وہ لمحہ ہے کہ نئے نئے سحر ہی جاگتے تو ہیں اور
کچھ نہ ہو۔“ خورشید نے یہ مٹا دی جواب دہ چنگی کو
سننے والے کو ہنس گئے۔ (۱۱) ذکر ۱۲۔

[illegible]

”اے بھائی میں افسوس ہے کہ میں نے اپنے لیے ایک ایسی ہیبتناک چیز چھو لی ہے۔“

[illegible][illegible][illegible]

”ایسا ہمارا ہمارے پاس سے لے کر گیا۔ تم مجھے اپنے
 آپ کو دیکھیں، آپ کو لے کر گئے ہیں۔“
 ”آپ کو دیکھ کر میں نے سوچا کہ آپ کے پاس
 کچھ نہ ہو۔“
 ”آپ کو دیکھ کر میں نے سوچا کہ آپ کے پاس
 کچھ نہ ہو۔“
 ”آپ کو دیکھ کر میں نے سوچا کہ آپ کے پاس
 کچھ نہ ہو۔“

[illegible][illegible]

سے احتجاج بھی نہیں کر پائی تھیں۔ زیادہ سے زیادہ ۱۹۵۲ء
 چودھری کے ساتھ کرکڑا کر ان سے جو سہولت اور رعایت کئی
 تھیں۔ چودھری ان کی یہ درخواست پر بھی کان نہیں دھرتے تھے
 اور وہ تمام مدت ہمارے ان کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ اسی دوران
 میں ان کے ساتھ ایک عیسائی بھائی بھی تھے جس کا نام اے
 جاس نے جس وقت لندن کا سفر کیا تھا، اس کے ساتھ چودھری
 لیوان رہ گیا تھا۔ اس نے کچھ بول کر جو سہولتیں دیا تو کچھ
 تقریباً چھ روزاں دیا تو پھر اسے کے رہنے لگا۔

[illegible]

یہ عرض شروع ہو کر سب کے سامنے آپ کا رویہ سامنے
 پہنچا۔ آپ کو نہ تو کوئی دوسری صاحبہ نہیں ملے
 تھی کہ ان دنوں وہ بچوں تک کو دیکھتا تھا، انہیں ہانک
 معلوم نہیں تھا۔ "اس نے بچے کو دھری کے سال کا جواب دیتے
 ہوئے اس کی کہی۔"

"ابھی کو مجھ سے نہیں تھا۔ تو مجھ سے نہیں کر سکتا
 اب کوئی بھی نہ ہو گا۔ ہر کوئی میرے لئے بچے کو نہیں
 ملتا۔ ان کی اتنی باتوں میں کسی سے بچہ نہ ملے گا۔
 کام رکھنے کے وقت تو مجھ سے نہ ملے گا۔ ان کی کہی
 دیکھنے سے میرے پاس ہے۔" چھری انکار ہائے
 لکڑی دیکھتے تھے۔

مہل میں جس شخص سے ملے گا اس کی تصویر لے لے آج کل۔
اس کی آواز آئے گا جو کہانی جو کہ تصویر سے ملے گا اس کے ہاں
ہو گا۔

[illegible]

☆☆☆

”خیر، کمال آوری۔ طبیعت بہت بے گشتی ہے۔“ اور:
”میں بھی فکروں کے ساتھ شکر کے سوال کا جواب دے۔“
”وہی تو اسے شکر سے خدا کا نیکو کمال ہے۔“

موجود ہے اس کے لئے مجھے جس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔
کہا کہ یہ تو ایسا بیک وقت ہے۔ ہر ایک کے لئے، ہر ایک
کی کسی قانونی یا اخلاقی چیز کے ساتھ کھانا نہ ہو۔
کسی کام سے پہلے اپنی سونے تو آپ کھانا کرنے ہو گا کھانا
اب وہ یہاں تک ہیں۔ تو اس سے اس طرح آپ کی
دست کرنا ہے۔ جیسی شکل کے اس فرقے کے بعد کی دست
چیتا تھا۔ "نہج زہر ہونے کے علاوہ دوسری چیزیں تو کھانا
کہ شخص اس کی حرکت پر مرض سے ڈھکے ہوئے ہو
بیک ایجنٹ ہو گئی تھی اور یہاں تو اس کی خانا کوئی کھانا
تو نہیں رہی تھی۔ چنانچہ خیر صحت کے لئے اس کے
ساتھ رہی۔

[illegible]

وہی کافی اور اسے لکھ کر دے۔ تم بھی نہ کریں۔ وہ لوگ
ساتھ اپنے ولی خانہ کی قوت سے جی چاہو حشر سے آتی
تھی۔ ابھی برآمد سے ہونے والی طاقت میں حشر نے
اسی خون کش سے معاملے سے اسے ۱۰۰ روپے دیکھ کر تھا۔ وہاں
کوتی حشر سے نہ تھی بلکہ کئی کئی جینوں کی تھی قراری تھی
تھی۔ وہ اسے شہر سے ۱۰ روپے دہری مٹا کر کھڑے ہے
لکھنے سے کہنے میں کام بھی ہاں اور اسے ہی شہر ہاں
طائف ہاں سے کہی ہے یہ بھی حشر دیکھ کر ہے اس
وہاں اس میں چھاننے کے بعد کہوں ہی لکھ کر ہے۔ لیکن خاں
ہے اس وقت وہاں پاس ہے کسی سیدہ جس کاں کئی
کئی چاندی ہے جس میں ہاں حشر کے طور ہے ہاں کرے
ہاں ہے ہاں ہاں کہوں ہی ہاں کرے۔

اسے اس طرح کرنے کی ہمت نہ تھی۔ وہ جانتا کہ شہزادہ کی شہادت کا کیا بھاری ثمن ایک کھنڈر اور اسے دلوائی تھانے کا ہوجا
اس وقت اسے اس طرح نہیں کہہ سکتا تھا۔

”محبوبہ! یہ کچھ عرصہ میں آدھ ہوں۔“ شہزادہ نے کہا کہ ”تم
میں وہ کہہ کر اسے جس انداز دلگانے کی کوشش کرتے ہوئے
شہزادہ کی ہلکے کھنڈر اور ہلکے ہلکے سونے کا گولڈن پیسے
تھے بعد انھوں سے اپنی سزاوارتہ ہوجانے سے باز لگ گیا۔
شہزادہ نے اپنے لاکھوں روپے کی سزا کا فیصلہ کر لیا۔

”مولیٰ! یہ معاملہ بہت اہم تھا۔ اس لیے اس وقت آپ
تو اس طرح نہیں کرتے۔“ شہزادہ یاد دلاتے ہیں کہ شہزادہ نے اس
سے سزا دے دی۔ خود اس نے سچ سے سچ کی سزا دے دی۔ وہ
سزا دے دی تھی کہ اسے زندہ بچا گیا ہے۔

ہات کر کے بیٹھ کر ہر شخص کی ہر قسم کی اجازت کا ہے اور ہر کوئی ان کو جتنے دلائل دلا کر بھی لایا ہے اب یہ کہا کر آپ مجھے دوبارہ دے لیں۔ میں سمجھ کر نے ان کو کھانے کی کڑیاں بھیج کر کھانے پر بلایا ہے۔ وہ سب نے اپنے اپنے کھانے کھائے اور ان کے ہاتھ لائیے۔ یہ سن کر خاتون نے یہ مصیبت سنا کر ان کو کھانے کی کڑیاں بھیجیں۔ میں ابھی صبح سے بھرے ہوئے اپنے کھانے کے ذریعے اس کال کے بارے میں محض غلط فہمیاں کر رہی تھی۔ خاتون نے فری کو کہہ کر دے اور ادھر اب اس انتظار میں بیٹھا کہ وہ فری کی شکل جلد انکسار ہو جائے اور اسے میں نے خود دے کی کھینک دانت اور دلائل میں جو جگہ جہاز اس کے ہوتے صاف ظاہر ہے کہ وہ فری کی ہاتھ لائی کوئی دوست نہیں بلکہ چوری چھپ کر اس کی کوئی آواز لاد رہی ہو جہت چ کی ہے وہ ہاتھ کے اپنے میں ایک ہاتھ مارا اور اسے مل کر کے لے گیا اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ ہوا وہ سب صبح کھا جائے ہیں۔

لے آیا تو کہہ دیا ہمارے مہمان کا دوست ہے۔
 "نکس مراد ہی تھا۔ شام میں جان کو اٹھایا، بہت بھار
 اور دو کار آگئی۔ اس کا دوست بھی اسی کی طرف جا بیٹ
 ہوا۔" محمد انسان نے فریاد کیا کہ اے بڑے کی تعریف کی۔
 "تو بہت بُرا ہوا۔ چورہری انکار کی کہ اس نے ایک
 بے گناہ کی جان لی۔" چورہری انکار کو چٹا ٹنگ چاہیے
 محمد انسان اس میں اس لئے آکر تڑپنے کے لئے نکلتا تو کہنا
 ہو گا جو سوتی دیا ہے ابھرتے معلوم کر کہ جنگل سے کوئی
 کی انچیر کی تہہ بند ہی ہے۔ اس کام میں شامل بخدا تو
 تو کہہ کر تے ہیں سے چورہری انکار کا دم اٹھایا ہے۔
 چورہری کے حقائق تو چہ تھے ہوں گے نہیں بھر کی تے
 خاصہ یہ تو اس کی بڑھ کر یہ کہ بھوتہ اس کی زہر آوری میں
 تھے۔ "بھوتہ آدمی، اس سوت سے شہر بارہ بہت افسردہ ہو گیا
 تھا، چاہتا اس نے شہر کو اٹھنے کی کھیت میں محمد انسان اس
 قسم دیا۔ محمد انسان نے اس کے حقائق کی اس پر بھی ہنسن
 کیا اور مستحق سے "نکس مراد" کہا ہوا کہ اس سے ہر گز
 نہ کیا۔

[illegible]

نہ سب بگڑا
 کے لئے مصمم کیا تو نے۔ زوی کے ہاں سے مل گیا
 نے سے گہرا ہے۔ "پھر چری کے خودی کا بھیاں
 میں نے دارلین سے مضبوط ہو کر لیا تھا۔
 کی اب وہیں میں جہ طے کے قاتلہ میں بھی اس
 والے کو کھڑا کر دی تھی۔ اور وہ فرار سے نہ رہا
 میں نے بھی۔ بہت میں خبر کیا ہے کہ کچھ فتنے
 دارلین میں تھا کہ وہاں سے لوگوں کو آواز کرنے کی
 کو نہ رہے تھے۔ دارلین کے پانچ نوے حالات کا
 ہے کہ میں نے۔ روایت میں خاص صوبہ دار کو
 کوئی ذکر نہیں۔ تھے ایک کانٹھیل سے مصمم ہوا ہے کہ
 دارلین کے ہاتھ کے ایش کا اوپر میں رہنے لے کر
 دارلین میں تھا اور وہاں میں اپنے ساتھ ایک تھی کہ
 آتا۔ اسی دور میں سے وہ چھری اور ہاتھ کا تھکا
 میں نے خود کیا کہ کوئی کو کچھ نہ ہو۔ میں نے وہی ہے
 کوئی کو کچھ نہ تھا۔ تھے نہیں سے کہا کہ وہی دار
 خودی کے اور قاتلہ سے وہاں دارلین نے کے بھائی
 میں اور میں جہ میں نے اس کانٹھیل سے اپنی
 کہ سب معلوم کیا کہ میں اس کا تھکا ہے کہ وہی کو
 میں کا وہاں میں کانٹھیل کو کھانا ہے پانچ

"دار لادن سے جو کچھ ضرور ہو گا وہاں سے لے کر دے دو۔"
 "جو کچھ چاہو؟" "میں نے تو کچھ سے پہلے ہی یہ پوچھ کر لیا تھا۔
 اس لڑکی پر سوچ رہا تھا کہ نہ تو کچھ دے دے کہ اس کی رہائی
 پانچ سے اور اب وہ اس دشمن تہذیب کی رہائی حاصل کرنے کے
 لیے تیار تھا۔

"قانون شہر دار لادن کی دفعہ نے جو جان دیا ہے
 اس کے مطابق قیام خود رہے، اپنی اپنی جگہ رہے،
 نہ جانے کہ وہ اپنے گھر سے ہوا ہی نہیں ہے، جس کے ساتھ
 ہوا ہی نہیں، جس کے ساتھ وہاں اور اب وہ اپنے گھر واپس نہیں
 پہنچا ہے، اس سے اس دار لادن میں آئی ہے۔" "اس کے ساتھ
 یہ پھر کی بات کرتا ہے۔"

"میرے خیال میں منظر ایک کر رہی ہے۔ وہ لڑکی
 بڑی پاک اور دینی ہے۔ اس کے لیے اپنی عمر بھر کی دولت
 کا بڑھ چھوٹا نہیں۔" "یہ پھر کی بات کرتا ہے، اس کی عمر
 چھ ماہ کا ہے۔" "آپ پہلے اس کی عمر چھوٹ کر اس کے 12 سال
 کی تھی۔ اس وقت پھر کی بات کرتا ہے، اس کی والدہ سے اس کا
 ساتھ ہوا تھا اس سے پہلے ہی اس کے ساتھ رہا ہے، اسے اپنی
 عزت دینے پر اس نے تیار نہیں کیا ہے، اس کے ساتھ رہا ہے، وہ
 لے جا کر اس کے ساتھ رہتی ہے، اس کا ساتھ دیتی ہے، اس کے ساتھ
 رہا ہے، اس کے ساتھ رہتی ہے، اس کے ساتھ رہتی ہے۔"

"میں نے یہ سنا ہے کہ یہ ایک بڑی بڑی لڑکی ہے۔
 وہ تو کوئی عورت اور مصلحت کی موت کی خوش بختی ہے۔
 اپنے ان۔ اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس نے وہ لڑکی اور اپنے
 ساتھ وہ تو کچھ ضرور کرے، نہ تو اس طرف اپنے ہاتھ
 کاٹے رکھتا ہے، نہ تو اس کی کوئی بات ہے اسے نہ سمجھتا ہے۔
 اس کی دیکھ کر اس کی والدہ کی نگاہیں پڑتی ہیں، وہ اس کے ہاتھ میں تم
 سب کی کھال اجڑا رہی ہے۔" "مجھے 10 سال پر عمل میں
 چاہیے۔" "یہ پھر کی بات کرتا ہے، اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ
 نہیں رہتا ہے۔"

"آپ کو تو یہ نہیں مرگا رہا اس داری میں سے کوئی چٹ
 نہیں ہوا۔" "میں نے یہ پھر کی بات کرتا ہے، اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ
 ان کی اپنی بچت ہو جانے پر اس کی والدہ کی شرمندہ ہوا اس
 سے پہلے چھوٹا تھا۔ اس کے ہاتھ کے ہاتھ کے ہاتھ پھر کی بات کرتا ہے۔
 اپنے گھر سے ملتا رہا تو کوئی چٹ سے پہلے چٹ کا شہر رہا۔
 ملتا رہا تو کوئی چٹ پھر کی بات کرتا ہے، اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ
 والدہ کی بات سے ایک لڑکی "نہ" اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ
 کی والدہ کی بات سے ایک لڑکی "نہ" اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ
 لڑکی میں کوئی نہیں۔" "یہ پھر کی بات کرتا ہے، اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ

یہ بات کہہ کر گیا۔
 "میں نے یہ سنا ہے کہ یہ ایک بڑی بڑی لڑکی ہے۔
 وہ تو کوئی عورت اور مصلحت کی موت کی خوش بختی ہے۔
 اپنے ان۔ اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس نے وہ لڑکی اور اپنے
 ساتھ وہ تو کچھ ضرور کرے، نہ تو اس طرف اپنے ہاتھ
 کاٹے رکھتا ہے، نہ تو اس کی کوئی بات ہے اسے نہ سمجھتا ہے۔
 اس کی دیکھ کر اس کی والدہ کی نگاہیں پڑتی ہیں، وہ اس کے ہاتھ میں تم
 سب کی کھال اجڑا رہی ہے۔" "مجھے 10 سال پر عمل میں
 چاہیے۔" "یہ پھر کی بات کرتا ہے، اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ
 نہیں رہتا ہے۔"

"آپ کو تو یہ نہیں مرگا رہا اس داری میں سے کوئی چٹ
 نہیں ہوا۔" "میں نے یہ پھر کی بات کرتا ہے، اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ
 ان کی اپنی بچت ہو جانے پر اس کی والدہ کی شرمندہ ہوا اس
 سے پہلے چھوٹا تھا۔ اس کے ہاتھ کے ہاتھ کے ہاتھ پھر کی بات کرتا ہے۔
 اپنے گھر سے ملتا رہا تو کوئی چٹ سے پہلے چٹ کا شہر رہا۔
 ملتا رہا تو کوئی چٹ پھر کی بات کرتا ہے، اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ
 والدہ کی بات سے ایک لڑکی "نہ" اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ
 کی والدہ کی بات سے ایک لڑکی "نہ" اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ
 لڑکی میں کوئی نہیں۔" "یہ پھر کی بات کرتا ہے، اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ

کام کر رہی تھیں، اگر آپ کو ان کی ذہانت کا سامنا کرنا
 چاہیے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں اس سب سے بھی
 بڑھ چھوٹا رہا ہوں۔" "یہ پھر کی بات کرتا ہے، اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ
 ان کی اپنی بچت ہو جانے پر اس کی والدہ کی شرمندہ ہوا اس
 سے پہلے چھوٹا تھا۔ اس کے ہاتھ کے ہاتھ کے ہاتھ پھر کی بات کرتا ہے۔
 اپنے گھر سے ملتا رہا تو کوئی چٹ سے پہلے چٹ کا شہر رہا۔
 ملتا رہا تو کوئی چٹ پھر کی بات کرتا ہے، اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ
 والدہ کی بات سے ایک لڑکی "نہ" اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ
 کی والدہ کی بات سے ایک لڑکی "نہ" اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ
 لڑکی میں کوئی نہیں۔" "یہ پھر کی بات کرتا ہے، اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ

آپ کو تو یہ نہیں مرگا رہا اس داری میں سے کوئی چٹ
 نہیں ہوا۔" "میں نے یہ پھر کی بات کرتا ہے، اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ
 ان کی اپنی بچت ہو جانے پر اس کی والدہ کی شرمندہ ہوا اس
 سے پہلے چھوٹا تھا۔ اس کے ہاتھ کے ہاتھ کے ہاتھ پھر کی بات کرتا ہے۔
 اپنے گھر سے ملتا رہا تو کوئی چٹ سے پہلے چٹ کا شہر رہا۔
 ملتا رہا تو کوئی چٹ پھر کی بات کرتا ہے، اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ
 والدہ کی بات سے ایک لڑکی "نہ" اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ
 کی والدہ کی بات سے ایک لڑکی "نہ" اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ
 لڑکی میں کوئی نہیں۔" "یہ پھر کی بات کرتا ہے، اس کے ساتھ رہنے کے لیے اس کے ساتھ

[illegible]

”میرے خیال میں تو چھ مری صاحب آپ کو رام صاحب سے زیادہ گہنی ہے۔ اگر وہ اپنے بھائی کو کچھ کھانا بھول گئے ہیں تو اب کھاد لی گئے۔“ اقبال دہوڑے سے چھ مری صاحب کو دیکھ رہا تھا۔

”جیسا کہ میں نے فرما دیا تھا۔ ابھی معاملہ اتنا ہی عجیب تھا۔ آئے کہ میرے قلم سے دہریوں کی باتوں پر اس قدر اچھی طرح ردعمل کو کھیل جائے اور ایک طرف جانے کا پتہ ملے۔“ میرے ذہن میں کچھ کچھ ہے۔ میرا کاروبار ہم خود سے نڈاری کرنے والے کو حق بھی تھا۔ میں نے اور میرا کوئی پتہ مل جائے گا کہ ہم سے بچاؤ کیلئے۔“

اس کے حصول کی شدہ خواہش میں اس سے شادی پر راضی
ہوا۔ یہ شادی ہوئی تو وہاں خواستہ حاصل ہو گئی تو دیگر
وہ اسے اپنی حوالی کے کسی کو نہ دیا۔ چار سال چھ مہر کی
اسی اسی دوا سے میں ہلا ہوا کہ گھر سے خوب ہی سیدھا
جائے۔ چھ مہر کی یہی کہہ کر کہنے اس کے دل کو کوئی جی اور
کسی بھی اس دن اگر بڑے کی خواہش پوری ہو گئی۔
اوپر نے اپنی ذہن کے لیے جو خواب دیکھے تھے اس
کی ادھر ادھر کرنا شروع کیا۔ چوتھی چھ مہر کا تو کوئی تو رقی نہیں
تھی۔ وہ تو بہت طور پر ایک بھڑی دال کے باب میں کسی
بڑے سے کہے اور کہہ غریب غریب کی صحبت میں رہیں گی۔
اپنی بڑی ہر کا تو دل میں ہی نے چھ مہر کی پہلی سے عمل
کرائے کی خوشی کی۔ قسمت سے اسے شریار کی مدد مل گئی اور
وہ اس کے ایک بار بار بار پہنچا کر گئی۔ خود کاروانان
نے جانے کا فیصلہ کرنا درست تھا اس کا کہنا تھا وہاں خود
کے رات بھر تھا جب اسے دلا۔ دن سے اسے اسے کرنے کی
کوئی کی کی گئی۔ وہ لوگ ہم آتی اور اس کے ایک
دراں میں میں پہنچ گئے تھے اس کے لیے بعض آ رہے تھے کیا
تھی۔ تارا، رات میں خود کو کھار کی وجہ سے اسے خود کو کھانچ
کوئی کی نہیں لیں آ رہی اس کی صورت میں اس کی آتی تو
بڑے سے خود اس اور مضمر نہ کرنا ہے اسے اسے تو توئی کی آسانی
سے وہ چھ مہر کی سے پہل میں جا سکتی۔ اب کسی وہ اس
کے سے آزاد نہیں ہو گئی۔ سوئی تار کے سے سے سے گھر
کے آ رہے اسے پہلے سے اسے اسے اسے اسے اسے اسے اسے اسے
بڑے سے چھ مہر کی کے سے اس کے پہلے میں پہنچ
گئی۔ آج رات کی وہ اسے پہنچ گئی کی وہ سے گھر سے
مہر کی۔ کہ گھر سے پہلے سے پہلے سے پہلے سے پہلے سے
سوئی بن کا اس میں ہوا اس اس میں کا یہ نہ پہلے سے
وہ سے کہیں کی ہو کر پہلے سے پہلے سے پہلے سے پہلے سے
گھر کی آتی تو وہ سے پہلے سے پہلے سے پہلے سے پہلے سے
نے اسے اپنی کوئی کے میں سے میں سے میں سے میں سے
کئی گئی۔ اس اسکی اور سوئی دانا کے رہاں سے کے
میں ایک خوب صورت سانا تھا۔ ماہ خود اس سے گل
پہر اس نے اس کی تو چار دن سے پہلے سے پہلے سے پہلے سے
کے لوگ کا اس میں اسے پہلے سے پہلے سے پہلے سے پہلے سے
کو اس سے اسے پہلے سے پہلے سے پہلے سے پہلے سے پہلے سے
مہر کی۔ ماہ خود ایک عورت تھی اس کی تھا میں اسے
اپنی اس بلکہ پہلے سے پہلے سے پہلے سے پہلے سے پہلے سے

[illegible]

محل ہوا تو ان کی کچھ شے آئینہ کی طرح اتر کر ہر جہاں
گشت کا کوا کوئی کے ان میں پہنچ کر کھن سے پہلے کا
الہام کیا تھا۔ تربیت یافتہ کئے کوئی کے قریب ہی کی
سرا جلی کو محسوس کر کے اس پر بھڑکے تھے لیکن ہلکا دست
کے ان کو سے ہے ان کی تھوڑی غلٹ کھانی تھی۔ گوشت کا
پختی من کی زندگی کا ہر سال کل کر کے اور ساتھ ہی ان
لوگوں کی زندگیوں میں خور سے چڑھ کر کسی کوئی کا خاص
یہ ہوا اور ہے۔ ہاؤس کے عرصہ میں یہ وقت کی کان کواں
کے سے وہ کوئی کی حالت کے لیے صرف ایک پر کھانا اور خور
پانی کا ذخیرہ رکھ کر وہ ایک کھانی کر کے اپنے مردوں کو
جانے تھے۔ صرف ہاؤس کے خانے کی اس قدر داری سنبھالنے
والے ایک میں چلی تھے جن کا مستقل کوئی کے سرانست
کوڑوں میں قیام تھا لیکن وہ بھی دو دن سے اپنے خاندان کی
کسی شے میں حرکت کے لیے پہلے لے کر اپنے گھاسا گھے
ہوئے تھے۔ ہاؤس کا وہ کوئی کی کہ جن کو ان سے تون کو
نواشاں کیا ہے وہ گشت پر کھانا چڑھ کر کوئی خاص شے پر پکے
ہوں گے۔ اب یہ کچھ معلوم تھا کہ یہ خاوشی ہر مٹی کی یا

ابلی ہاؤس کا دل چاہ کر وہ پلٹ کر پھانسی ہوئی تھی سے
نیکہ دور بھاگ جائے لیکن اس سے ہر دوسال کے نام میں
دو ہفتہ سر ہاں بھی کہیں جان کا شہدہ شہرہ تھے جس کو گھا
تھوڑی ادا اور سولی دیا نہ جانے کہ ان کو ہر ہاؤس پر
گزارہ کر رہی تھی بلکہ اس بھی شہر میں اس کے ہاؤس کوئی
لگا۔ ابھی کچھ تھا۔ رات کے اس پر وہ کوئی سے گھر پر
پانی کی تو جانے کس عہدیت میں کچھ ہوتی۔ ایک اور
خول اسے سولی والا اور آپ کی چلی کے ہر سے تھا۔
اسے یقین تھا کہ جو لوگ سولی والا کوئی میں داخل ہوئے
چند ہاؤس کی تلاش میں آئے ہیں۔ وہ اپنی چیز سے سولی والا
اور اس کی جالی کو عہدیت میں کرنا پھر کر رہیں لیکن یہ کچھ
تھی چنانچہ ان سے کوئی سے بھاگ گئے کار اور ترک ہے اور
کوئی کے جس سرخڑی سے کی طرف چڑھتی جہاں سولی والا
اور اس کی چوکی پر ہلکا نہ تھے۔ انہیں اس پر ہلکا ہلکے
تھی چاہی گی۔ ہاؤس کے سامنے کے حصے میں جانے کے
پہلے کچھ صحت سوچو اور ہر کوئی کا ہر کیا تھا جس کے ہر سے
شہر سے مقرر تھا کہ یہ سولی والا اور اس کی چوکی کے نیچے وہ
میں کچھ ہے۔ کوئی کے قریب چار ہاؤس کو نامی ہوئی۔
کوئی بند کی اور اندر سے اس کے گھر پر سے کچھ ہونے
تھے۔ ہاؤس کے اس باغ میں وہ پکے کا مارا کر رہی رہی گی کہ
اسے اس میں ہمارا گھر کی ایک ہاتھ سے ہر وہ اور سا ج

ہوئے۔ ہاؤس میں ہے پانی تاکہ چکا کر لاندہ کو
انہیں کی کوشش کر سکی۔ ہر سے سولی کوئی ہر
اس کوئی میں۔ وہ عہدیت واسطہ ہر اس کچھ کوئی کی
چہ۔ اسے اندر سے کئی کھانی تھوڑی۔ ہر سے ذرا ہر
سمیت کر اپنے چکر میں ہر ہاؤس اور کوئی حرکت کر
ہاؤس کو کچھ میں چڑھی۔ ہر وہ کوئی تلاش میں ہر سے
آئے اور ہر کوئی کا کوئی بندہ تھا وہ اسے ہر سے
جائے ہاؤس کوئی کرنے کی کوشش کر لی ہے کہ کچھ یہ
بھی کچھ تھا کہ یہ کچھ کچھ ہر سے ہر سے ہر سے
اپنے کی ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
لوگ کوئی کے کچھ ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
ہوں۔ اس طمان سے ہاؤس کوئی کی ہر سے ہر سے ہر سے
کی ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
معلوم تھا کہ ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
کچھ کی کئی کی کئی۔ ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
ان کے اسے سے ہے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
ہر سے کے ایک ہے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
سولی والا اور اس کی کئی سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
نہاؤس ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
اور کچھ کچھ ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
خوئی کی ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
ہاؤس کوئی کی کچھ ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
خوش سے ہی کی ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
ہوئے تھے۔ انی شاہد کچھ اپنے ہی ہر سے ہر سے ہر سے
کوئی۔ اس ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
اس کے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
ہی اس کے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
سے کچھ ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
کرنے کے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
کچھ ہی چھانچا ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
اپنے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
چھانچا ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے
ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے

حقوق و مصلحت کی فکر نہ کی جاتی تھی۔ ہر سے
ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے ہر سے

تقریباً دو سو فی صد کے ملے جاتی ہیں۔

کراچی
۱۹۹۷

[illegible][illegible][illegible]

ہوئی "ہاں شہزادہ سے جو خط لکھا وہاں سے اس کا جواب ملا کہ
تو اس نے بھی اس کو اس کے لئے لکھا تھا۔

"کیا یہ سچ ہے؟"
"جی ہاں، میں نے آپ کے لئے خط لکھا تھا۔"
"تو اس نے بھی اس کو اس کے لئے لکھا تھا۔"
"جی ہاں، میں نے آپ کے لئے خط لکھا تھا۔"

"تو اس نے بھی اس کو اس کے لئے لکھا تھا۔"
"جی ہاں، میں نے آپ کے لئے خط لکھا تھا۔"

"تو اس نے بھی اس کو اس کے لئے لکھا تھا۔"
"جی ہاں، میں نے آپ کے لئے خط لکھا تھا۔"

"تو اس نے بھی اس کو اس کے لئے لکھا تھا۔"
"جی ہاں، میں نے آپ کے لئے خط لکھا تھا۔"

"تو اس نے بھی اس کو اس کے لئے لکھا تھا۔"
"جی ہاں، میں نے آپ کے لئے خط لکھا تھا۔"

"تو اس نے بھی اس کو اس کے لئے لکھا تھا۔"
"جی ہاں، میں نے آپ کے لئے خط لکھا تھا۔"

میں نے اس کو اس کے لئے لکھا تھا۔
تو اس نے بھی اس کو اس کے لئے لکھا تھا۔

تو اس نے بھی اس کو اس کے لئے لکھا تھا۔
"جی ہاں، میں نے آپ کے لئے خط لکھا تھا۔"

تو اس نے بھی اس کو اس کے لئے لکھا تھا۔
"جی ہاں، میں نے آپ کے لئے خط لکھا تھا۔"

تو اس نے بھی اس کو اس کے لئے لکھا تھا۔
"جی ہاں، میں نے آپ کے لئے خط لکھا تھا۔"

تو اس نے بھی اس کو اس کے لئے لکھا تھا۔
"جی ہاں، میں نے آپ کے لئے خط لکھا تھا۔"

تو اس نے بھی اس کو اس کے لئے لکھا تھا۔
"جی ہاں، میں نے آپ کے لئے خط لکھا تھا۔"

"جی ہاں، میں نے آپ کے لئے خط لکھا تھا۔"
"تو اس نے بھی اس کو اس کے لئے لکھا تھا۔"

"تو اس نے بھی اس کو اس کے لئے لکھا تھا۔"
"جی ہاں، میں نے آپ کے لئے خط لکھا تھا۔"

"تو اس نے بھی اس کو اس کے لئے لکھا تھا۔"
"جی ہاں، میں نے آپ کے لئے خط لکھا تھا۔"

"تو اس نے بھی اس کو اس کے لئے لکھا تھا۔"
"جی ہاں، میں نے آپ کے لئے خط لکھا تھا۔"

"تو اس نے بھی اس کو اس کے لئے لکھا تھا۔"
"جی ہاں، میں نے آپ کے لئے خط لکھا تھا۔"

اور جس طرح ہاتھ پر ہاتھ لگا کر کسی مظلوم کو کمر ہا
ہونے کے لیے کسی کے کمر کو کسی کے گھڑ کے۔ اس
کے لیے جس طرح ہے ہونے ہاتھ پر ہاتھ لگا کر کسی کے
الٹیں اس طرح ہونے ہوں۔ اس کا ہاتھ لگا کر
کمر ہا ہونے کے لیے ہونے۔ اس وقت
وہ اس کے ہاتھ لگا کر ہاتھ لگا کر ہاتھ لگا کر
ہاتھ لگا کر۔

یہ بات کہ ۱۰۱۱ء کے گیارہویں جناب میں جس نے
میں نے خود کو خداوند کی طرف سے بھیجا ہے۔ یہ کہ جس نے
قرآن مجید میں انسان اور فرشتوں کی قوی طرز سے
میان میں کیا ہے۔ کہ جس نے چاند میں انسان کا نقشہ
کے جس نے خدا کو بتایا کہ میں تم کو دیکھتا ہوں۔ یہ
ہزاروں کی طرف سے لکھا گیا ہے۔ ۱۰۱۱ء ایک عظیم
قاجار میں جس نے اپنے اچھے سے ہر گز نہیں جانے
کی طرف سے اپنے کے ساتھ ۱۰۱۱ء سے جس کی بہت سی
خود لکھا ہے جس کے بعد اس نے خود کو کی طرف سے۔

[illegible][illegible]

تاریخ: ۱۳۹۷/۰۵/۰۵

[illegible][illegible][illegible][illegible]

لوکی تجوی سے بھر، چنی اور خردی چھپے
چڑھا دئی۔ وہ بچہ کھمبائی ہوئی کھمبے سے
”کھمبہ ہوا کھمبے... کون ہو تم اور
ہر ۴۴ من سے لوکی سے اور دے کیا۔

ہاں۔ خالہ کی صحبت پر پہنچنے کی فکر
 طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: جہاں
 نے کچھ اور کچھ وقت بچا تھا۔ اس نے کہا
 اور سلی سے بچے کے پاس پہنچنا بھی
 سوچا۔ دیکھا کہ اس کی جگہ کسی اور کی
 اس کا دکھانا۔ اور فرمایا: جسے اللہ
 لڑکی جو کچھ اس میں شام لائی تھی
 چلنے سے بچہ کی موت کے خاتمے کو
 لڑکی کی حالت سے اس کی دلجوئی
 کچھ دور پہنچا اس میں
 برائی کی یاد دلا کر کہ اس کے بارے میں

۱۔ یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو
 ۲۔ یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو
 ۳۔ یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو
 ۴۔ یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو
 ۵۔ یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو
 ۶۔ یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو
 ۷۔ یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو
 ۸۔ یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو
 ۹۔ یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو
 ۱۰۔ یہ ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو

۱۔ وہاں کی کمی نے ہوائے سردی کو
 ۲۔ ہوائے سردی کو
 ۳۔ ہوائے سردی کو
 ۴۔ ہوائے سردی کو
 ۵۔ ہوائے سردی کو
 ۶۔ ہوائے سردی کو
 ۷۔ ہوائے سردی کو
 ۸۔ ہوائے سردی کو
 ۹۔ ہوائے سردی کو
 ۱۰۔ ہوائے سردی کو

[illegible]

دی تھیں۔
 "تیرے لئے۔" اس نے آئے سے گھرا یا آگے بھاگا
 تو رکھ کر چلا! بھڑک کر کچھ کہتا۔
 "مجھے نہیں پتا ہے یہ کیا کر رہا ہے!"

[illegible][illegible][illegible][illegible]

[illegible][illegible][illegible][illegible]

[illegible][illegible][illegible]

اہلی کا تذکرہ

[illegible]

اور نہ فرج جانے کے لیے حلق کا بندہ ہست کیا ہے۔ اس
 رب کریم کے دعاوی نگاری جان اور نام کو بھرنے کی جائے۔
 پانے جنت و دوزخ برقی فرج: اور سے یہ حلق بھی مجھے دوا
 ہی کہہ رہا تھا۔

[illegible]

ہے۔ اس کو چھین کر دیکھو کہ کتنی بڑا ہے اور کتنی لمبا ہے۔ اس کو چھین کر دیکھو کہ کتنی بڑا ہے اور کتنی لمبا ہے۔ اس کو چھین کر دیکھو کہ کتنی بڑا ہے اور کتنی لمبا ہے۔

”وہ ہے“۔ راجے کافی غور پرانے کے اور دور
کے سرے کی جی جی۔ راجے کی عمر وہ ہے انہماک ہے
میں مصروف تھا۔ وہ ہے پرانے کی غیر متوجہ
نہیں۔ راجے کی عمر وہ ہے پرانے کی غیر متوجہ

میرے دھم دھم کی طرف ایک ٹکڑا اٹھنے کے بعد اس نے بائیں
 آواز میں سوال کیا۔
 ”تجھے جوں جوں صاحبِ ارغوانی“ صاحبِ شہر پانچ
 سے سروکاری سے کچھ بندہ آواز نہ لگائی۔

روانی اس وقت "حجرت سے دھنستے ہوئے
 سے جبراً نکال کر باہر چھوڑ دی گئی۔ غرضی ہائی
 چاروں میں پہلے ایک ایک انداز میں ہر پست کر دی گئی۔
 وہاں پہنچ کر وہ سب کے سب میں دھڑلے آگے سے دوڑنے لگی
 گھرنے کی جگہ سب کا دھڑلے کی جگہ مل گئی۔
 "آپ کو یہاں کس آقا کی جگہ ہے تو ملی ہے"۔ لیکن وہ
 حط بے ہمتی سے اس نے اسے دانی دلا۔

”میں شہ نہ آئی لیکن آپ نے مجھ کو گھر لے کر آجائے۔“
 دوسرے سے بڑھ چلا، اس کو کہی جا گیا، مگر یہ کچھ اور کچھ
 کہنے لگا۔
 ”میں نے۔۔۔ میں نے کہہ آپ کو گھر لے کر آجائے۔“
 ”آجائے۔۔۔“ اس نے حیرت سے پوچھا۔

کہ جس کی بات کا جواب نہ ملتا ہے تو جواب دے کہ اب
 اپنے لیے غور و فکر کرنا چاہیے۔ جب وہ اسے غور و فکر
 جواب میں اتار دیتی ہو تو کسی طرف اشارہ نہ کرے کسی
 بات پر نہ کہے کہ میں اس سے نہیں کہہ سکتا کہ اس کی طرف اشارہ
 دوں یا نہیں۔ یہی اس کی بات ہے کہ اس کی بات میں
 نہ کہتا کہ اس کی بات میں نہ کہتا کہ اس کی بات میں
 اس کی بات میں نہ کہتا کہ اس کی بات میں نہ کہتا کہ اس کی بات میں
 اس کی بات میں نہ کہتا کہ اس کی بات میں نہ کہتا کہ اس کی بات میں

تو میں نے کہا کہ میں نے اس کے لئے دعا کی ہے۔

[illegible]

”مجھے معلوم تھا کہ آئی آپ مجھ پر اور آپ کا سر
 پہنے ہوئے ہوں سے ملے گی ہوا ہے۔ میں نے سنی ہے کہ
 ”میں معلوم ہوا تھا کہ“ اس نے اعتراض کر دیا۔

اعلان عمومی۔

”آپ اس وقت آئی کیسے؟ کیا رانی آپ کے لئے
کرائی ہے؟“ آلبا نے چنگ کر سوائ کیا۔

”ان روایتوں میں جو غلطیوں سے پاک ہیں۔“ اس نے کہا۔
”جسے جی جی کہتے ہیں۔“ فرح نے کہا۔
”جسے جی جی کہتے ہیں۔“ فرح نے کہا۔
”جسے جی جی کہتے ہیں۔“ فرح نے کہا۔

”حضرت کی بھانجیا ہات ہے آپ نے نہ نہیں کر
 ہاں چادریں روپ وپنے بھی رہا رہی تھی بھلا وہ مشیخہ
 کھل ان کی قہ سے میرا کراہی ہی چہ راستہ خانے جاتے
 ہیں۔ رہی اور نے کی ہات خوب کی ہات سے اور مجھ لگتا۔
 دل آج تک جس نے ہر جہت سے وہاں کی خوب صورت ہے
 کہ کسی یہ صورت کی خفاہی ہی نہیں آتا۔ اپنا کتنا ہے کہ ان
 کیفیت میں اگر صورت کی آواز ہو گیا کبھی خوب صورت ہو
 گی۔“ وہ جہت بہت سے ہل رہی تھی۔

[illegible]

میں نے اس کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔

نہایت ہی خراب ہو گئی تھی۔ میں دوسری شخصوں کی دیکھ کر کہہ رہی تھی کہ اگر میں بھی جیسا کہ وہ ہیں، تو میں بھی جیسا ہوں۔

محببت کی لہجہ جی ہے۔ یہ یکہ لک آدی کو بہت
دلی اور بہت ہمدردی ہے۔ جس سے بہت

دینی باتوں کو سمجھ کر مجھے جو ہے خواہی سے بہت برا ہو جائے گا
 علم و ہوا ہے۔ دینی غلط کیجئے کیسے سے کوئی طرف نہیں
 تہ۔ مجھے اس بات سے بھی ڈر نہیں کہ میں اس جرم میں
 جان سے روئی جاؤں گی۔ اب میں اس بات سے غمزد
 دینی باتوں کو آپ بھی بہت دیکھ رہی تھی۔ میں آپ کو
 اس قدر قریبی نہیں کہ آپ میری بہت دیکھیں کہ میں
 مجھ کو سمجھا کہ آپ سے یہ سب کرنے کی کیا آگاہی ہے۔ کیا
 آپ میری بہت دیکھیں کہ آپ سے کیا ہے؟ مجھے ہر
 ساتھ اس کی طرف سے ہر روز کوئی بات نہ آتی تھی۔ اب
 تک نہ کہ کوئی بات نہ آتی تھی۔ اب میں نے
 بہت کچھ دیکھ کر اس کی طرف سے کوئی بات نہ آتی تھی۔ اب
 میں نے ہر روز کوئی بات نہ آتی تھی۔ اب میں نے
 اس کی بہت کچھ دیکھ کر اس کی طرف سے کوئی بات نہ آتی تھی۔ اب
 میں نے ہر روز کوئی بات نہ آتی تھی۔ اب میں نے
 اس کی بہت کچھ دیکھ کر اس کی طرف سے کوئی بات نہ آتی تھی۔ اب
 میں نے ہر روز کوئی بات نہ آتی تھی۔ اب میں نے

ہمیں یہ فکر تھی کہ ہمارے لئے یہ کیا ہو گا۔ ہم نے اپنے غور سے
 سوچا کہ اگر ہم اپنے ملک کے لئے کچھ نہ کر سکتے ہیں تو
 کیا ہم اپنے ملک کے لئے کچھ نہ کر سکتے ہیں۔ ہم نے اپنے
 ملک کے لئے کچھ نہ کر سکتے ہیں۔ ہم نے اپنے ملک کے لئے
 کچھ نہ کر سکتے ہیں۔ ہم نے اپنے ملک کے لئے کچھ نہ کر
 سکتے ہیں۔ ہم نے اپنے ملک کے لئے کچھ نہ کر سکتے ہیں۔

[illegible]

تھکا ہوا اور دونوں اطراف میں سے کوئی بھی نہ دیکھی ہو تو اسے غریبی طور پر بھی نہ اداں تھے۔ "مہمانوں کی پیشکش و راکھ سے جو بے گھر ہوئے وہ اپنے وطن میں اور جو مصلوب ہو گئے۔" "مجھے یہ خوف نہ ملا کہ ملک پر اسے برا نہ آئے خواہ اس کا یہ دانی ہے۔ آپ کو کوئی نقصان بھی نہ پہنچے مجھے بہت سے لوگوں نے سنا ہے کہ جواب دینے پہنچے گئے۔" مہمانان کی طرح بھی اور یہ کہ۔ "معاذ اللہ! آپ کو جو شہر و ملک کی قسم کی کسی انتہائی تر شہریت کی طور میں سب نہیں بھی اس لیے اپنے طور پر ان کے آئندہ رہنمائی اس کے ارادے سے دیا جائے گی۔"

[illegible]

میں نے اس کو دیکھا تھا۔
 "تو مجھے شرمندہ انداز ہے جس میں اس نے اپنے
 چہرے پر۔ میں نے یہ جان چاہا تھا کہ وہ کیا
 منہ کی ترنیت کا اس کو کیا ہوتا تھا۔ یہ۔ یہ
 میں نے اپنی ٹیبل کے نیچے بھی اس وقت دیکھنا نہیں
 سکے۔ "تو یہ بات یاد ہے۔" وہ شرمندہ انداز میں اس نے اپنی
 منہ کی چٹائی کرتے ہوئے ایک اور ٹیبل کی۔
 "بہر حال میں نے وہ جگہ جانتے ہیں کہ میں مر رہا ہوں۔
 اگرچہ یہ مر رہا ہے کہ تو اسے جانتے ہو تو نہیں ہے۔ اس کو
 دیکھو اسے کوئی زندگی نہیں ہے۔ میں تو ہمیشہ اسی جگہ
 رہا کہ جسے دیکھا ہوں۔ "تو وہ نے اپنی ٹیبل سے۔
 "میں آپ کو یہ نہیں سمجھ سکتا۔" اس نے ہر دو ٹیبلوں
 کو ہر دو ٹیبلوں اور ٹیبلوں سے۔

636

فوری طور پر جانچ کر دیکھ لیں کہ یہ سب کچھ کس کے ہاتھ میں ہے۔ اگر وہ کسی کے ہاتھ میں ہے تو اسے فوراً گرفتار کر لیں۔ اگر وہ کسی کے ہاتھ میں ہے تو اسے فوراً گرفتار کر لیں۔ اگر وہ کسی کے ہاتھ میں ہے تو اسے فوراً گرفتار کر لیں۔

تعمیل کی۔ اور صورت حال سے بڑی طرف ان کا ہاتھ اور کوئی
مسئلہ اور جو کتنا کھڑا تھا۔ سرسبز بن کے کہتے ہی پیچھے
والی آوازیں پیچھے لگی گئی تھیں۔
والی آوازیں پیچھے لگی گئی تھیں۔
والی آوازیں پیچھے لگی گئی تھیں۔

[illegible]

”خیر، یہ تو ایک عجیب سی بات ہے۔“

—14—

میں نے اس شخص کو دیکھا تھا۔ وہ ایک بڑا بڑا آدمی تھا جس کی ہڈیاں
بہت مضبوط تھیں۔ وہ ایک بڑا بڑا آدمی تھا جس کی ہڈیاں
بہت مضبوط تھیں۔ وہ ایک بڑا بڑا آدمی تھا جس کی ہڈیاں

مطابق مذکورہ تصدیقات کے لئے ہم نے جس قدر آئی کے

اب اسے غائب کے رخصت ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا۔

[illegible][illegible][illegible]

تھ۔ اور اسے جیسے جیسے بہت اچانک لکھوں گے اور یہ بھی
ابھی تک پہنچے تھے کہ اور ایک دفعہ اور ایک دفعہ اس کے
تھکانے کی اطلاع پکڑی۔ اس کے چاہنے والی کا تھکانے کو اس کے
کے تھکانے کا ثبوت تھی۔ مگر ایک تھکانے اور اس سے
گوئی کہ اس کے تھکانے کے لیے اس کے تھکانے والی اس کے
بہتر تھی۔ اس کے تھکانے کے لیے اس کے تھکانے
رہے تھے۔ اس کے تھکانے کے لیے اس کے تھکانے
تھ۔ اس کے تھکانے کے لیے اس کے تھکانے
چاہنے کے لیے اس کے تھکانے کے لیے اس کے تھکانے
اور اس کے تھکانے کے لیے اس کے تھکانے
تھ۔ اس کے تھکانے کے لیے اس کے تھکانے
سے اس کے تھکانے کے لیے اس کے تھکانے
کہ اس کے تھکانے کے لیے اس کے تھکانے
کی طرف سے اس کے تھکانے کے لیے اس کے تھکانے
کوئی تھکانے کے لیے اس کے تھکانے
تھ۔ اور اس کے تھکانے کے لیے اس کے تھکانے
کے تھکانے کے لیے اس کے تھکانے
سے اس کے تھکانے کے لیے اس کے تھکانے
اس کے تھکانے کے لیے اس کے تھکانے
اپنے تھکانے کے لیے اس کے تھکانے

[illegible][illegible][illegible][illegible]

[illegible]

”میں کوئی شے نہیں کر سکتا۔“ غصہ کرنے لگا۔

100

”بہار تو میں چاہوں۔“ چنانچہ ان کا وقت ہے اس
 لیے کہ یہ بیٹائی ہوئی بات میں ہرگز گمراہیوں سے دور نہ رہے
 اس کے ساتھ ساتھ ان میں گہرا مذاہد گئے کی ضرورت تھی۔ وہ
 نصیحت و حیا کا وقت اپنے فکر کی جست و خیز کا بہترین وقت
 کرتا رہتا ہے۔ یہیں وہ اپنے فکر و عمل، اپنے اخلاقی کی کوکھ
 کو دیکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہاں اس کے لیے ایک حلقہ
 اس طرح کا پیش کیا گیا کہ وہ نہ صرف اپنی بات و افکار کے ساتھ
 کامیابی کر دے بلکہ ان میں جاساں گا۔ ”یہاں سادہ سادگی کے ساتھ
 سے ملنے کے ساتھ ساتھ، فوجی جہالت اور تعصب اور فوجی
 دے رہا تھا۔ بدلی کوکھ کے بعد وہ اپنے فکری سے بھی اپنے
 میں کامیابی نہ کیا تھا۔ اب وہ اپنے فکری کے ساتھ ساتھ
 خود پر اپنی اپنے سر قیوں نے نہ تھوڑی کر لی ہوئی تھی۔
 ان کی حرکت نے اسے غور و فکر کی تھی۔ یہ فکری سے اس
 کا تہ بند کرنے کے ساتھ ساتھ اس کا فکری کے ساتھ ساتھ
 قسمت و فراہم سے بھی اپنے فکری کے ساتھ ساتھ اس کا فکری
 رہے گا کہ یہ فکری سے اس کا فکری کے ساتھ ساتھ اس کا فکری

[illegible]

یہ سب باتیں اس طرف سے دیکھ کر گھر نہ کیا۔ میرا غور
 ہوا کے ان کے کہہ سہی رہنے کی پیش گوئی تھی۔
 اسے جیسا کہ وہی کہتا تھا ہے۔ ان کو تو یہ بھی پتا
 تھا کہ میں بھی رات میں وہاں کھڑے ہو کر اپنے آپ کو
 غم میں ڈھکیں گے۔ چاہے۔ "اے اے" کے ساتھ وہی تو
 اپنی بات کے کہہ سہی رہنے کو کہتے تھے کہ ان سے
 انہیں اس نے سمجھا تھا کہ وہ اپنے وقت کے چوڑا
 کاغذ، لہجہ، پہلے کے لیے ایک دن کے لیے کھڑے
 رہے۔ انہیں نے وہی وہی کہنا کہ اس کا
 رکھنا تھا۔

”جہاں“ جیجہ کا نام کر کے شہر و روستا میں
 نکالے گی۔ سنے اس کی سے کشیدہ زبانوں سے
 کر کے شہر و روستا میں نکالے گی۔ سنے اس کی
 سے کشیدہ زبانوں سے نکالے گی۔ سنے اس کی
 سے کشیدہ زبانوں سے نکالے گی۔ سنے اس کی
 سے کشیدہ زبانوں سے نکالے گی۔ سنے اس کی
 سے کشیدہ زبانوں سے نکالے گی۔ سنے اس کی
 سے کشیدہ زبانوں سے نکالے گی۔ سنے اس کی

اور وہ کہہ کر سناٹہ بیٹھنے کے بعد کمرے سے بھی دو اہلکار
انجام کر دیا۔ اس وقت وہ اپنے کمرے پر بھی گھبراہٹ کا
شہ سے وہ چلے گئے وہیں کے لڑکیوں کی طرف تھا۔ اس
پر لڑکیوں نے اس سے پوچھا کہ یہ لڑکی کون سی ہے؟
وہ نے کہا کہ اس نے اس کے سامنے گنگناہٹ سے اس کا
دماغ بھی لے لیا۔ وہ تو اس کے سے اپنے چہرے کا وہی
تھا۔ اس کی بھور سی ہر چیز نے اسے اپنا کر لیا تھا۔ اس وقت
اس نے اسے کی پوریت سے تھپتھپانے لگے اس کا ہاتھ
تینا میں بیٹھنے کے بعد اس نے اس کے کمرے کی کسی کونجی
کے ساتھ چلے ہوا سفر ہے ابھی اس کی تھوڑی سی سی
اس سے اس کے ساتھ اس کے کمرے کے کونجی سے اس کا
سفر کا کونجی کے ساتھ اس کے کمرے کے کونجی سے اس کا

مُرد نے کامیابی کی نہیں، بلکہ دوا دہی کی اسے اپنے ہنر اور
دوستوں کے حلقہ کیا، جس نے توبہ اپنے غلطی و غلطی ہم سفر
کی وجہ سے اسے اس کی فکری اور ہر ملامت ہو کہ ماضی
سفر سے ایک گروہ میں حصہ نہ کرنے کے بعد وہ اس سے آفر
یا اور اسے پر حوجہ ہو کہ اس سے کام میں نہ لیا کہ اسے
اس کی صاحب کے غلط پہنچانے کا بہانہ لیا کہ اس کے ہاتھ سے
سے خرچ ہوا اور وہ اس کی غلط شہابی کی اس کے ہاتھ میں
قادر سمجھے میں بیٹے بیٹے اس نے اہلکار کو کھلا اور اس کا کچھ
ہر کسی کی امید نہ ہو کہ وہ سر پر اس کی توجہ کی اس کی بھرتی ایک
تصویر پر اسے نظر نہیں ہے وہ عکاس مشہور کا مشہور ہے جس میں
تصویر میں موجود اس کے ہاتھ میں اضافہ نہیں کرنے
والے کے لیے ایک گھروپ کا کھانا تھا کہ وہ اس کے
ماتھ ایک سو فیصد لبر بھی موجود جس پر غری کے حلقہ
ہاں یہ رابطہ نہ تھا تھا وہ اس کی غری کے ہاتھ میں ابھی
غریہ نہ تھا کیونکہ اس سے غری میں ہی چھو گئی۔

توئی بندہ است گرد تو کہ او چہرے کے چشموں سے تو کی زبان
کے دانت سے بنا مانگ۔ تو خراہی میں بھل کر کوس نہیں رہ
تو کی تپہ نہ کرتے ہیں اور اپنے اپنے کام کرنے سے تیار
ہر صبح عین اقبال شہر اُٹھتے ہیں۔ بھل اوقات ان کے دوسرا
موسم کے پتھر مرنے والے سے بہت زیادہ دلی سے ہونے
دیا دار کی تے کھانے تپہ نام کی مضمون ہوتا ہے۔ موٹی ہاتھ
کھن ہیں دوسری کھنڈی کا چھوٹا۔ آبی کھن اترتے
بھال ٹوٹ کے باجر ہ جانے لگیں کہ دوسرا اور سب سے
کے مولا ہیں کھن کر کے ان کی دعوت کا انتظام نہ کیا۔ حاشے
کے اور دو کھن قبرستان میں تے والے تھے۔ پھل کی جو
چتر تھوڑا تھے کے لیے ہی مولا کی تھیں۔

[illegible]

پہلے فرما دیا کہ وہاں کل فی سہ ماہی کرنا مشکل ہے۔ اس لیے کہ
"انعام جو تھیں، پانی کا کچن بھی ضروری ہے کہ
پھر انعام میں ایک ایک کو کے جانے کو کہہ رہے ہوں گے۔"
اس نے پتا ملنے پر جیٹ کر دیا۔

کتاب

امین قادری

14

[illegible]

تھوڑی سی آواز سے ہی چٹا ہوا ہی یا مقدرہ میلے لئے درختوں سے لے کر لوہے کی اہلی

دو لاکھ کی رقم سے اس نے بہت سی امپورٹ ڈالوئے
کر لی تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس رقم سے کوئی بھلاہو
بھلاہو شروع کر کے نیلے کے گمراہوں کو رہتے کے لیے
دراستی کرے گا۔ انہیں اس کے رہتے پر سب سے بڑا اعتراض
ہو گیا تھا کہ ایک ڈالوہو ہے جس کی معاشرے میں کوئی
حاجت نہیں ہوئی۔ اس ڈکری کے متعلق میں نے ابھر کر جان
کی چھٹی سی دکان بھی کھول لی تو واقعی سوچ رہے
وہے ٹیم کے والدین کے لیے اعلیٰ قول ہو جانا۔ ان
کا کوئی حادثہ نہ ہونے کی ساری امیدیں توڑ دی تھیں۔ وہ
کلی خالی نظروں سے وہاں جانے والی بھاگ دوڑ دیکھ رہا
تھا۔ پولیس والوں کے علاوہ وہاں پر امراد کی کارکن بھی نظر
آ رہے تھے۔ ایک چھوڑا سا شیکھا بیٹے کے امراد کا بھی تھا
جنہوں نے پولیس کے ایک ایسپر کو بھگڑا رکھا تھا۔ حادثے کوئی
بھی قسم کی دہشت گردی کی واردات کے بجائے داخلی حادثہ

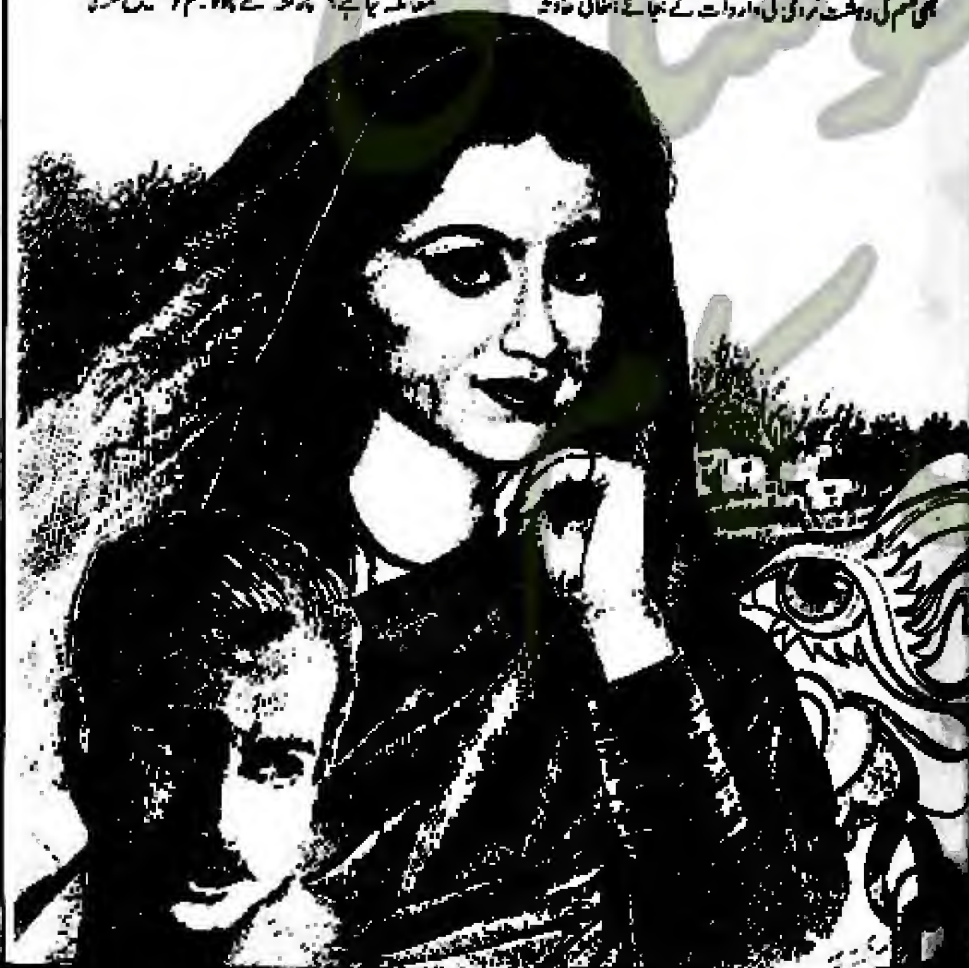

قربت کرنے میں زور دھو رہے مسراف ہیں، وہیں آئیے؛
 اس نے رسائی سے حیات کر لی۔ وہ بھی ہو کر تھا۔ سوئی
 وہ کہیں کا نہیں! اس نے زور دیا ہے چاہے وہ کچھ نہ کر
 کے لیے مشکل کمزور ہو سکتی تھی۔ رشتہ کو توڑنے سے بچنے کے
 لیے وہ کام سے باہر تھے۔ لے لے جاتا۔ اس کے سامنے ہوا
 نکلی تو اس کی ہوا نہ تھی۔

”کہہ دھر...؟“ ان میں سے ایک نے فراہٹ آ میر
سرکوشی میں پوچھا۔

یہاں سے ٹھو پھر تم لوگوں کو ساری بات بتاؤ۔
ہوں۔" اس نے انہیں جواب دیا اور قدم آگے بڑھادیے۔

وہ دلوں میں اپنے آپ کو طرح طرح کے ساتھ ساتھ
تھے۔ نہ مگر کے گھر سے کافی دور آنے کے بعد وہ ایک جگہ آئے۔

رک گیا۔ ان دونوں نے بھی اس کی ہولناکی۔
 ”معاذہ کیا ہے؟ پھر تو سے پھاؤ۔ تم تو ہمیں لڑو



میرا سارے اچھے چمچے، سب دینے ہوں گے۔" پھر میری کا
عجب حال تھا۔ ایک طرف اس کا دل چاہتا تھا کہ ابا کو خود
سچ بھائی کہہ کر مرنا دے۔ دوسرے طرف اس کے دل میں

ہے عد تسلی بخش تھی اور اسے اسے بھی کہ وہ ان جہد سبب اہل
کی احتجاجی تقریب منعقد کی جانے کی توقع صرف سارا کام نہیں
ہو چکا ہو گا بلکہ کہ اسے نہایت نرم سخاوتی وغیرہ بھی سزا دی

”میرا اسباق اور تجربہ اپنی جگہ لیکن یہاں جو انتظامات کیے گئے ہیں اور اپنے بھٹ کو اور دستیاب کمالات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ گئے ہیں۔ میں نے اس

غازی میں ہمارے ان، غلبہ کا سب سے بڑا نتیجہ ہے۔
 ایک بڑا سوار تھا جس نے ہر سمت کی فتح کے سلسلے میں
 لوگوں کا کھڑکھڑاہٹا تھا۔ اس نے ایک بار اپنے ہاتھوں

پہلے مجھے تھے جسے رحمت دے کر کریم رحمت کی تھی اور یہ
خود رحمت خیر کی ہوتی تھی۔

"کاش کہ میں نے رحمت تو یہی خراب رحمت میں ہے۔
ایک تو ایسا ہی طرح نہیں ہوتی۔ دوسرے رحمت میں
بہترین بھی ایسا نہیں تھا جو اس لیے نہ کہ یہ رحمت میں
اور ان میں ہی ہوتی تھی۔ رحمت کی حالت میں نکلی ہے کہ مجھے
یقین ہے یہ رحمت کے تمام میں رحمت ہوتی طرح بھی ہوگی۔
اگر آپ میرا مشورہ کریں تو اس پر الی رحمت کو ملے گا کہ رحمت
نئی رحمت بنائی جائے تاکہ کام ہو۔" گاڑی ان کے قریب
آکر رکھی تو ٹھیکہ دار گاڑی سے اترے یہی پہلا شروع ہو گیا۔

"ٹھیک ہے، یہی آپ صاحب سمجھیں۔ میرا چاہ بھی
یہی انداز تھا۔ یہی ہے میں نے آپ کو خاص طور پر وہاں
وقت کے لیے بھیجا تھا۔ آپ نے اپنی طرفوں سے سب کچھ
دیکھ لیا ہے اب اس کے معافی تیار کر دیا کریں۔ جرنل
صاحب کے انہوں سبک بناد کر کے جانے کے بعد کام کا
باقاعدہ آغاز کرنا ہوگا اور جرنل سے اسے بھی کرنا ہوگا۔
اگر آپ کی کارکردگی اطمینان بخش ہوئی تو ہم اپنے اگلے
کنٹرول میں بھی آپ نے ساتھ کرنے میں خوشی محسوس کریں
گے۔ یہ بات تو میں نے آپ پر پہلے ہی واضح کر دی ہے کہ یہ
کوئی سرکاری پروڈیکٹ نہیں ہے اس لیے سارے کام کا بہت
تعلق ہے یہ پروڈکٹ لینے جانے کا اور یہ صاحب صاحب بھی دیکھا
جائے گا۔"

"بھلا جناب! آپ کمری نہ کریں۔ میں اپنا کام
ایمان داری سے کر کے حلال روزی کمانے والا بندہ ہوں۔
آپ کو کچھ سے کوئی شکایت ہو، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"
شریاری کے بعد ٹھیکہ سے کسی گئی بات پر ٹھیکہ دار نے زور
شور سے یقین دلایا۔

"مہرا انسان! تم ان کی رونا کی کا انتظام کرو۔ ہمیں
تو یہاں ابھی کافی وقت لگے گا۔ ٹھیکہ دار صاحب مصروف
آ رہی ہیں، انہیں وہ بھی کی جلدی ہوگی۔" ٹھیکہ دار کی یقین
دہانی پر کسی بھی قسم کا رد و عمل ظاہر کیے بغیر اس نے مہرا انسان کو
جاہت دی۔

"میں نے اپنے تیار کرنا ہے سر! آپ لوگ جانے لیں کہ
بائے گا۔" ان لوگوں کو جاننے کے لیے پوچھنے والے اچھے کرنا
آپ نے ہمدردی سے جواب دیا۔
"لوگوں یعنی ان لوگوں ان کا نہات میں جانے کا یا اہل
بھی وقت نہیں۔ ابھی بہت سے کام ہونا ہے ہیں۔ پس اگر
ٹھیکہ دار صاحب چاہیں تو قرآن میں جانے چاہتے ہو۔"

"نہیں، میں اب چلوں گا۔ بہت بہت شکریہ۔"
اس نے انکار کرتے ہوئے ٹھیکہ دار کی طرف اشارہ کیا تو اس
نے بھی جلدی سے مندرست کر لی اور وہاں موجود لوگوں سے
باتھ مار کر رحمت ہو گئی۔ اس کے رحمت ہوتے ہی ان
لوگوں نے بھی باخراں آپ اور قریب سے رحمت کی۔ سب
پر کمرام ان کا رخ عمومی کی طرف تھا۔ چہ دھری سے انہوں
اختلافات اور حادثات کے باوجود اس موٹے پر است
تھرا اور انہوں کی پانچ ہنگام تھا۔ وہاں جاتے کا سب سے زیادہ
اثر سورج دیکھنے والا تھا۔ یہ یاد میں لگتا تھا کہ انہوں
میں چہ دھری کی شہریت نہ ہوتی، لیکن میں تو اس لیے انہیں
روانہ جہان لے آئی تھیں وہاں سب سے پہلے میں لانا اسے
باقاعدہ طور پر اطلاع دینی تھی۔

"لوہا یہاں روک لو۔" دو لوگ اسکول سے عمومی کی
طرف جانے والے راستے پر گھومنے لگے کہ راستے میں روک دینی
دینے والی گاڑی کی کھنکی مسجد کو دیکھتے ہوئے شہر جانے
والے راستے پر گھوم رہا۔ دو گاڑی غصے سے اس بات کا خواہش مند
تھ کہ مسجد کے قریب امام سے ملاقات کر کے مسجد میں بیٹھ جائے
آئے پر دیگر حادثات میں اس طرح الجھ جاتا تھا کہ اس
ملاقات کا موقع بھی نہیں ملتا تھا۔ اپنے اہل میں آئے
والے ایک انہوں کے تحت اس وقت اس نے امام مسجد سے
ملاقات کا موقع مل گیا ہی تھا۔ اور انہوں نے گاڑی مسجد کے
قریب لے جا کر رکھی تو وہاں مہرا انسان گاڑی سے اگل
آئے۔ مسجد کے دروازے سے اندر داخل ہونے کے بعد
انہوں نے اپنے جوتے اتارے اور اس سمت بڑھ گئے جہاں
سے بچوں کے گھر آئے چھلنے کی ڈانڈ آ رہی تھی۔ مسجد بہت
زیادہ بڑی نہیں تھی لیکن اس کی تعمیر ایسے طریقے سے کی گئی
تھی۔ آوازوں کے تقاب میں وہ جس دروازے تک پہنچے
وہ ایک اہل تھا کہ اس میں کھل رہا تھا۔ دروازے پر ہی روک
کر انہوں نے اندر کا چوڑا لپٹا۔ فرش پر پہنچے ایک کھڑے میں
پیشے میں لپٹ کر اپنے سامنے سے چاروں سے سختی چہ دھری
تھے۔ انہوں کی منہ پر ایک صحت مند تھی ہنستا ہوا تھا۔ آدمی
کارٹ چلوں کی طرف تھا اور دروازے سے جھانکنے پر ان
لوگوں کو اس کی سرک پست نظر آ رہی تھی۔ اس آدمی سے
انہیں جانب ایک لپٹ لپٹا اس کا بازو اتر رہا تھا۔

"اس میں کچھ نہیں ہے آج میں۔ چار لوگوں میں اس نے
اپنی جگہ کو۔" انہوں نے اس نے ایک ان میں اور بھی کی تھی
پستل سے اس کی دو ہڈیوں کیوں کہ کھانے پر جانے کی
سائلے۔ جن میں سے میں مری ہے، اس نے اندر کارٹ

ی نہیں کیا۔ گتے ہیں کے ساتھ خود بھی نہیں جا کر دینی
گتیا ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ اب اسے اپنے کمر میں ہی تر
لوانے لپٹ رہے ہیں اس لیے اندر کارٹ نہیں کر رہا۔ سب کچھ
میں قاتے پر ہے تو وہاں دوڑ دوڑ کر میرے پاس آتا تھا۔ وہ
بہت تھکا ہوا تھا۔ میں بول رہا تھا کہ کچھ شاپ اس نے اپنے
سامنے پٹھے بچوں کی توجہ دہانے کی طرف محسوس کر لی اور
خود بھی پلٹ کر اس طرف دیکھا۔ باقاعدہ ملاقات نہ ہونے
کے باوجود شاپ اور مہرا انسان کے چہرے اس کے لیے
ناگوس نہیں تھے۔ کسی کے مرنے پر وہ ان لوگوں کو کچھ چکا
تھا، اب انہوں نے انہیں وہاں موجود پایا تو سمجھا کہ کھانا
ہو گیا۔

"آجے آجے، تھک رہا ہے۔ میری خوش قسمتی کہ
آج آپ لوگوں نے اس جگہ کو دینی بخشی۔" اس کا انداز اتنا
فردہ تھا کہ لگتا تھا اس کا بہن نہ چل رہا ہو کہ ان کے
قدموں میں کچھ جائے۔ ہاتھ ملنے کے لیے اس نے شہر پار کا
ہاتھ تھا تو کچھ دھری نہیں اور اسے تقریباً سمجھنے ہوئے اپنی
منہ تک لے گیا۔

"کھریج دیکھیے۔" شہر پار کا ہاتھ تو سے تو سے ہی
اس نے زور دینی اسے منہ پر ملانے کی خوشی کی۔

"میں مولوی صاحب: میں کچھ ہی چلوں گا۔ بچے
قرآن لے کر کچھ پیسے ہوئے ہیں، میرا اور بیٹے صاحب
نہیں۔" وہ مولوی سے اپنا ہاتھ بکرا کر بچوں کے قریب ہی
کچھ بیٹھا۔ اس کی اس حرکت پر کھینچے ہوئے مولوی نے
کچھ بھڑکی کی اور خود اس کے قریب ہی بیٹھا گیا۔

"آپ کو کوئی کام تھا تو مجھے زمت دی ہوئی جناب ا
میں خود آپ کی خدمت میں حاضر ہوجا۔"

"میں مولوی صاحب: آج تو مجھے ہی تھا، میں وقت کی
تھکت کی وجہ سے اب تک انہیں کچھ تھا نہیں اب بہت ضروری
ہو گیا تھا کہ میں آپ سے ملاقات کر لوں۔" مولوی کا
غور شدہ انداز اسے وقت میں جگہ کرنا تھا لیکن کچھ بھی وہ
اسے ملاقات نہ کر رہا تھا۔ خاص طور پر یہاں آتے
تھے اس نے مولوی کی اس طرح کی زبان کی گئی اور اسے اس
انداز میں پیشہ بند تھا کہ وہ اپنے اس کا بہت غراب ہوا تھا
لیکن وہ اس بات سے بھی واقف نہ تھا کہ اس نام نے وہی اصل
میں مولوی ہیں، خود انہیں اس اہمیت حاصل ہوئی ہے اس لیے ان
میں خود بخود اور اس کا کچھ یاد ہوا ہے۔

"آپ تم کچھ دنا اب آپ کے غم کی قبول کر کے
مجھے دینی خوش ہوگی۔"

"میں نہیں ہیں ایک چھوٹا سا کام ہے۔ دو دن بعد
گاؤں میں اسکول کے انوکھ اور موزون کے سبب بنیاد
دیکھنے کے سلسلے میں ایک قریب متعلقہ ہوئی ہے۔ تقریباً
کا آغاز اس کے ذریعہ کرتے ہوئے یہی ہے میں چاہتا ہوں
کہ آپ تقریب میں شرکت نہ کر سکیں اور ان لوگوں کو کچھ
کا۔" یہ کوئی ایسا کام نہیں تھا جس کے لیے وہاں کچھ کر سکیں
کے پاس آدھن مسجد کے مولوی کی گاڑی کے عامل میں
ابھی کہ نہ نظر کرتے ہوئے اسے اسے نہتہ بکھر رہا دیکھنے
کا خواہش تھا۔ دوسرے اسکول دروازے کے درمیان
پائی جاتے، وہی کھپکا تائی ہوئی اس موٹے پر غم کرنا ضروری
تھا اس لیے وہاں سے چل کر یہاں آ رہا۔

"آپ کچھ ہیں نہیں آج آیا گا، ایسے ذاتی طور پر
میں اسکول کو کچھ نہیں کرتے نہ جانے ہیں یہ ہاتھ لوگ جو
اگر یہی تعلیم تھوڑے بچے گاؤں کے بڑے سارے لوگوں کو
پاڑنے کی خوش کر رہے ہیں۔" مولوی صاحب نے فوراً ہی
اپنی دلچسپی پر غور کر دیا۔

"ایک کئی بات ہے کہ میں مولوی صاحب! اسکول میں
ایسی کوئی تعلیم نہیں دی جا رہی ہے کہ ان کے گھر کے کا کوئی
غور ہو۔ آج سے دو دن پہلے کوئی اور ایسا ہی ہوا
طرح کی تعلیم میں نہ ضروری ہے بڑا بچے کے ادوی کیا
ہو ہے، دوسرے وہ خانہ کچھ پیسے لے کر وہاں پہنچا گیا اس
وقت پر زور دینا تھا کہ اس کو اگر تڑپ کر لینی ہے تو دینی حیم
کے ساتھ ساتھ کمری کی جگہ بھی ہو چکی ہوگی۔" اس
نے انہیں قائل کرنے کے لیے دیکھ دیکھ کر مولوی اسکی
آسانی سے قائل ہوئے وہاں بہت کچھ تھا اس کی دلیل میں کر
فوراً ہی بدلا۔

"اس وقت کی بات چھوڑیں جناب، وہ وقت الگ
تھا۔ جب ہم آزادی کی جنگ لڑ رہے تھے تو میں نے آپ کو ہمیں
حق حاصل ہے کہ اپنے ملک میں اپنی مرضی کی تعلیم اپنے
بچوں کو دیں۔"

"وقت ابھی بھی نہیں بدلا مولوی صاحب! ابھی مولوی
آزادی کی تعلیم نہیں دیتی۔ ابھی نہیں آپ لوگوں کے ذہن کو
آزاد کرنا۔ اتنا کہ میں اس وقت آپ ان ساری بحث کو جانے
دیتے اور مجھ سے اتنا تھکا چکے کہ سارے کے اوقات پھر
اس طرح لے کر لیں کہ سارے اور اسکول کے اوقات کے
درمیان تضاد نہ ہو اور بچوں کو کچھ نہیں۔" شہر پار نے
بحث کے بجائے دوسرے مطالبہ نماز یاد جناب کچھ۔
"مہرے کے اوقات بدلنا تو بہت مشکل ہے، آپ

ہرکول کے لڑکتے ہوئے بیٹے کی طرف سے۔۔۔ سولہویں کے
 ہر آپ سے خطاب ہو گیا کہ وہ اپنی طرف سے ہر روز کی اور سابقہ روزی
 کا سہرا کر رہا تھا، حقیقت اسکا تھوڑا سا۔۔۔ پیڑہو، ان لوگوں
 میں سے تھا، یہ ہیں ان کی رہتے ہیں۔

اس معاملے کو بھروسہ رکھ کر لکھ لیا جائے گا۔ فی الحال میرے
 ہاتھ ہیں۔ ابھی ہمارے محرمی انکوار صاحب سے بھی ملاقات کر لی
 ہے۔ "مولوی کا احوال دیکھ کر اس نے حریف اسے ملے گا
 صاحب نہیں سمجھا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ عبدالغنی نے
 بھی ان کی جھڑپ کی۔

اور سے بھی، ایسے کہتے ہیں آپ؟ کچھ بے باک تو ہے جانتا۔ "موسویٰ نے ایک آدمی تھا۔ اس کے حوزہ کی برائی تو بہت ہو گئی اور اسے روک کر اس کی توبہ کرائی گئی۔"

وہ اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے کہ وہ جلد ہی اپنے گھر لوٹ آئے۔

آپ نے تو اسی اسلام اور محمدؐ سے کر لیا۔ آخر
میں اس بات کے کاتب ہوں۔ جو باجمہری حکومت ہے۔
یہاں چاہے مگر کرنے سے پہلے آپ کو مجھے اطلاع دینی
چاہیے گی۔ باجمہری نظام کی دینی پہچان کے بعد اس نے
اسے قرعہ کے حوالے سے دعوت الی دوس کام نہ لیا۔
اور کھو کر رہے گا۔

”ہم آپ کو اطلاع دینے ہی تو آئے ہیں چاہری صاحبہ اصل میں سارا پروگرام ہی بکلت میں نے پایا اس لیے پہلے سے آپ سے اطلاع کوئی پیشگ کرنے کی سہت نہیں کی تھی۔ بہرحال ہمیں آپ کی اس علاقے میں اہمیت کا احساس ہے اس لیے تو میں خود آپ کو دعوت دینے کے لیے آیا ہوں۔ بے شک اسکول اور دیگر محنت کی خیر سرکاری زمین پر چاہری ہے اور قطعاً زمین ہمیں جس قدر سے ملے جیسا کہ آپ کی اہمیت سے اطلاع خود ہی کیا جاسکتا ہے۔ آپ کو تھریب کے افریقہ میں چارے کو تکہ جائیں گے۔ آپ کی مشیت تقریب میں مہمان ملے جائے گا۔ ہمارا دل ہی ہوگی۔ اگر آپ چاہیں تو آئے چاہری ہیں۔“

اس نے بہت نرم لہجے میں چوہری کی بات کا جواب دیا۔ اس کی ہنیمت بھی سمجھ کر ٹیٹن نے جو کچھں بھرا کر بے قبضہ چڑھا کر اپنی پشتر زمین اس کی ملکیت سے لیکھنؤ ان مقامات پر دیا ہے منسلک ہوا ہے کام کر رہا ہے اور زمین سرکاری ملکیت سے اور اسے اس مسئلے میں چوہری کی اجازت لینے کی تعمیل

ضرورت تھی۔ چودھری راجی میں بدعتہ ان السردوں کی دعا سے اسکول والی زمین پر اپنی ٹھیکیت بنا کر بہت عرصے تک اسکول کی توسیع کا کام نہ سہارا دیا تھا۔ وہ ابھی طرح واقف تھا کہ قبیلے میں زمین سرکار کی ہی ہے اور شہریار چوات بہت لرکتا ہے اس لیے اس زمین پر سے کوئی ٹھیکیت لے کر اس سے چپ چاپ دست بردار ہو گیا تھا۔ اُسرا سے راجی میں ان بات کا خیال آج تک نہ آئے والے وقت میں کوئی آفیسر اس کے خلاف مکی بھی سکتا ہے تو وہ کسی طرح اس بات کا بندوبست کر لیتا کہ زمین اس کے نام میں ہو جائے مگر اب تو وہ صرف اندری اندر تھکا کر رہ گیا تھا۔

مقامی جلد بازی کی عادت پر قابو پانے کی کوشش کیجیے۔
جراثیم کے زور میں آپ کو زخموں سے لڑنے والی جراثیم سے
کام لیتے ہیں لیکن جراثیم میں بھی کوئی آلودگی کو نقصان بھی پہنچاتا
ہے۔ انہیں پہچاننے والی ہی آپ اپنے جسم سے لڑتی ہوئی ہیں۔
خدا کا خواہش اس واقعے میں آپ کو کوئی یہ نقصان بھی پہنچے گا۔
خدا ہمیں خبردار آپ کی توجہ ہوتی لیکن بے جا دے غریب
پریشان والے بارے میں۔ مجھے توجہ انہوں سے ان سے
چاندنی کی موت کا سن کر۔ عطا بہت کو پہنچا کر ہر نے
مریضانہ طرہ سے جاتے ہوئے اس نے خبر یاد رکھنا لاکھ لاکھ کی
کوشش کی۔ اس کی انہوں کی طرہ سے ہائی فنی خبر کی جین
والہم یاد رکھنا یاد رکھنا یاد رکھنا۔ مگر مرنے جاتے تھے۔ خدا
سے خوف نہ کیا میں نے سمجھا۔

”یہ نہیں! انہوں نے مارے جانے کا بھیجی بھی! اس سے لیکن میرے نزدیک! وہ لوگ جتنی غریب ہیں کہ کسی دوسرے کو نقصان پہنچانے کے بجائے اپنے غرض کی اور انکی کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ ان میں اس غریب کو ہر ایک جانتا ہے جس کا اور قاتلوں کو ایک دن صبرت نہ کہ تجھ سے دو چر ہو جائے گا۔“ وہ دودھ پر ہوا جگر کے وہاں آتے تھے اور انکی کوئی بات بھیجھنے کا کارہ اور انکی دھتکت تھا جس سے ان کی کبھی کیفیت کا اظہار نہ کیا جاتا تھا۔ یہ اس قدر خودی و ات کو اس شہر کے کیا کر کے بکھر رہی تھی کہ اس دور آتی تھی۔

”میرے پاس میں نہیں آئی تھی۔ وہ مومنوں پر
 زور کرنے کے لئے جانے والی تھی۔ قرآن نے اسے اس کے
 زور سے روکا ہے۔ یہ پکارا جاتا ہے کہ جو قرآن میں آئی
 تقریباً یہی ہے۔ اس کے پہلے اس نے ان میں سے
 شریعت کی طرف سے چاہا ہے۔ اسے یہی یقین تھا کہ وہ
 اس کی اہمیت کی بات تھی۔ اس کے ایک سرکاری مقصد سے
 ہے۔ ہزاروں کی طرح ہزاروں کی طرح کیا ہے۔

[illegible]

ہر طبقہ ایسی تھی کہ زمین پر چلنے والا فطرتی آفتاب کی انہروں سے اس کا جھل ہو گیا۔ وہ جس کو دیکھ کر اس شخص نے کمر سے کئے اور اس سے کئے قریب چلے کر وہ کارروائی کی ہے۔ انہوں نے جو کچھ بھی کیا تھا، وہ ان لوگوں کا کھیل تھا۔ اس کے بعد وہ دونوں دوسرے کمر سے گئے اور اس کے قریب چلے گئے۔ اب آفتاب کے نیچے اپنی جگہ غلط سے رہتا لیکن فطرتی تھا۔ وہ دونوں جہان تھے اور ان کے بعد اس کا کارروائی کر رہے تھے لیکن یہ بات کچھ مشابہت تھی کہ ان کا مقصد ایک شخص ہے۔ وہ دوسرے سے مشابہت تھی کہ اس کے کمر سے کمر اور کھول کر باہر نکلا اور ان دونوں کو نکلا۔ "ان لوگوں کو اور کمر سے یہ ہے" اس کی نگاہ پر وہ دونوں تھی ہے۔ اسی وقت اس نے فطرتی جھلک دیکھ کر ان کی محسوس کی۔ تو پھر مشابہت ہی ہے ظاہر ہو گیا کہ وہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔

"بیک جاگ" پچھلے کے اعزاز میں ہوتا ہوا آداب
 چوری سے ان کی طرف دیکھا نہیں اس سے تھوڑی سی تاخیر ہو گئی
 تھی۔ اس کے ان لوگوں تک پہنچنے سے قبل علی القضا میں ایک
 شیط سا اہمرا۔ یہ تھو سا شیط ماہی کی جتنی ہوا کی تھلی کا تھو
 بس نے تھلی ہلانے والے کے ہاتھ سے تھری سے بچے
 طرے نہا، اڑھتے ہی اڑھتے وہاں ٹوٹا کھٹے ہڑھتے
 گئے۔ ان ٹھٹوں کو ہڑھکانے کے اسے اندوں نے وہاں ہڑ
 ز آداب کا مقابلہ کرنے کے بجائے ہڑھلے سے روا فرما
 اختیار کر لی لیکن وہاں سارے مہر کو تھوڑا خوا اس ہی طر
 ہڑھک اٹھی تھو کہ انھیں بھانسنے کا موقع دینے کے لیے تیار نہیں
 تھا۔ چوری قوت سے روا فرما ہوا وہ ان لوگوں کی طرف روا فرما
 بھانسنے والوں میں سے ایک کی گردن پیچھے سے روا فرما لی۔
 اپنے سر جی کو بھڑھاتا تھو کہ دوسرا ٹھٹوں روا فرما آگے ٹھٹوں
 تھا، وہاں پیچھے اور آداب کے پہلو میں دت رسد کرنے
 ہوتے اپنے سر جی کو بھڑھالے کی کوٹھن کی ٹھٹوں میں روا فرما اس
 ہ ٹھٹوں روا فرما اور ایک دت سے ہڑھک جی کا ہ ٹھٹوں
 آگے تھا۔ پہلے ٹھٹوں کی گردن انھیں روا فرما ہ ٹھٹوں سے بھڑھلے
 اس نے خود ہڑھک کرنے والے دوسرے ٹھٹوں کی ٹاک۔
 وہاں ہاتھ سے ایک زور روا فرما کا روا فرما۔ ہڑھک سے ٹھٹوں کو
 اپنے پیچھے اس سے اس کے سامنے کو اس اندوں میں روا فرما کہ
 وہاں سے ہڑھک دوسرے سے ہی طر ٹھٹوں کے اندوں
 نے طر سے زور روا فرما ٹھٹوں ہڑھک ہڑھک ہڑھک ٹھٹوں
 ٹھٹوں روا فرما اندوں میں اس کی طرف لپکے۔ انھوں نے وہاں
 پہلوں سے اس کی ہڑھک روا فرما دتے دتے اس کے پیچھے کو
 ٹھٹوں جانے کی کوٹھن کی ٹھٹوں۔ یہ ٹھٹوں ان دتوں کے دتے

اپنے چہرے کی طرف دیکھتے دیکھ کر وہ ایک دم نیچے دیکھ گیا اور
 دونوں ہاتھوں کی پٹلیوں کا جھٹکتا کرتے ہوئے ان کے جسم
 کے نیچے سے ہاتھ نکالتے۔ ہاتھ پر ضرب لگائی۔ اس کے چہرے
 پر نیچے دیکھ جانے کی وجہ سے وہ دونوں ایک دوسرے کے
 منہ کی طرف دیکھنے لگے۔ اس پر سے پتہ چل گیا تھا کہ
 وہ نیچے دیکھتے ہوئے کتاب کو اپنے کاٹھنچے کے نیچے اس پر
 لٹا دے۔

کون ہے؟ کیا تار پڑے ہیں؟ آداب کیا ہے؟ تم
ہو؟ اسی وقت فاضل شیب کی ٹھہرائی ہوئی آواز ابھری۔
بہت گہری نیند میں ہونے کے باعث اس کی آنکھ دوڑا مشکل
سے کھلی گئی اور نوکر کی صورت حال دیکھ کر وہ گھبرا اٹھا۔
آداب کے بڑے شعلوں نے ساری فضا پر حیرت طاری کر
دی تھی اور ان شعلوں کی روشنی میں تین افراد ایک دوسرے
سے بڑھ چکا نظر آ رہے تھے۔ ان میں سے دو سے چھوٹے
میں سے ایک بڑا تھا۔ جس نے جس تیرے سر پر گولی مار دی تھی
اور اس وقت وہ ان کے درمیان گرا ہوا ہے۔ اس کی وجہ سے واضح طور پر
دیکھا جاسکتا تھا کہ اس نے شیب سے شیب نے انداز رکھا
تھا کہ وہ آداب ہے۔

”خیر، اورا قریب مت آؤ، جوت کوئی بار دوس کا۔“
 لائے والوں میں سے ایک نے ایچا محمد کوکرا پہننے کے
 کئی ٹیپ میں سے دو ایچا اور اسے ٹیپ کی طرف ہواتے
 ہوئے دیکھ لائی۔ وہ جہاں محمد دوس کوکرا۔

[illegible]

”جی ہاں! میں بھی جانتی ہوں۔“ لکھنؤ کے ایک شخص نے لکھا: ”میں نے ایک بار ایک شخص کو دیکھا تھا جو کہ ایک بار ایک شخص کو دیکھا تھا جو کہ ایک بار ایک شخص کو دیکھا تھا“

آداب نے بھی سن لائی۔ اسے اس وقت تک کہ وہ انہیں اور ان دونوں کو دیکھنے میں کامیاب ہو گیا۔ گاؤں والے وہاں پہنچ چکے تھے۔ وہ لوگ بھیجے جاتے تھے ان وہ تو وہاں پہنچنے کا اہل تھا۔ وقت کی پہچان ہی پہلے پہل کرنے کے لیے اس نے اپنی تمام تر تہنیں خرچ کیں۔ ان کو کرنے کے بعد کوئی ٹیڈ بھڑکی دینی آکر چھ ہاتھ والے اپنے سر کی تکلیف برداشت کر چکا۔ ان دونوں نے پیچھے پڑا۔ آوازیں اب بہت آگے گئیں۔ چنانچہ پھر بار بار اور بار بار نے اپنے اپنے کوئی شعر بول لیتا۔ صاحب کیس سمجھا اور وہ اور کس کی طرف رہے ہوئے ہی چلا دی۔ جوش میں آگے جتے ہوئے آداب کو ایک جھٹکا اور اپنی اپنی ٹانگ کی دھجی میں دیکھتے ہوئے ان کے کی آواز سے محسوس کرتا ہوا وہ اپنے گریہا۔ خدا اس کی طرف سے مسکن ہو کر فاصلے پر نہ بے گھر دوڑے۔ پیچھے اور ٹیڈ وہاں رہا کرتے ہوئے وہ ان کی طرح غل جاتے۔ گونے یہ گھڑے پیچھے اس کی طرف میں نہیں آتے تھے۔ آگے بھی رہتے تو وہ اپنے پیچھے کو کھینچ کر کھینچتا تھا۔ اپنی جان کی ہڈی لگنے کے پہنچا تھا اور اب یہ کی۔ اپنے تہنیں ہر پانچ سے ہوتے تھے آگ کے شعلوں کی دھجی کو دھجی دھجی کو ہر کاتے والوں کو قرار دیا۔ کچھ رہا تو بہت جھلکوں میں تھا۔ چہرہ تھا۔ یہ صاحب تو وہ میں ہی ہی نہیں اپنے تہنیں کو ان کا ہمارا یہاں تک تکلیف دہ تھا۔ اس ٹانگ کی جھلک اپنے دم دم میں محسوس کرتا وہ اب ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔ خود سے بھی غل نہیں ہو سکتا۔

☆ ☆ ☆
کل تک جو عمارت لوگوں سے حریف تھی، آج یہ سنا
جانے کی صورت میں مڑی تھی۔ آگ نے اس کی زونہ
خوب صورت کی چاشت لہا۔ کمروں میں ڈالنا کھانا بچھرا
یا دلوں پر لگے سائن بورڈز، چائیں اور دو آگیاں
بچنے والی چوڑی کی تقریب کے اہتمام کے لیے ابھر رہی
گلی تھی۔ سب جل کر ہو گئی تھی۔ وہ پتھر دوش
کے ساتھ ہونٹ کھینچے رہاں چلی کا بازو لے رہا تو اس
چلی کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے، اس حالت میں آگ کی
لک ٹپک رہا۔ پھر آگ نے اس کی اسٹیل کی زونہ سے سرے
پر دو ٹکڑے آگ کی ٹھنڈی اور وہ پتھر دوشی لہا۔
چلی کی آواز غصہ سے اٹھتے ہوئے سننے لے رہا ہے لیکن
اسے ابھر کر کی تقریب میں شرکت تھی کی تھی۔ آگ کی
سجڑی خوشی کا اظہار کر رہی تھی۔ آگ نے اسے سوز مہاں کی

خدا کا ہر پرستار کا بھی کیا نہیں سوچ لے ہی پہلی فرست
 میں اپنی چال چلی کرنا تھا۔ آگ آگي نوکھ گئی کہ اس نے
 نے خیر نہ دیکھ کر اس کے ساتھ ساتھ چلنے کو نہیں
 نقصان پہنچا تھا۔ پیرول کی آگ، اپنے ہی لہر ہنگ بولی
 ہے۔ حریف یہ کہ اس نے نہ کوئی لگا ادا پہنچا نہ کسی آسان
 نہیں تھا۔ اپنے اٹھنا تو گاں والوں نے ہی ہاتھیں وغیرہ سے
 پانی ابل کر آگ بجھانے کی کوشش کی تھی اس کو پیش سے
 آگ اور بھی بھڑک اٹھی۔ ان حالات میں میں ایک اچھی
 بات پر ہوئی کہ خیر نے اپنے ساتھیوں سے ہنگامی انداز
 کے لیے کال کر دی۔ چوہری کی بدست کالم ہونے والے
 سواکس بھی کے بہت دور تک نے اس پر سے وقت میں بڑا
 ساتھ دیا۔ ٹون کال پر آگ بجھنے والی گاڑیاں اور
 ایسے ہیسی فوری طور پر آگ اور دھواں نہ کر سکی۔ ایسے ہیسی
 کچھ تک دھن آگ اب کو گاؤں کے لوگوں نے اپنے طور پر
 ابتدائی طبی امداد سے دی تھی لیکن سر پر پٹنے والی چٹ اور
 دھواں پر گولی کے باعث آنے والا دم بھگ تھا۔ ان زخموں
 سے اس کا کافی خون بہہ رہا تھا۔ شہر دار کو کچھ سے تھی ہی اس
 حادثے کی خبر ہو گئی تھی لیکن فوری طور پر آگ آنے کے
 بجائے اس نے نوکٹ کے اس پھوٹے سے اپنا دل چاہا
 زیادہ صاحب سمجھا تھا جہاں آگ اب ٹوٹے جایا تھا۔ اس
 اسپتال میں بھی سمجھا تھا بہت کم تھی۔ وہاں ڈیوٹی پر جا کر
 ڈاکٹر سے جو کچھ میں چاہا تھا وہاں اس نے اپنے طور پر کر دیا تھا
 اور پھر اس کے ہم پر آگ اب کو فوری طور پر لاہور کے لیے
 روانہ کر دیا گیا تھا۔ آگ اب کی زندگی اس کے لیے بہت تھی
 تھی اس لیے اسے جانے کے لیے وہ اپنے تمام اہتمامات
 کو روکے گاڑے لے گیا تھا۔ نوکٹ سے ایسے ہیسی کی مدد تھی
 کے ساتھ ہی ایک ایسے ہیسی لاہور سے بھی روانہ ہوئی تھی۔
 اس ایسے ہیسی میں جہاں سہولیات کے ساتھ ایک ڈاکٹر اور
 سیکرٹری بھی موجود تھا۔ یہ انتظام اس لیے تھا کہ جہاں سے
 جانے اور لاہور سے آئے والی ایسے ہیسی جس مقام پر بھی
 آجیں میں میں آگ اب کو لاہور والی ایسے ہیسی میں منتقل کر
 کے راستے میں ہی پھر طبی امداد کی فوری شروع کر دی
 جائے۔ اس کی یہ غصہ تھی کہ جہاں کامیاب رہی تھی اور کچھ
 یہاں کے لیے روانہ ہونے سے اس کے اطلاع ملتی تھی کہ
 آگ اب کی جان اب خطرے سے بھر ہے۔
 "بھئی نے اپنی بعد ملازمت کو نقصان پہنچا ہے۔
 وہ بارہ سے اس ملازمت کو حرم کرنے اور کافی اشتغال
 جانے میں کافی وقت لگے گا۔ چھوٹی ٹیم کی رہنمائی کے

ملاقات آگ پیرول ڈان کر لائی تھی۔ آگ کس نے اور
 کیوں لگائی، اس طے میں ابھی تھی اسے سامنے نہیں آئے
 نہ۔ بھئی نے ایک گواہ ماسٹر خیر سے نہیں جو سہولیات
 حاصل ہوئی ہیں، اس کے مطابق رات بے غریب اس کی
 آگ اب وغیرہ شہر کی آوازوں سے بھی تھی۔ کمرے کی
 کڑی اور اور دھواں تھا اور آگ اب سے ماسٹر آگ اب
 موجود نہیں تھا۔ خیر نے باہر آکر دیکھا تو اسے ماسٹر آگ اب
 دو خوب پوشوں سے لڑا ہوا تھا۔ اس نے اس لڑائی میں
 دل دینے چاہا تو حملہ آوروں میں سے ایک نے راجہ اور دھواں
 اسے دور رہنے پر مجبور کر دیا۔ ماسٹر آگ اب کو بھی اس نے کوئی
 بارنے کی دھمکی دی تھی لیکن وہ جوش میں اس دھمکی کو خاطر میں
 نہیں لایا اور حملہ آوروں کے فرار کی راہ میں حرم ہونے کی
 کوشش کی۔ پیش میں آکر دھمکی دینے والے نے اس پر گولی
 چلا دی۔ لڑائی کے دوران وہ پہلے ہی اپنا خاصا زخمی ہو چکا
 تھا، گولی گتے کے بعد باقی ہی حرم کو بچھا۔ حملہ آوار سے
 گولی مارنے کے بعد اپنے گھوڑوں پر چڑھ کر فرار ہو گئے تھے۔
 کوشی کے ذریعے گھوڑوں کے سواں کا کھوج لگانے کی
 کوشش بھی کی جا رہی تھی۔ ان لوگوں نے فرار کے لیے ایسا راستہ
 اختیار کیا کہ کھوج ملتی ہی نہیں۔ آگ اب ہمارے پاس واقع
 آجیں میں ہے کہ ماسٹر آگ اب پوش میں آئے کے بعد کوئی
 انکی موت تھا وہ جس سے حملہ آوروں کے دہسے میں کوئی
 گولی تھے۔ اس نے حملہ آوروں سے بارہ راستہ چاہا کہ
 تھا، اس وقت بھئی کے دوران ہو سکتے ہیں اس نے ان لوگوں کو
 شناخت کر لیا۔ ان لوگوں سے اس کی کوئی اتنی دھمکی بھی نہ
 ملتی ہے۔ اس کے ساتھ وہاں موجود پیش فی اسے دانتے
 کے بارے میں صرف کرتے ہوئے اپنی رائے کی دہسے رہے۔
 تو۔ اس کے آخری بھئی نے شہر دار کے تن بدن میں آگ اب کی
 دی۔ وہ جانتا تھا کہ پیش فی اس حادثے اور اس کے ذریعے
 دہروں سے واقف تھا لیکن پھر بھی معاملے کو ایسا نہ دینے کی
 کوشش کر رہا تھا جس سے کسی حد تک واقف تھا اسے داری
 آگ اب پر چھوٹی جا سکتی۔
 "ماسٹر آگ اب نے کوئی میرا ہے، نہ چاہیو اور نہ ہی
 کوئی اپنی جہ سے اور... اس لیے اس کی کسی سے اتنی شہ
 والی دھمکی کا سوال ہی ہے انکس ہوا اور اپنے بھی واقف نہ
 انداز میں تھی آگ اب اس سے صاف ظاہر ہے کہ ماسٹر آگ اب
 کی ملازمت کو نقصان پہنچانے آئے تھے۔ اگر انکس آگ اب
 سے کوئی اتنی دھمکی ہوئی تو وہ انکا لہا کر آگ اب پائے سے
 بجائے سہ سے سہ سے آگ اب کوئی مار کر کھم کر سکتے تھے۔ اس

لیے بلیر، آپ اپنی آفتاب ٹیم سے نہیں کہ ماسٹر آگ اب کی
 ولت کو فکس کرنے کے بجائے واقف کی نوعیت کو فکس
 کریں اور ان لوگوں کے بارے میں جاننے کی کوشش کریں
 جنہیں یہاں انکس کے وجود پر اعتراض ہے۔" بھئی نے
 رکھائی سے انکس کی بات کا جواب دے کر وہ اپنے ساتھ ہی
 موجودہ اہتمام کی طرف متوجہ ہو گیا۔
 "مدا انان امار سے تھکنا کا قہید لگاؤ اور ساتھ
 فوری طور پر یہ بھی مناسب لگاؤ کا اسکول کی عمارت کو کم سے
 کم عرصے میں دوبارہ انتظام کرنے میں کتنے اخراجات
 آئیں گے۔ میں زیادہ دن تک اس اسکول کو بند نہیں دیکھنا
 چاہتا... اور باں اس بار سکول دہنے کے لیے بھی کوئی مستحق
 انتظام کر لیا۔ جنہوں نے ایک بار یہ حرکت کی ہے وہ دوبارہ
 بھی ایسی کوئی کوشش کر سکتے ہیں۔ ان سارا میں سر کی کوئی اور
 کوشش دوبارہ کر کا صاحب نہیں ہوئی ہے۔" سخت لہجے
 میں احکامات جاری کر کے وہ ڈانچ گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔
 "پھر کیا کہتے ہو اور انہیں کام کر کے؟"
 "میں نہیں سہی انہیں نے خود آپ سے کہا تھا کہ
 میرے اتنی کوئی خدمت ہو تو بچے گا۔ اب ہلا میں انکار
 کیسے کر سکتا ہوں؟"
 "کا ہمارے غرض تک ہے۔ بات کھل جانے کی صورت
 میں تم چوہری کے قاب کا بھی غور ہو سکتے ہو، اس لیے میں
 تمہیں چاہتا کہ اس سے تم پر کوئی بڑائی کر اس۔"
 "میں سوچ کر ہی آپ کا کام کرنے پر راضی ہوا
 ہوں سہی! میری کچھ میں یہ گل آگئی ہے کہ بھئی کے
 صاحب میں آکر کوئی نقصان لگتا تو پھر وہ بھی نہیں سکتا۔
 چوہری صاحب جب میرے سر پر سسرانی والوں سے ناراض
 (ناراض) تھے تو میں نے اسی لیے ان لوگوں سے تہ کوڑ لیا
 تھا کہ کچھ چوہری کا غصہ تھے اور میرے گھر والوں کو کوئی
 نقصان نہ پہنچا دے۔ یہ کیا ہوا؟ اگر بیٹے بیٹے ہی اتنے
 نقصان پہنچا کر۔ میری گھر والی بھی جان سے گئی اور میں اپنے
 بچے کی خوشی کی فکر دیکھ سکا۔ جب بھی اس نقصان کا خیال
 آتا ہے تو میں کی تہ بہرہ دہی پر راضی ہوں۔ اگر وہ اس دن
 لگتی دے۔ یہ تو شہر میری گھر والی ہی جاتی۔ میرا دل کھٹ
 ہو گیا ہے ان لوگوں کی طرف سے۔ ان کی خاطر میرا اپنے غم
 لگتا ہے۔ میں انکس کا کوئی خیال ہی نہیں۔ آپ ماسٹر آگ اب
 جہاں سے گاؤں کی بھائی کے لیے تو سہا رہے ہیں۔ گاؤں
 میں اسکول اور اسپتال بن جائیں گے تو گاؤں خرابی نہ کرے

گا۔ ہمارے لوگوں کے بڑا بڑا بھلا ہو گا۔" انور نے
 بہت نرمی سے اس کی بات کا جواب دیا۔ اسے اندازہ ہو گیا
 تھا کہ چوہری انکار کو کتنے انتہائی ہونے کے لیے
 نہایت بڑا بھلا انتظام کرنا ہے گا۔ اس لیے اس کی
 چالوں کا توڑ لیا جائے۔ اب تک اس نے چوہری کے
 خلاف جو بھی کارروائی کی تھی، اس کے نتیجے میں وہ کسی غلطی
 نہیں۔ انور سے قبرستان میں ہونے والا واقعہ کے بعد اس
 کے ذہن میں یہ خیال اب قہا کہ چوہری کے کارندوں میں
 سے ہی کسی کا اشتعال ہو جائے تو کوئی کام حاصل ہو سکتا
 ہے۔ اسکول میں آگ اب نے کئے گئے تھے کہ بھائی خیال میں
 حریف مشہوری آگئی تھی اور اس نے انور کو کھم کی آخر کے
 ساتھ یہاں سے واپسی سوچنی کچھ چوہری کے خلاف حرکت
 فراہم کرنے میں اس کی مدد ہے۔ انکو یہ پانی کی حرکت کے
 بعد اچھا خاصا مل بڑا اشتعال ہو گا۔ اس بار کے لیے فوراً ہی
 راضی ہو گیا۔
 "بھئی ہے پھر تمہارے معاملہ پر غور رکھا۔ خاص
 طور پر یہ جاننے کی ضرورت تھی کہ کچھ کچھ کئی یا کاش
 کسی دن اور کس وقت اس کی چال کریں۔ تمہارے لیے
 وہاں ٹون کا انتظام ہو جائے۔ تم اہتمام سے سواکس
 بیٹ لے لے اور اس کو اتھیل بھی لے لے۔ وہاں سے یہ
 قاتل ہو گا کہ تم فوری طور پر انکس پر جان مارا دے سکو
 گے۔ مگر خیال رکھنا کہ تمہاری انکس کی کوئی نہ تو اسے
 اور تم مشکل میں نہ چاؤ گے۔ میں نے بھی غم میں آئے
 سے بچانے کے لیے تمام ہر ہر ہر کے جانے یہاں اپنے
 غم پر غم سے طاقت دہی کو تم بھی اختیار نہ کر سکتے ہو
 نہ ہونے دینا کہ تم کہاں کے تھے۔" شہر دار نے اس کا کام
 اچھی طرح سمجھا چکا تھا۔ یا علیٰ ہدایت اس نے صرف حق
 مقدم کے طور پر ہی تھی۔
 "آپ کا بہت بڑا شہر میری کر پنے اتنا خیال
 کیا۔ میں آپ کی بتائی ہر بات یاد رکھوں گا۔" انور نے
 چوہری سے جواب دیا لیکن بھئی کے لیے تھا۔
 "کیا بات ہے اور ان کا بھلا اور دیکھو ہر ہر ہر ہر ہر
 کے انداز کو بھئی ہوئے شہر دار نے چ چھا۔
 "بھئی سہی اچ چھوڑا نہیں، میرا یہ دہی کر رہی ہے۔"
 "کہو، کیا بات ہے؟" اس کی بھلاہٹ اس نے نہ
 ہوئے شہر دار نے غصہ کیا۔ "کوئی مسئلہ نہ ہوتا۔ میں
 تمہاری مدد کرنے کی چوہری نہیں کر سکتا۔"
 "وہ میرا سال ہے، اہم سال ہے، اس سے بے غائب

ہے۔ مگر سے تو وہ سے کے لیے اتفاقاً پر مولوی صاحب
 پہنچے ہیں کہ اور سے آج بھی۔ ہر طرف اسے اصرار کیا
 ہے۔ تاس (نویس) میں بھی رہت (درویش) انھوں نے
 لیکن کچھ نہیں کہیں شری اس کی۔ آپ سے ملے ہیں۔ اور
 اس اداں پر درویش کے تو وہ ان کے کوئی طرح سے
 تلاش کرنے کی کوشش کر رہے۔ ابھی تو میں نے، بہت
 لیکن کے ساتھ میں نہیں کیا۔ وہاں سے چلا جائیگی کوئی
 حالت ہے۔ پہلے ہی درویشان میں ان کا مصروف تھا کہ پہلے
 ہوئے ہیں۔ اس پر ایسا بھی غیب (غائب) ہو گیا۔ ان کے
 آپ کو فتح ہے وہ ان کا۔ آپ کبھی پہنچے ہیں کہ ان کو درویش
 پر اس کی تم شکر کے۔ کیا کر رہی ہوئی۔ "انور کی دلی ہوئی
 انھوں نے اسے کوئی طرح پر گناہوں۔ گاؤں سے کسی بچے کا
 میں غائب ہوا۔ چنانچہ معمولی بات میں بھی کسی شہروں میں تو میری
 امکان ہوتا ہے کہ بچے بھیل بھار میں اتفاقاً دھر دھر ہو
 جائیں لیکن گاؤں کے محدود داخل میں جہاں پر فرد درویش
 فرد سے ابھی طرح اتفاق ہوتا ہے، کسی بچے کا اس غائب ہو
 ہوا بہت طرز معمولی اتفاق تھا۔ اس واقعے سے کسی ناخبر ہو تھا
 کہ بچہ کسی حادثے سے وہاں ہوا ہے اس لیے وہ ان کو
 ہاتھ سے لے آیا اور اس کو کوئی ایسا پتہ نہیں کا۔

"میں تھانے فون کرنے کے نہایت لمبے گھر میں
 وہ سے میں گھر بہت سے۔" انور پر ایسی پریشانی ظاہر کی گئی
 اس نے اسے طے دلی تو وہ شہر پہ اور آخرت ہو گئی۔
 انور کے روانہ سے ہی اس نے اتفاقاً تھانے فون کرنے
 تھانے دار کو ایسا کے پہلے میں بھی سے ہدایت دلی اور فون
 کرنے کے بعد فونات گھر کے خاندان کے باز سے میں سوچنے
 لگا۔ ان لوگوں نے خود کو کسی مصیبت سے بچانے کے لیے وہ
 ہاتھ کا یا دھری اتفاق سے کرنے کا فیصلہ کیا تھا لیکن چودھری
 تو انہیں کیا نقصان پہنچا تو وہ ویسے ہی بار پہ تھا تاہن
 زور میں آتے جا رہے تھے۔ شاید ابھی وہ خود پہلے انور نے سچ
 کہا تھا کہ جو نقصان آدمی کے غیب میں گھبرا گیا ہو، آدمی
 اس سے بچ کر نہیں لگ سکتا۔ لہذا گھر بھی مسلسل ایسے ہی
 نقصانات کی زد پر تھا۔

[illegible]

خود مت کر دین اور آپ کے ہر درو کو چن لوں۔ "جہنم سے
بھگتی آواز میں نئی ہوئی وہ اپنی نرم انگلیوں سے اس کی آنکھ
کے قریب چڑے ہوئے شیش کے لیٹن کو ہٹا دی۔ اس
کے جہنم سے بھگتی آواز اور غم دیکھیں دیکھ کر آپ کا دل
بھٹک نکلا۔ اس نے بہت محبت سے اس کا ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ میں لے لیا۔

یہ نیکو اسوایں ہوں ہے، آپ است اپنے پاس رکھیں۔ میرے پیچھے والا بیت قرآن کی قرأت میں غلط پڑھتا ہے۔ اس کا کلمہ بھی کی بات نہیں ہے۔ آپ است بھی، میں اپنے لیے میرا بیت اور تم تنگوار بیت کو اس پر کال کر اس کا آپ قرآن پڑھتے بات کر لیا کر رہی کی آپ کی کو بھی ہو جائے گی اور اس میں زور دے بغیر بھی نہیں ہوگا۔ انقلاب نے اپنے مرادے رکھا وہ جس پارہ میں ہے اس کی طرف بڑھا۔ اس نے دونوں چیزیں اپنے دیکھا دیکھ میں تمام کیم۔ دایین محمد و بدوہ و قرآن کی معرفت میں ہی تھا۔

”کسی طبیعت ہے اب تھری؟ ہمیں اپنا عمل دوت ہے
 اور آگیا سوچ تھری کچھ ہے کیا؟ ہمیں اپنا جادو۔“
 اُن جینے والے کمال کمال تھی۔ کشور کے روانہ ہونے ہی
 کمرے میں سکون ہو گیا۔ شہر دار نے اس سارے طعنے سے
 ٹھک کر غمازی کرتے ہوئے کمری سنبھال کر بیٹھے ہوئے

اس سے مشکوک آگاہ کیا۔
 "اگر کافر ہے اسے کالی بھرتیوں۔ انکے والدہ جلد
 یہاں سے نہایت پکاراؤں تک پاؤں گا۔"

تھی۔ اس پر کون کون سے محسوسات کا اثر پڑا۔
 "اگر مصلحت ہو تو اس کو مل جائے گا مسئلہ
 نہیں، میرا تو بھی ان خطے میں بہت گناہ چاہتا ہوں،
 تمہارا اس بار بھی تمہارا وہی میرے لیے مشکل نہیں
 ہیں، تم چاہتے ہو، وہ تمہیں کون کون سا میں دے گا، میں
 دے گا۔ سوچنا ہے اپنی طرف سے۔"
 "تمہیں کیا ملے گا؟" شہرہ نے نصیحت کے
 جواب میں کہا۔

”اور دوسری بات یہ کہ سب سے پہلی بات یہ ہے۔“
 ”نہ زیادہ کے کچھ لپٹے کے جواب میں اس نے کہنے سے تیار نہ
 ہوا۔ آئی بی۔“ اس نے ہنست ہنست کہا۔ ”مگر
 قیاسی معاملہ میرے انداز سے بہت زیادہ بڑا ہے۔
 ایسے تو یہ قضایا بالکل معمول کے ہر میں کسی کی افادات میں
 سن دینا پڑتے ہیں کہ جن میں سے میں پھر بھی یہ ضرور کہوں گا
 کہ تم نے اپنے آپ کو بہت زیادہ خطرے میں ڈال رکھا ہے۔
 اور جو دوسری بات یہ کہ اگر خود ہی یہ کہیں کہ اس کی عزتوں
 سے کھیلنے بھرتے ہیں لیکن اپنے مگر کی خواہش کے معاملے

کرتے۔ اچھا ہوں۔ کہہ کر ان دونوں کو اس دیرانے میں
 کھیر کر کھڑے ہے اور کہتے ہو کہ تم کا مسئلہ ہے۔ میں ابھی فون
 کر کے پولیس کو بتا رہا ہوں۔ قتلے میں دو گنا پولیس کے
 حاضر ہوا کرتے تو مادی یہ حقائق اہل ہائے کی۔ اس نے اس
 شخص کی شخصیت کا اندازہ نہ کیا تھا اس نے اس سے ان زبان
 میں بات نہ کر رہا تھا جو اس کی کچھ میں آئے۔ اس نے کچھ
 تو اسے شاہرم خان نے حفظہ مقدم کے تحت اپنا دیا اور کچھ
 اہل بنا تھا۔ اس صورت حال نے بنا ماحولی کر دیا۔

”پولیس تک ذات نہ پہنچا نہیں سزا یہ ٹھیک کہہ رہے
 ہیں۔ یہ پھر سے دوسرے گھر ہیں۔ پچیس تک بات چینی تو چوکی
 پڑی ہوئی۔ آپ نے ابھی دیکھا تھا ہوگا کہ میں فریڈ کی
 خاطر اپنی جان دینے کے لیے بھی تیار تھا۔ اس کی عزت اور
 جان کی حفاظت میں اپنی دسے داری رکھتا ہوں اس لیے
 آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ پولیس بھی بات نہ جانے
 دیں۔ اس سے فریڈ کی زندگی بچ جائے گی۔“ شہرہ کو
 سواٹل پر ابھرنے کرنے دیکھ کر قربان نے آگے بڑھ کر اس
 سے درخواست کی۔

”ٹھیک ہے تم پہلے یہ تو میں اس معاملے میں پولیس
 کو نہ لٹاؤں گے تاہم یہ بتاؤ کہ آپ آگے کیا کرنا ہے؟“
 اسے تو ابھی اندازہ تھا کہ پولیس میں بات چالی تو بدنامی تو
 اور بامی ہوئی اور بدعنوانی پھیل رہی تھی۔ اس نے درخواست
 ساتھ یہ بھی فرمادی ہوئی۔ اس نے قربان کی درخواست پر
 اس نے فوراً سواٹل بیس میں روک لیا۔ اس جگہ دیکھنے سے شکرت
 بہت کم آ رہے تھے اور اسے امید نہیں تھی کہ کسی قتلے سے
 دبائو ہو سکے گا۔

”میں اپنے گھر کے ساتھ چلا جاتا ہوں۔ آپ فریڈ کو
 اس کے گھر تک حفاظت سے پہنچا دیں۔ میں پھر سمجھیں کہ
 بات قسم۔“ شہرہ کے ساتھ مذاکرات کی دسے داری
 تو قربان قربان نے سنبھال لی تھی اور اس کا پتہ خان بھائی
 اپنے ساتھیوں کے ساتھ پیچ چلا کر اٹھا۔

”ٹھیک ہے اس قتلے کی عزت کی خاطر میں یہ بات
 دن لیتا ہوں اور نہ جہنم میں لے جیسا دیکھا تھا اس کے بعد
 ہوا تو یہ چاہتے تھا کہ میں تم سب کو قتلے میں بند کر دوں
 تمہارے ساتھ اور سب کو مار دوں۔“ غصے سے کہتے
 ہوئے اس نے معاملہ رقم ہونے کا اشارہ دیا۔ اور قتلے کے
 پہلے سے دو لوگ اس طرح ابھرنے کے فریڈ کے ساتھ تھے
 اور قربان اپنے بھائی اور اس کے آدمیوں کے ساتھ چار
 تھا۔

”آپ کا بہت بہت شکر ہے جی! اگر آپ نہ پہنچتے تو
 جانے آج میرے ساتھ کیا ہو جاتا۔“ دو لوگ گاڑی میں آ کر
 بیٹھے تو اب تک غواشی کروا کر فریڈ نے اپنے لب کو لے
 اور اس کا شکر ادا کرتے ہوئے پھرت پھرت کر رہ گئی۔
 ”کسی کہا جان کرئی کے ساتھ کیا ہو جاتا ہے۔ یہ تو
 حسین اپنے گھر سے آئے اور اس امراتے میں آئے سے پہلے
 سہا چاہیے تھا۔“ اس نے غصے سے کہا تھا تو اس نے
 شرمندہ اور خطرناک کانٹا لہانے کا مسئلہ اب بھی بھی
 اہل سنبھال لی صورت میں جاری تھا۔

”یہ کون لوگ تھے؟“ اس کی سواٹل تھا۔ کیا تم مجھے بتاؤ
 کی؟“ ذرا سے توقف کے بعد اس نے فریڈ سے پوچھا۔ وہ
 لوگ ابھی تک ایسی جگہ موجود تھے اور اس نے مشاہیر خان کو
 گاڑی چلانے کا حکم نہیں دیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ گھر پہنچے
 پہلے فریڈ خود کو سنبھال لے۔

”قربان ساتھ والے گاؤں کے سیداد کا گھر ہے۔
 اس کے اور چار بے خاندان کے بچے ہیں۔ سے خزانہ ری
 ہے۔ بھائی خانی کا بھی بسا حد ہے میں تو نہیں اس کے
 بارے میں بھی سمجھتا ہوں کیا ہوتا ہے کہ اس حادثے کے
 پہلے قربان نے آپ کا ہاتھ سے ہم بھائی کی تو آپ نے
 دیکھا ہے کہ مجھے غصے سے مارنے لگی تھی۔ انہوں نے
 بھی یہ بات کی اور کے ساتھ نہیں تھی۔ شاہد اے ہاں نے
 کی وجہ سے اسے کڑوا دیا ہے۔ خیر یہ بھی بات ہو۔ میں
 آپ کو اپنے اور قربان کے بارے میں بتا رہی تھی۔ قربان
 سے میری ملاقات ایک دو بار ہوئی تھی۔ اس نے مجھے دیکھا
 اور کچھ پر حلا۔ مجھے بھی وہاں چلا گیا۔ یہ ہمیں بعد میں بتا چلا
 کہ چار بے خاندان ایک دوسرے کے جیڑی ہیں۔ دشمن کی
 وجہ سے نہ جہنم میں تو ہم ایک دوسرے کو پہنچاتے بھی
 نہیں تھے۔ چار کا بدعنوان ہونے کے بعد خیر ہوئی تو دشمن
 پہنچے جلی کی اہم دوسرے لوگ تو ہماری طرح اس دشمن کو نہیں
 بھول سکتے تھے۔ ابھی آپ نے جس آدمی کو دیکھا تھا۔ وہ
 قربان کا دادا بھرا بھان تھا۔ اسے حادثے بارے میں خبر
 ہوئی تو اور قربان کے پہنچے چاہیے کہ فریڈ کا خیال ال سے
 نکال دو۔ یہ قربان نہیں مانا۔ وہاں سے چھپ چھپ کر پلہ
 سے شہر آ رہا۔ سبحان کو اس کا پتا چل گیا اور اس نے اس کی
 دی کہ اگر تو نے فریڈ سے متاثر نہیں ہو کر اسے اٹھا کر
 لے جائی گا اور اس کی عزت خراب کر کے اس پر بدعنوانی
 اختیار کر کے گھر کے سامنے پھانسیوں گا۔ قربان بھائی داری کچھ
 سے ملے آئے تھا اس نے مجھے یہ بات بتائی تھی لیکن ساتھ ہی

بہرے سچا اسے ٹھکانے لے کر لے آئیں گے۔ اس کی گرفتاری کے بعد میں آپ کو گھر کر دوں گا۔ انکی تو اس لیے فون کیا تھا کہ آپ کا بچہ کی پورٹ اے اس۔" انہی اچانک نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے یقین دہانی کر دی۔

"تمہیں ہے۔" وہ گرفتار ہونے جانے تو مجھے خبر نہ تھی اس شخص کو اس نے جرم کی لڑی سے لای سوا وہ اس کا اور ہاں، منہ کھٹ کر کہہ رہا تھا اس نے وہ تو اس کی ادا کارروائی کے بعد ابھی کسی پرچائی کے جلد مل جائے۔ وہ بچے چارے پھلے دیگی ہوں گے، انہیں مزید تکلیف نہیں پہنچانی چاہیے۔ "انہی اچانک ادا کو بدگیا: اپنے کے بعد اس نے فون بند کر دیا اور مہمانان کو اپنے کمرے میں غار کر دھانے کے بارے میں آگاہ کیا اور تعزیت کے لیے چھ آبادی کے کاغذ مل گئی تھیں۔

جب وہ لوگ چورہ دیکھنے قیامت گھر کے کمرے میں کھڑا ہوا تھا۔ ایک تو مسوم بچے کی ہڈیاں موت پھر اس شخص نے ہاتھ میں ہونے والا انکشاف دینے وہ بہت تک مجھے تھے اور جس کی ہر بات پر عمل کرتے تھے۔ انہوں میں خستہ احوال اور غم آلودہ تھے کہ ہاتھ پٹے ہوتے تھے۔ شہر دار وچ کر لوگ اور وہ شہر سے مایوس کرنے لگے کہ جرم کو دہرا کر لڑنے کے اسے خستہ سزا دی جائے۔ اس نے انہوں کو مل دی اور انہیں یقین دلائی کہ جرم کو کی حال میں معاف نہیں کیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ ملوث گھر سے غائب ہو گئے بیٹے کی موت نے اسے بالکل گم سم کر دیا تھا۔ شہر میں سے وہ روٹنے کے لاشیں مل گئی تھیں وہ اچھا اچھا لاشوں پر خراب چھوڑے کھار دی گئی تھیں کہ کھجور کے کھدور دی گئی۔ گاؤں کے لوگ ان کے گھر سے ہر اس کے ساتھ آئندہ ہمارے تھے۔ ٹھکانے میں تیسری بار لوہاں کی ٹوکھا لڑی گئی۔ یہ کئی معمولی دہت تھیں گی۔ وہ جو تعزیت کے خیال سے وہاں کیا تھا اسے اگلا وہ ہو گا وہاں لوگوں کو کوئی سزا نہیں ہے۔ مسکرتہ چندویں بھیے ہو چکی اور ان کے بعد وہ وہاں سے رات ہو گیا، اہل ایک خیال بہت شہر سے اس کے ساتھ تھا۔ ٹوکھا چای سے چھانے کے لیے تو اس اور لاش گھر نے ماہوار کو دوا دہر گائے کا سوا تھا لیکن انہیں کیا خبر تھی کہ وہ جرمی انکھاری بات کے علاوہ انکی ایک بات ہے جو طاقت رکھتی ہے۔ جو دہشت اور جہم کی نہیں جب لوگ اس کی رحمت پر گھر دسار کرنے کے بجائے انکی خداؤں کے خوف میں جلا ہو کر ان کی اطاعت کرنے گئے ہیں تو وہ اپنے قہار اور جبار ہونے کا احساس دلاتا ہے۔ اب یہ بھروسہ ہے پھر

ہوتے ہیں کہ وہ خود کو کی جانے والی اس شخص پر مشعل کر اس رہ نکالتے ہیں تو یہ استغفار کر لیں باہر کی کاغذ پر دیکھتے ہوئے لگے انہوں پر اتار آئیں۔

۲۰ ۲۰ ۲۰

"کی خیال ہے، وہ دو صاحب، اس بٹلے مال پناہی پر دینے جانے آئے ہیں بٹلے خانے والے کا مشعل فون آ رہا ہے کہ مال کی شوریج کی ہر سے اسے مشکل ہو رہی ہے۔ انہی پادشاہ کے ساتھ وہاں کرنا ہے، وہ پادشاہ کا گھنا گھری ہیں۔ لکڑی کے سٹیل میں بھی بھری ایک نئی پوتی سے بات ہو گئی ہے۔ مولیٰ والی طرح اس پوتی کے ساتھ شراکت کے بجائے صرف مال پناہی کر کے دھم بھرتے کا سٹیل ملے گیا ہے میں نے۔ شراکت والی میں لوگوں کو راول مل جاتے ہیں اور بندے کا کچھ مصروف نہیں ہوتا کہ کب کس کا دہشت پھر جائے۔ مولیٰ والی بھی اتنے برسوں تک ہمارے ساتھ کا گھر کرنا رہا، آخر میں جا کر گھاروی پر اتار آیا۔ بے کار میں جب ابھی کا بھوت چڑھا تھا تو سارے پر۔ اب بھی آج بھی اس کے مرنے کے بعد بھی وہ اسے ہی کا بچہ اس کی جائیداد سے انکھال دینا چاہتا ہے۔"

"مال تو اگل چورہ ہے چوری صاحب! آپ سے شہر دار وچ مال اسے من کر آئے ہیں، پناہی والی نہیں ملے گی۔" مطلع ہے ہمارے جاننے والی کا تو ان کی ادا ہے وقت بدلتی ہو گئی ہے، ایسے حالات میں مال پناہی کرنے کا۔ اس نے نہیں لیا جاسکتا۔ ہمارا صاحب کی دہشت کی سبکی نہیں رہا۔ قاتل وہ نہیں ہے۔ شہر دار وچ ان کے خرم میں لے بیٹھتی کوئی بھی کارروائی کرنا ہوتا ہے۔ ایسے میں مجھے تو مل پناہی کرتے ہوئے بہت غمزدگی محسوس ہوتی ہے۔ اگر ان کی پناہی تو میری ہی گردن پھینکے۔ سب سے پہلے مجھ سے سوال کیا جائے گا کہ جیل سے غیر قانونی طور پر گھڑی اور کھانیں نہیں کیے۔"

چوری انکھاری بات سن کر کہ قبول ہوا وہ نے اپنے خدشات کا انکھار کیا۔

"آپ کے خدشات مجھے پورا خیال ہے، ہمارا صاحب اب یہیہ ہو سکتا ہے کہ ہم کام کرنے سے پہلے آپ کے ہاتھ میں نہ ہو سکیں۔ میں نے حالات کا جائزہ لینے کے بعد ہی پناہی کی بات کی ہے۔ پھر سے بندے انکی خرابی میں پناہی ہے میں کو آج کل سڑک پر کھنڈ پڑ چکے ہیں ہو رہی۔ شہر دار وچ کس دہشتی کا سوس میں مصروف ہے۔ اچانک اور انکھال کی قہر کے پھر میں اسے دہشتی باتوں کی طرف دھیان دینے کی غرضت نہیں مل رہی اور اب دہشتی نام نہان

پائے مٹانے میں بھی الجھ گیا ہے۔ آپ نے دیکھا نہیں کہ مجھے جگہ جگہ مولیٰ کے اچانک دہشت کرنا سے گرفتار کر دینے میں وہ دہشتے والے کے لیے اقدام کا اعلان کیا گیا ہے۔ مولیٰ کو گرفتار کر دینے کے لیے شہر دار وچ پناہی ہمارے چہان میں قہر میں اس پناہی میں جگہ جگہ مولیٰ کو پناہی کر لی ہو رہی ہے۔ میں لکھتا ہوں کہ ہمارے بچے یہ پناہی چاہتا ہوں ہے۔ ہم اس جیل سے فائدہ اٹھ کر پناہی مل چکی کر سکتے ہیں۔" پھر چوری نے اسے حوصلہ دیا۔

"اس تو آپ کی گنج ہے۔" انہی ہم اس سوتے کا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اگر ایک بار مال بیاس سے پناہی ملتا تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔ آگے تو پھر مولیٰ وہی پناہی سٹیل کی ہوئی ہے۔ آگے کوئی ہمارے دل کو دہشت دلا نہیں ہو گا۔ وہ کھنڈ ہونے لگا پھر اس کا صہان مولیٰ خدہ گھر کی طرف گیا تو وہ سستی خرم میں بول۔ "اے آپ کا مولیٰ خدہ گھر تو بڑی اونگھی پڑ گیا۔ ہر سے ایسے کام کی امید نہیں کی جیسے۔ اگر وہ پناہی کے ساتھ مل جاتا تو کچھ خرم میں پڑ جاتا۔ اب بھی ہاتھ کہاں پناہی دینا ہے کہ کس کے ہاتھ میں آئے۔ مجھے تو لگتا ہے کہ آپ نے غلط دیکھی اسے کی تو پناہی حاصل کی اور اسے وہی نہیں کی پناہی پناہی ہوتا ہے۔"

"میرا بھی میں ملیں ہے۔ اونگھی وہ نہیں ہے۔ اس کے ہاتھ میں نے پناہی تھا اسے یہ کوئی ہی دہشت کرنا نہیں دے گا میں سے اب۔" طالب نے کام لینا دہا۔ اس کی ہر سے مجھے پناہی آسانی تھی۔ گاؤں والے اس کی بات بہت مانتے تھے اس لیے مجھے انہوں کو سنا پھر سے دور رکھا ہوتا، اس کے لیے مولیٰ سے کہہ دیتا۔ مولیٰ ادا کے خدہ اب اور جہم کے ادا ہے دے کر لوگوں کو قاتل میں کر لیا تھا لیکن اب اس کا جو کھانا سکل کر مانتے آ رہے ہیں، ان کے ہاتھ پھیر رہے کہ لوگ اس کی ستمانی پر حائل نہ رہیں، میں بھولی کر اپنی من دلی کرنے لگیں گے۔" پھر چوری نے انکی اپنی پرچائی کا انکھار کیا۔

"یہ تو زیادہ دہشتہ نہیں ہے چوری صاحب! انعام گھر کے ہر کوئی سہر بہت خالی ہو چکا ہے۔ اس کی جگہ جگہ مولیٰ آئے گا، آپ اسے اپنا لے لیں گے۔ پچھ میں پناہی دہشت ہوئی ہے۔ اس کے مٹانے دے دے زام وگہا پناہی ہے۔" ہمارے دہشتہ وہ دہا۔

"خیر، جانے دیں اس سٹیل کے۔ یہ سٹیل میں پناہی ہو رہی، پناہیوں کا اس وقت جگہ اصل مسئلہ ہے وہاں پناہی کا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ لکڑی اور کھانیں دونوں کے ساتھ ہی پناہی کر دی جائے۔"

"یہ تو بہت زیادہ دہشت والی بات ہو جائے گی چوری صاحب! اسے شہر آپ کو اطمینان دے کہ شہر دار وچ آج کل اس سٹیل کی طرف دھیان نہیں لگتی، شراکت سے اسے کچھ ہنگامہ نہیں، وہ وہی ادا ہے پر پناہی تو ہمیں تو بہت زیادہ نقصان ہو جائے گا۔" پھر چوری نے جواب دیا کہ اس نے فوراً اسے پناہی کیا۔

"ابا نہیں ہو گا۔ میں نے اس بات میں سزا دی منصوبہ بندی کر لی ہے۔ میں اس نظام کو دہشت کر دوں گا اور اس طرح سے مٹا دیا جائے گا کہ اسے ہوش ہی نہ رہے۔" پھر چوری نے گھر سے اطمینان کے ساتھ جواب دیا اور اسے اپنا منصوبہ بیان کیا۔ اس منصوبہ کو نہ کر وہ بھی مطمئن ہو گیا۔

☆☆☆

"خود چورہ کہ خدہ کے سٹیل میں پناہی ہے میرا خیال! اس سٹیل پر ہر کام نہیں کر سکتے ہوتے ہیں۔" میں نے دہشتہ صاحب سے پناہی مشکل سے بات کیا ہے۔ کوشش کرنا کہ شہر دار وچ پناہی ہوتا کہ وہ حجاز سے پناہی دے سکیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کے اس دورے کا پورا پورا فائدہ حاصل کیا جائے۔"

"آپ ٹھکانے پر میرا میں اب اس نظام کا ذاتی طور پر ہاتھ لے رہا ہوں۔ خود چورہ میں خدہ بے لے مارے انکھالت کر سکتے ہیں۔ ہر دہشت اور اونگھی کے خدہ پناہی ہیں۔ ہمارے صاحب کے سٹیل خدہ انہیں سے پہلے انہیں پناہی دے دیا کر اپنے پناہی دہشت کے بارے میں پناہی کیا جائے گا۔ جیل والوں اور چوری اہم شخصیات کو دہشت نے سٹیل دے دیے گئے ہیں۔ انہی دہشت میں خدہ کا بچہ ہر دہشتی سے زیادہ اچھا رہے گا مٹانے آئے گا۔" پناہی نے اسے ٹھکانا دیا۔

"یہ آبادی میں کام کیا میں رہا ہے؟ انہی کی ناش واکور ہونے کے بعد میں دہشتہ وہاں کا پناہی گھر نہیں سکا۔ دہشتہ صاحب کو دہشتی کرنے میں سے پناہی میں خدہ کا وقت لینے کے لیے اپنی ادا لگا دو کر لی پناہی کی اور طرف دھیان ہی نہیں دے گا۔"

"وہاں کا کام اگل اسے ان طرح سے ملے گا کہ اسے اس کی رحمت کا کچھ تقریباً حاصل ہو گیا ہے میں دہشتہ وہاں اور انہیں کے لاشیات احوال کے ذاتی ہو جائے گی۔ پھر آپ سب کی اس دہشتہ اچانک سے فوری ہو کر انہیں پناہی جائے گا۔ پچھ میں دے گا کام کا۔ اب اچانک

میں ہنسنے پر لیے بیٹھے تھے اسے مٹھن چھیں ہے۔ کھل کے اخیار
میں انھوں والے حادثے پر اس کا ایسا کاٹ ڈاک کام شائع ہوا
ہے کہ میں نے یہ کاش اٹھ کر اٹھا۔ اس نے کئی کام لیے لیکن
اسی انداز میں حادثے کا ذکر کیا ہے کہ اسے وہاں کچھ بھی
پانچ کس کی طرف اشارہ ہے اور کوئی اسے یہ بھی کہہ
سکتے کہ تم نے میرا کام نہیں کیا؟" یہ آواز کے ذریعے میں
وہ بات دہی دیتے ہوئے وہاں نے ماضی آقا ب کے بارے
میں بھی وہ بات دہی دے دی۔ ماضی آقا ب کے لیے اس کے
لے میں گہری سانس لی۔

"آقا ب بہت ذہین آدمی ہے لیکن مسلسل غلطیوں
سے کھیل رہا ہے۔ مجھے اس کی طرف سے بڑی گہرائی ہے۔"
وہ انھوں کے کھانے کے باوجود کبھی خطرے کو خاطر میں
لائے بغیر وہی چمک رہا تھا جو مناسب سمجھتا تھا لیکن آقا ب کی
طرف سے اسے کچھ گہرائی تھی۔ خصوصاً کشمیر والے
مسائل سامنے آنے کے بعد اسے سخت تشویش تھی کہ اگر کسی کو
اس بات کی ہلک چمک چمک آقا ب کی خبریت سو فیصد خطرے
میں چمک جائے گی اور وہ ایک شخص اور کام کے آدمی کا شائع
نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔

"ظہور تو ہم سب کے لیے ہی ہے سراسر ہم جن لوگوں
کے خلاف جدا جدا کر رہے ہیں اور ہم سے زیادہ اختیار ہے
فکرت نہیں ہیں لیکن اس لیے زیادہ خطرناک ہیں کہ ان میں
انسانیت ذہنی کوئی چیز نہیں ہے۔ انسانوں کی جان سے ہلک
اور انھیں نقصان پہنچانے کے لیے کوئی بڑی بات نہیں۔ آپ
کو بھی ایک ہی نظام مل چکا ہے کہ جب آپ راستے سے ہٹ
جائیں اور شاہی بارہا بات خریدنا چاہتے ہیں۔ اس کا اشارہ
اس حادثے کی طرف تھا جس میں شہریار کو یہ قہر دیکھ کر
کڑی لیا گیا تھا۔

"میں نہیں دیکھتا اسے ڈرنے والا نہیں۔" اس نے
بے غمازی سے شانے اٹھائے اور ایک دھڑک دھڑک پر
چمکا۔ "تم نے اسے اس کی لاد کر کھیل کے گرو والوں تو
بھی تقریب میں آنے کی دعوت دے دی ہے؟" اس نے چمکا
ہوں کہ اس تقریب میں ان دونوں خاندانوں کے لیے مالی مدد
کا اعلان کیا جائے۔ ان لوگوں کا جو نقصان ہوا ہے اسے تو جیسا
میں کیا ہوا سنا لیکن ان کی مزاحمت انوائی اور مالی معاونت کے
ذریعے دوسرے لوگوں کو یہ نظام تو بڑا چمکا ہے کہ فرض نے
لیے چلن تریاں کرنے والوں کی رہائی دیا لیکن نہیں جانی۔"
"میں سراسر اس نے ان لوگوں کو دعوت دے دی ہے۔"
تقریب والے دن دفتر کی گاڑی انھیں لے جانے کی۔

مہمانان نے اطلاع دی۔ اسی وقت میز پر رکھ دیں بننے
لگا۔ اس نے ایک قاش کو کھولتے ہوئے مہمانان کو کال کرنا
کرنے کا اشارہ کیا۔ اس نے وہ میز پر رکھ کر ایک صند کے
لے بات کی اور پھر یہ میز اس کی طرف بڑھاتے ہوئے رہا۔
"میں نے یہ سارا صاحب ان پر ہی سہا آپ سے ملی
ضروری بات کرنا چاہتے ہیں۔" اس نے اپنی زبان کوادی نے
انسان کو چمکا ہے ہوئے وہ میز پر قدم کیا۔ اس شخص کو سخت
ناپسند کرنے کے باوجود اس سے بات کرنے پر بھی رخصتا۔
ایک ہی صند میں وہ کھڑے رہے اور اس کی ایک دوسرے سے بڑھ
وہاں سے خارج ہوئے وہاں سے اسے دیکھ کر ہنسنے لگے۔
سجاد نے کئی یقین دہانی کے باوجود اس تک کوئی ایسی انتہائی
چوڑی واضح نہیں ہوئی تھی کہ تازہ سے نہایت مل چلی۔ اس
شخص کی جڑیں بھی جیتا مضبوط نہیں اس لیے سجاد اسے ایسی
تک وہاں سے نکالنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

"السلام علیکم اسے ہی صاحب اس کے لیے حوائج ہیں
آپ کے؟" اس کے ہلکے ہلکے دوسری طرف سے مسکراتا
کی تم جوش آواز کی دی۔

"وہیکم السلام۔" سراج نے سیدھے پاؤں پر آیا آپ نے؟"
اس کی گرم جوشی کو خاطر میں لائے بغیر اس نے رام
راستہ کرنے کا قصد و وقت کیا۔

"آپ کو ایک اہم اطلاع دینے کے لیے فون کیا تھا۔
دینے تو یہ پچیس کا معاملہ ہے لیکن چونکہ آپ پہلے ہی کی
اس معاملے میں دیکھی ظاہر کر چکے ہیں اس لیے میں نے
سوچا کہ آپ سے یہ معاملہ شیئر کرنا چاہیے۔ آپ یہ جیتے ہوا
انکار ہے کہ آپ اس بات سے نکتہ معاملے میں بہت احتیاط
سے کام نہیں لیتے۔"

"یہ معاملہ؟" مظہر بڑی اصراری باتوں نے اس
کے نفس کو کھڑکا۔

"میں ان لوگوں والے معاملے کی بات کر رہا ہوں۔
آپ نے جب مجھ سے اس معاملے پر بات کی تھی، آپ سے
ی میں نے اس پر خصوصاً غور کی ہوئی تھی۔ ماضی ایک خبر
پر اطلاع ملنے لگا ہے کہ ڈاکو آج رات کارروائی کرنے
والے ہیں۔ ان کا نشانہ بڑا بڑا ہو رہا ہے اور یہاں تک کہ کوئی
ایک گاڑی ہو سکتا ہے۔ خبر کو گاڑی کے بارے میں کچھ معلوم
نہیں لیکن یہ ہے کہ کارروائی آج رات ہی کی جائے گی۔
میں نے سوچا کہ آپ سے بھی معلوم کروں۔ اپنے فون نے
اپنے طور پر پچیس فون کے جوابوں کو جوابات دے دی
ہیں۔ ان فون کی مقامات پر پچیس فون سوچ رہا ہے۔"

ان لوگوں نے اس طرف کا بھی رخ کیا۔ انھیں سڑکی کھائی
چمکے کی گئیں آپ بھی اس صند میں اگر کوئی چاہتے رہا
چمکے چمکے دے دیں۔ میں اس سے قائل تھا ہانے کی
کھل کر رہا۔" مظہر بڑی دی ہوئی اطلاع دہی ہوئی
وہاں سے گئی۔ اگر وہ اس اطلاع سے متعلق کچھ کارروائی
کرنے والے تھے تو یہ بہت اچھا موقع تھا کہ انھیں گھیر کر
گھر لے کر لیا جائے۔

"آپ نے اس صند میں جو بات کی ہے میں ادا رہے
اس کی تفصیل بتا دینا تازہ صاحب! اب ہی میں آپ کو کوئی
معلوم دینے کے قاش ہو سکتا ہے۔ معاملہ یہاں تھا کہ وہ
سارے اختلافات ہمارے لیے اس لیے کیے ساتھ کھنکھ
کر لے لگا۔ اس نے بھی یہاں تک حقارت سے منسوب کی
مخاطب کر دی۔ اس کی بڑے کردہ محنت کی بہت اچھی تھی اور
اس کے پیچھے اس کا برس کا تجربہ عارف نظر آ رہا تھا۔

"دیکھیں! ہمیں تازہ صاحب! شہر نے فوراً اسے
مرحوم۔" آپ کا شکریہ ادا کیا ہے۔ میں آپ اس
بات کا خاص خیال رکھنے کا کہ پچیس فون کے لوگ سارے
پچیس میں اور بہت خاموشی سے ان تینوں چمکوں پر اپنی
پروا کاں متبادلیں۔ میں سراج بھی نہیں لے رہا ہے اس طرح کوئی
ان لوگوں کے لیے بھی گہری کر سکتا ہے۔ اگر انھیں پچیس
جانوں کی سہولت کی ہلک بھی لے کر وہ چمکے ہٹ جائیں
گئے اور ہمارے ہاتھ سے انھیں گرفتار کرنے کا سہری سراج
مل جائے گا۔"

"میں خیال رکھوں گا سراسر اس شخص کی ہی پر چلائی ہے
کہ میں تین گاڑیوں کو کرنے کی وجہ سے میں لڑکی کی تھوڑی سی
کھانا ہے لیکن یہ بالکل واضح ہے ہمارے پاس کچھ ڈاکو
شہری میں آگیا ہے اس لیے ہمارے جہان ان پر تم تعداد
کے باوجود بھی کامیاب رہے ہیں تو یہ ہمارا کام ہے۔"

"یہ بہت بڑا فیصلہ ہے تازہ صاحب! بے خبری
میں کھڑوں کے ساتھ ہی آپ ان لوگوں کی بڑی تعداد کو باہر
چمکے ہیں۔ اس لیے فون نے آپ سے کہا ہے کہ آپ پروری
کھل چکے گا کہ کوئی گاڑیوں کو آپ کی کارروائی کا علم نہ
لے۔" مظہر بڑے ذرا دے کر کہ۔

"یہ بات میں ابھی طرح سمجھتا ہوں سراسر اس آپ
کا کہیے گا کہ میں کامیابی لے۔"

"ڈس! بیسٹ آل! ک تازہ صاحب!" اس نے
اپنی چوڑی روٹ راست کے جواب میں کہا اور فون بند کر
کے کھس کھڑا سے اپنی طرف دیکھتے مہمانان کی طرف

مخبر ہوا کہ اسے ساری تفصیل کہہ دینی۔

"میں ان لوگوں نے آپ کو نقصان پہنچانے کے لیے
کوئی ناپاوان نہ دیا ہو۔" یہ بات سن کر وہ ان کے
لے کا اظہار کیا۔ وہ کچھ باتیں کھڑے ہوئے۔ وہ کچھ جوش
ہا چکا ہے اور اس سے کچھ نہیں تھا کہ وہ کھنکھار والی
میں صبر دینے کے لیے یہ قول لے رہا۔

"یہ سکتا ہے ہمارا دشمن ہو سکتا ہے۔ لیکن میں نے اس میں
لی کے سامنے ایسا کوئی ارادہ ظاہر نہیں کیا جس سے اسے گے
کے میں اس کارروائی میں شامل نہ چاہتا ہوں۔ البتہ اس
معاہدے کی تصدیق کے لیے میں اور وہ سے ہی کی گئیں ان
لوگوں پر نظر ضرور رکھوں گا۔ یہ نقصان پہنچنے کی بات مگر
مست کردہ اس ہمارے ہوشیار ہیں اور پہلے سے اپنی حفاظت
کے لیے ایسے انتظامات کر کے گاڑی کا کر کے نقصان
پہنچانے کی کوشش نہ کیے۔ اسے اپنے ارادوں میں کامیاب نہ
ہو سکیں۔" اس کے اس جواب پر مہمانان ایک گہرا سانس
لے کر رہ گیا۔ اسے اندازہ تھا کہ وہ اس جہاں ہائی ٹیکن اس
کے ارادے سے باز نہیں رہ سکتا۔

۵۵۵

راستہ دھیرے دھیرے گہری ہوتی چار ہی تھی۔ روایتی
گاڑی میں ڈی ایس پی مشور کے ساتھ سو رہے تھے۔ اس کی
گاڑی میں سب مسافر مہمانان اراکین کر رہا تھا۔ ان گاڑی
کے پیچھے ایک پچیس ٹیپ بھی سو رہی۔ اس نے بھی وقت
پر پہنچنے کیلئے بدل دیا تھا کہ ان میں بھی اپنی اہمیت کو انھیں
لی تازہ سے پوچھنا دیکھ کے گاڑی کے وقت خروار کرنے کے
اس نے اس لیے سے یہ خواہش ظہور کی تھی کہ وہ اس کے لیے
ہوئے انتظامات کا جائزہ لینے میں گاڑی کا وہاں نہ چاہتا
ہے اس لیے اس کی اس خواہش پر کوئی توجہ نہیں کیا تھا۔
البتہ یہ احساس ضرور دلا تھا کہ اس کا یہ اقدام اس فون کے
لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ یہ کچھ حالات کا کچھ پانچوں
تھا۔ ڈاکو بھی وقت چوس رہے تھے کہ کسی گاڑی پر دھار
ہل سکتے تھے اور اگر وہ کسی ایسے گاڑی میں داخل ہوجاتے
جہاں وہ موجود ہوتا تو اسے نقصان پہنچنے کا احتمال تھا۔ انھیں
لی کے اس خدشے کو خاطر میں نہیں لایا تھا اور اپنی فون پر
قائم رہے ہوئے علاقہ ڈی ایس پی کو اپنے پاس بیٹھنے کے
انتظامات دے رہے تھے۔ اب ڈاکو اس لیے اس کے ہاتھ تھا
اور وہ لوگ پھر آہا اور پھر وہاں پہنچے تھے۔ وہ پچیس پر
انھیں فی سلسل ان لوگوں سے اپنے ہاتھ تھا۔ وہاں انھیں
چمکے کام کر رہے تھے اس نے پچیس اس سوئے ہوئے

اس نے غمراہوں میں خودی خود پر قابو نہ کھول دیا۔ فوراً ہی پلٹ کر
 کی طرف سے بھی جوابی فائر ہوا لیکن وہ لوگ بہت محتاط
 فائرنگ کر رہے تھے۔ شہر دار نے اس سلسلے میں خاص دہانت
 دی تھی۔ وہ گھروں کا گندہ کرڈال کر نہ چاہتا تھا کہ ان کے
 اور بے اصل غمراہوں کا پکا ہاٹک۔ اس احتیاط پندی نے
 غمراہوں کو سچے انداز پر قابو رکھا۔ شہر دار نے یہ کوشش
 کر لی۔ اور اہل اس کوشش میں کامیاب بھی ہو گئے۔ فائر
 کرتے ہوئے انہوں نے پہلے آہستہ آہستہ بڑک پھڑکی پھر
 کچے میں آخر کار اندھیرے کا جھنڈا بٹھا دیا۔ شہرے نے بھی
 اپنے ساتھیوں کی خودی کرنے کی کوشش کی لیکن اسے یہ سوچ
 نہیں دیا تھا۔ اور اٹھو سے یہ ایک وقت فائر ہوئے۔ ایک
 گولی اس کے پیچھے لگی اور دوسری پشت میں بھی گولی لگی
 کھا کر وہ ایک منٹ سے لڑ کر پھر حرکت نہیں کی۔ شاید پشت پر
 کچے والی گولی نے دل تک رسائی حاصل کر کے اس کی زندگی کا
 چراغ بجھ کر رکھ دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر جو تھے بندے نے
 ہتھیار بھینک کر ہتھیار اٹھائے۔ فوراً ہی پولیس کے جوانوں
 نے اسے گھیر کر اس کے ہاتھوں میں جھکڑی ڈال دی۔ دہلی
 پولیس کا ماسٹر کیلک تھا تو دوسرا پکا تھا۔ دونوں لوگوں کا سر پری ما
 بناؤ لپٹے کے بعد ہی یہ بات سامنے آئی کہ ان کی دہلی کی
 اطلاع بالکل درست تھی۔ اور وہ دہلی والی لہجہ تھا جس کو
 اسے ہٹوں سے پکارتے تھے کوشش کی جارہی تھی۔ اس کا ساتھی
 شہر دار کا چہرہ جھٹکا لگا۔ اسی انہیں فی منظر بھی بہت خوش
 تھا۔ اس سبب کی کارروائی میں اسے ہر جگہ اور جگہ خاص نہیں
 کرنا پڑی تھی لیکن کرپٹ پر دام مارا سے ہی مٹا۔ شہر دار اس
 پورے میس میں خود سامنے نہیں آسکتا تھا۔ ساری سائنس
 پولیس کے جیسے ہی آئی تھی۔

”اسے کسی محفوظ جگہ رکھنا۔ یہ بڑے کام کا بندہ ثابت
 ہو سکتا ہے۔ اس کی مدد سے ہم اصل غمراہوں تک پہنچ سکتے
 ہیں۔“ گروڈاشو جسکی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس
 نے جاہلیت دی جس کے جواب میں اسی انہیں پلٹنے والی
 فرماں برداری سے انکسٹ میں سر ہلا دیا۔ اس وقت وہاں
 دہلی پولیس بھی پہنچی تھی۔ گروڈاشو کو کھنڈہ مقام پر پہنچا ہوا
 آدمی کے لیے وہ پولیس کا انتظام اور متعلقہ سینیٹر کو پولیس کی
 اس کارروائی سے آگاہ کرنے کے مساکر اور چلی تھے۔ مختصر
 غری کے ساتھ یہ سارے معاملات نمٹانے کی کوشش کی
 جارہی تھی۔ مگر وہ افراد کے چپے جانے والے تھے اندھیرے
 میں ایک نوٹس لپٹا کر آچکے تھے۔ ان لوگوں کے لہر ہوا
 جانے کا اسے افسوس تھا لیکن جتنی جلد کامیابی ملی تھی اس

کے تھے جسے یہ پھر نہ مانتا تھا۔ وہاں سے فائر کیا جا سکتا تھا۔
 اس قسم کے آپریشن میں ایک چھوٹی سولی کو تین کاہ۔ جس
 رکھ کر چڑھتے۔

”شہر دار تیس سال آری ہے۔“ وہ لوگ بھی اس
 معاملات کو کچھ ہی دے گئے کہ شہر دار خان نے ان کو اطلاع
 دی۔ اسی انہیں فی کادو تیس سیٹ اس کی گاڑی میں قرار اس
 اطلاع پر اس نے سالیہ نظروں سے شہر دار کی طرف دیکھا اور
 اس کی طرف سے کال دیکھ کر نے کا اشارہ دے کر خود گاڑی
 کی طرف چلا گیا۔ گاڑی دہلی دہلی دہلی آگئی۔ ان کے
 چہرے پر کچھ دھڑکتا تھا۔ وہ کچھ پریشان بھی لگتا تھا۔

”خیریت؟“ شہر دار نے پوچھا۔

”انہیں کیا صاحب تھے۔ فوراً ہر گاڑی پر ڈاکوؤں نے
 حملہ کر کے وہاں پر کافی لوٹ مار پائی۔ ہر اور طرار ہونے میں
 کامیاب ہو گئے ہیں۔ ڈاکوؤں کی دہلی آدمی کا افسار بہت
 دیر سے ملی۔ اطلاع ملنے کے بعد بھی فوراً طور پر کارروائی
 نہیں کی جا سکی۔ جس کی زیادہ تر پولیس جگہ آیا۔ مگر اور اس
 آباد کی حفاظت پر مامور تھے۔ نوکرت تھا جس میں سو جوتھی کو
 بھی ہم اپنے ساتھ لے آئے تھے۔ پھر جانے کا فون بھی
 نہ گاڑا تھا اس لیے کوئی رابطہ نہیں ہو سکا۔ دوسری جگہوں پر
 سو جوتھی نہیں کے ہوا ان جب تک خود فوراً پھینچے وہاں۔ اور
 کھیل لٹم ہو چکا تھا۔ انہیں فی صاحب خود فوراً پھر میں ہیں اور
 بچے کی دھمکاؤں کا تھا۔ اس نے اطلاع دی تو شہر دار کی
 مشن دور ہو گیا۔ وہ کچھ ہاتھ کر ڈاکوؤں کا کچھ آخر کار نے
 گاڑی دور کیا تو اس کی اسٹینک کی طرف سے اس کی آہ
 چنانے کی کوشش کی گئی ہے لیکن وہاں تو جگہ ڈاکوؤں نے
 کارروائی ڈال دی تھی۔ ایسے جن جگہوں کے بارے میں
 اطلاع دی گئی تھی۔ ان سے بہت کر باطل مختلف جگہ پر یہ کام
 ہوا تھا۔ اب یہ نہیں معلوم تھا کہ ڈاکوؤں کو پولیس کے کس
 میں پہنچے ہوئے کی خبر ملی تھی اس لیے انہوں نے اپنے رہنا
 بدلنا تھا۔ اصل ڈراہی اس طرح چھان کیا تھا۔ یہ بات
 کوئی عیب از اسکا نہیں تھی کہ ڈاکوؤں کے سینے کا ڈانچہ جگہ
 اس کی توجہ جتانے کے لیے ہی چلا گیا ہو اور اس ڈانچہ کا
 حقیقت کا ایک دہنے کے لیے ہو۔ پھر گارڈ کٹ ڈاکو کی
 اس طرح آرا سے یہ حقیقت کا بھی کمان ہوا تھا اور ان کی کھنڈ
 رہتے ہوئے کہ ان کی تھوڑے ذلیل اور ان کی پولیس اور ان کا
 آپس کا کچھ ڈاکوؤں کی بات تو نہیں تھی۔ نہیں کہ وہاں کے
 لوگ انہیں کے مقام کی خاطر ایک دوسرے کی عداوت اختیار
 ضرورت کرتے ہی رہتے تھے۔

”آپ نے انہیں کیا صاحب کو یہاں کی صورت حال
 کے بارے میں آگاہ کیا تھا؟“ فوراً میں یہ ساری باتیں
 سوچتے کے بعد اس نے اسی انہیں فی سے پوچھا۔

”خیر اور ان کی جلدی میں تھے کہ اپنی بات کہہ کر رابطہ
 قائم کر دیا۔ مجھے پکڑنے کا سوچ ہی نہیں تھا۔“

”انہیں آپ کے ساتھ بھی کبھی خودی اور میں معلوم
 ہوئی ہے؟“ پھر اسے اس خودی کی سہمت سے فائدہ اٹھا
 کر آپ اپنا کام مکمل کر لیں۔ میں طوار پنے اور اندر کے ساتھ
 فوراً کے لیے روانہ ہو رہا ہوں۔ آپ سے اس بارے میں
 کچھ بھی کہیں کی جواب دیں جانے تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ
 کچھ کیا کیا گیا اسے ہی صاحب کے کہنے پر کر گیا۔ آپ کے
 اور پھر نہ کہتے ہیں خودی میں خدائیں فی صاحب کو بتا دوں گا۔“

”وہی انہیں فی کا جواب سن کر اس نے اس سے کہہ اور پھر تیز
 قدموں سے چلتا ہوا اپنی گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے ہم
 پھر ہم خان نے گاڑی کو ہوائی جہاز طوار پنے فرمائے پھر
 ہوائی گاڑی میں خودی سے فوراً پھر کی طرف اور ہی تھی۔ اسی
 گاڑی سے اس کا ذہن بھی دازم تھا۔ وہ اندازہ کر سکتا تھا کہ
 کچھ ہی پہنچے جو کچھ ہوا ہے۔ اس سے سارے طوط افراد تری
 طرح غلام ہیں گئے۔ بہر حال وہ انہیں ڈک کر پیچھے ہی چکا
 تھا۔ اب وہ دیکھتا تھا کہ کڑی ہوئے والا کھنڈ جس میں اس کی
 کمان دی کر رہے تھے اور اس کھنڈ کے چان کی بنیاد پر اس جرم
 میں طوط کس افراد پر گرفت آ رہی تھی؟ اپنی اس کا ساتھی
 کے ساتھ ساتھ اسے فوراً پھر کی بھی گرفتار دی تھی۔ اس پھر نے
 سے گاؤں میں ڈاکوؤں نے جانے کئی چلی چالی ہو کی؟
 غریب دیہاتیوں کو پہنچنے والے تھے ان کے خیال نے اپنی اتنی
 بڑی کامیابی کی خوشی کو بھڑک رہا تھا۔

☆☆☆

”میرے بچے ایسے جیسے تھے۔ یہ جیسے یہ۔۔۔
 نصابی بھی ہم پر آزماتے رہے ہیں۔ وہ لوگ بھی خودی اور
 تعلیم اور محنت کے غم سے لگاتے نہ آتے ہیں اور انہیں
 ہمدردی کی آواز میں صورتوں کو اس کے ذہنوں کو کچھ بھی کر کے
 انہیں اپنا۔ انہوں نے پہنچے ہیں۔ ان کا کاروبار مکمل مقصد دار سے
 لوگوں کے ہاتھ کر دیا۔ انہیں اپنے مذہب میں متاثر کر رہا تھا
 ہے۔ اب انہوں نے ایک اور چال چلی ہے۔ ان کا مقصد یہ
 ہے کہ یہ ایک مسلمان اپنا مذہب نہ پھوڑیں لیکن ان سے
 چھپے اس طرح بدلی جانیں کہ وہ انہیں دہلی کے ہی مسلمان
 نہ جانیں۔ اس کام کے لیے وہ اپنے دشمن خیالی کاراگ
 لاپنے والے مسلمانوں کا استعمال کر رہے ہیں۔ انہیں تم اپنے

ملائے میں آج کل سرگرم رہ رہے ہیں۔ یہ سارے ملائے کو کیا
 اسے بھی انہی لوگوں میں سے ہے۔ یہ لپٹے ہمارے لوگ
 ہوتے تھے اور یہ ہیں انہی لوگوں میں سے ہے۔ یہ لپٹے ہمارے لوگ
 بے نیکی انہیں یہ معلوم کر کے ہٹانے والے انہوں میں
 جو تعلیم دی جانے کی۔ اس سے مسلمان بچوں کا بھی غراب ہو
 جانے گا۔ وہ اپنے دین بھول جائیں گے۔ اس چال پر
 اسے کیا اپنا کھنڈ؟ ایسے کرانے سے بچنے کوئی کھنڈ رسول
 سے دارنے والا نہیں۔ ان کھنڈوں میں کچھ عام شراب پی
 جاتی ہے۔ مگر ان کو کچھ ایسا یاد ہے۔ جو انہیں یاد ہے۔ ان کے
 بچے کا ذہن حرام کی کھنڈ سے بھرے ہیں۔ ایسے بچے
 شہر سے کیسے فروغ دی جا سکتی ہے کہ اس کا کوئی کام
 مسلمانوں کی بھلائی کے لیے ہوگا۔“ بھولی ڈاکو اور
 غصے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے کچھ لوگوں سے بڑے نرم لہجے
 شہر دار گروہ تھا۔ ان لوگوں میں سے کئی کی عمر سولہ سترہ
 سال سے زیادہ نہیں تھی۔ بہت توجہ سے ان کھنڈ کی باتیں
 سن رہے تھے۔

”مگر مولانا صاحب آج کل ذہن سے قطع میں سے
 اسے کی جلدی معلوم ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ایک ایمان دار
 اور بہادر انسان ہے۔ اسی کی وجہ سے یہاں سے ہونے والی
 گاڑی اور کھنڈوں کی اسٹینک کا پھاڑا ہوا ہے۔“ تقریباً
 ہر دو سال کے ایک گورہ سے پتہ چلے کہ اس کی سببیں انہیں
 پہنچتی شروع ہوئی تھیں۔ کہ وہ انہیں انہیں اپنے انداز میں سن رہا
 تھے کہ بچے کی نوابی پر کھنڈ جاتا ہے اور پھر پہلے سے کئی
 زیادہ یہ حقیقت کچھ میں ہوتی۔

”کیا تو وہ دھنکھنڈے ہیں میرے بچے جن سے وہ
 لوگوں کو حاشا کرنا چاہتا ہے۔ ہمارے شہر میں انہوں کو بھی
 لیکن دیکھو۔ انہیں تک کھنڈ کرانے کی بات سامنے نہیں آتی۔ چنانچہ
 اندر ہی اندر اس نے اور پولیس نے اسٹینک سے ایک حکاکر
 لپٹا ہوا۔ مجھے تو لگتا ہے کہ یہ لپٹا ہوا انہیں اس سے کہا ہوگا کہ
 اسٹینک سے اس کی مرضی کو پھنڈ نہیں دے رہے ہیں۔ ان کے تم
 لوگ دیکھ لیا کہ آگاہ وہ ایسے لپٹے ہوگا۔“

”میرے ہاں میں تو میں ایسے لپٹے ہوگا۔ وہاں
 سے ماراں۔ ایسے وہ چارہوت جائیں گے کہ ان کے ہاں
 رتھوں کے دماغ خود بہ زور ہی ٹھکانے آجائیں گے۔“
 جہاں بات کی شدت سے سر ہٹاتے پھر کے ساتھ پھر کچھ
 میں یہ لپٹا ہوا۔ انہوں نے انہوں کی بات پورہ پورہ سن لی تھی۔
 کھنڈ سے میرے بچے اٹھلے سے بھی بہت سوچ
 لپٹے کہ ان لوگوں سے نمٹنا ہوگا۔ یہ بڑے ہی اٹھنے لوگ

ہیں۔ تہاوری طرح خود میرا دل بھی غصے سے بھرا ہوا ہے۔
خاص طور پر ان لوگوں نے مولوی غلام محمد پر جو رنگ اڑام
لگا دیا ہے اس کے بارے میں سوچنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ اہل اہلسنت ہے۔
ایک منظم اور سچے آدم پر ایسا منگوا اڑام ایسا نہیں لگا
ہی اس لیے ہے کہ ان لوگوں کا دل بھی داہنہ لگنے والے افراد
کی طرف سے گلاب ہو جائے۔ دینا چاہتی ہے کہ پاپیوں جو
چاہے وہ کر سکتی ہے۔ جانے ایسوں نے کب کس طرح اس
مقصود سے کوفہ کب کر کے اسے جان سے مارا اور بھرناس
مولوی صاحب کے کمرے سے اور ذات کر لی۔ بے چارے
مولوی غلام محمد سے مراد سے آدلی تھے۔ اس سازش
سے کیسے جھپٹے۔ بے چارے اپنی جان اور عزت بچانے کے
لیے نہ جانے کہاں چھپ کر بیٹھے ہوں گے؟ وہ بھڑکنا ہادش
کا بی عرصے سے ماسٹر لوگوں کے دماغ خراب کرنے کی
کوشش کر رہا تھا۔ اس کی تو بڑے عرصے سے خواہش تھی کہ
ولادہ دہ سے ہٹا دیا جائے۔ اب اس سازش کے بعد تو ظاہر ہے
اس کا مطلب یہ رہا ہو گیا ہوگا۔ پھر بے خیال کی تو وہ منتر
بھی اس سازش میں بہت بڑے کھنڈ کے ساتھ شامل ہو گا۔
پھر حال میں نے جھگڑا کیا ہے۔ ایک دن خیرہ دیکھ گئے۔ جن
دیکھ لو کہ ابھی ان کفار کے کانہ کاروں کی دقتی اورانہ ہے۔ جس
دن دہی چلی گئی۔ سب کا دم ناگ میں آ جائے گا۔" وہ لکھ میں
بڑی مصلحت لیے ان مصمم ذہنوں میں یہ بھر دیا تھا۔
"کیا ہم ان لوگوں کے خلاف چلے نہیں کر سکتے مولانا
صاحب؟ اپنے دین کے خلاف سازش کر کے والے ان
لوگوں کے خلاف جہاد کرنا تو ہم سب پر فرض ہے۔" وہی لڑکا
ایک ہر بھر جوش سے بولا۔
"اس کے لیے بڑے جوہر اور ہمت کی ضرورت
ہے۔ جہاد جہاد پکارنا ایک بات ہے لیکن وقت پڑتے ہیں
کی بازی لگانا چاہئیں۔" اس نے جانتے والی
فکروں سے اپنے سامنے پیٹھے لوگوں کو دیکھا۔
"وقت پڑنے پر ہم اس بات کو ثابت کر سکتے ہیں۔
ہمارا جذبہ صرف ذہنی نہیں ہے، ہم عمل کی بھی ہمت رکھتے
ہیں۔" ان میں سے ایک شخص نے ایک ساتھ بول اٹھے۔
"شاہاں میرے بیچ اہل سنت اور اہل تہاوری سے حق جیسے
چاندراؤں اور اندروں کی ضرورت ہے۔ مجھے ظہر ہے کہ
تہاوری سے اندر ہے ہمت اور جذبہ پھر یہی تربیت ہے جو کیا
ہے۔ تہاوری ہم سے میری آخرت بھی منور چاہے گی۔"
لوگوں کے اس جذبے پر وہ آدھ دیکھ دیا اور کیا۔
"پھر آپ ہمیں بتائیں کہ کیا کریں مولانا صاحب؟"

ہم ہند سے جلد پکڑ کر لے جاتے ہیں۔" لوگوں نے اصرار کیا۔
"ابھی نہیں میرے بچے! ابھی حوصلے اور قوت کا وقت
ہے۔ ضرور پڑنے پر ہمیں خود کو لوگوں کو بتاؤں گا کہ کیا کیا
ہے۔ ابھی تم لوگ انتظار کرو۔" اس نے لوگوں کو دیکھا
کر کے کیا کیا ہو گئی تھی کی طرف دیکھنے ہوئے بولا۔
"وقت لڑاؤ ہو گیا ہے۔ اب تم لوگ گھر جاؤ اور یہ لڑ
آرام کرو۔ میں بھی پکڑاؤں گے۔ لیکن آرام کروں گا کہ قہر
کے لیے اٹھ سکوں۔" اس غم پر لڑکے لڑکھیں عداوتی سے اپنی
جگہ سے اٹھ کر اٹھ گئے اور حیدت سے اس کے ہاتھ کی پشت
چوم کر رخصت ہو گئے۔ اس نے بھی ہر طرف کے کمرے پر بڑی
شفقت سے ہاتھ بیکھر کر ہر ایک کے لیے نظریاتی طور پر دیکھ
خوابات کا اظہار کیا۔
"عہد اقصیٰ اب آج تم بھی روک جاؤ۔ آج میرے
ساتھ یہی تہہ اور پھر پڑھو۔" ان لوگوں میں سے سب سے
زہاد اور جوش نظر آنے والا لڑکا جب آخر میں اس سے رخصت
ہونے کے لیے آگے بڑھا تو اس نے بہت محبت سے اسے غم
دہ۔ وہ تو راضی ہو گیا۔ اپنے استاد کے حکم کی دلیل کہ: تو اس
پر فرض تھا اور پھر ان کے ساتھ حیدت میں شریک ہو گیا
ایک صحت مندی میں سے وہ بھی لکھ گیا کہ کوئی نہ
تھے۔ اس رات عہد اقصیٰ کو نہ صرف یہ صحت نصیب ہوئی
بلکہ ایسا بہت کچھ سننے کو تھا جس کو اس کے بچنے لگے تھے
میں سکون سا لڑا گیا۔
☆☆☆
"اور سنا رکھیے! پڑھ کر کیا نہیں ہیں؟ بڑے دونوں
سے تو نے نہیں کی کوئی خبر نہیں دی۔" بڑی چوہدری
نے فریض پر ایک طرف بیٹھی، اپنے روپے کے کنارے پر
تلی، کھجور تھپے سے پوچھا۔ اس وقت وہ دوسرے کمرے
کے پھر آرام کرنے لگتی ہوئی تھی اور ابھی اس کے پاس
تھی۔
"پڑھ کر کیا کوئی خبر ہوئی ہے جی صاحب سے خبر
کے پھر وہاں ملے (صاف) ہوا ہے پھر غریب چپ گئی ہے۔
نہ اس کے ساتھ ساتھ کھوٹ گئی ہے۔ غلام بھی کب چپ سا ہو گیا
ہے۔ نہ وہ بھی کبھی آکر اس کو کچھ جانی ہے۔ یہ اہل میں
اسے چپ کی دہری کی تلی کی ہاگ لکھتی ہے اس سے بیک میں
لڑاؤ اور کھنڈ لگا۔ میں نے سنا ہے کہ اس نے وہ لکھ دیا
فون میں لے لیا ہے۔ اس پر وہ اس سے بات کرتی ہے۔"
"اسے سناؤں کبھی ہیں ان۔" چوہدری نے
دہائی لکھنے سے روکنا نہیں تھا۔

”اے ماں! وہی موہنلے اس پر بھی رہتی ہے اور پھر اپنی دنی
دیکھتی رہتی ہے۔ اب ایسے حے سے کہو کہ وہاں وہ نہ رہو کہ
کہیں جاتے تھی۔ چودا اچھا ہے، ہر بچہ کو ان کے جانا ہے۔“
”پہلے لوگوں کو کہہ دیا جائے تو وہ ایسی ہی ہو جائے
ہیں۔ مائے خدائے! وہ بچہ ہنک رہا ہے، اچھے میں نہیں
رہنے دیتی۔ نہ ہر کوئی میں رہ سکتی ہوں۔ اب سے وہاں نہ
ہے، مائی میں آکر بھانجا تک نہیں۔“ بچی چہرہ اس نے
چلتے ہوئے کچھ میں تھرا کرتے ہوئے گھس گئی۔

کا کامیابی میری دھماکا ہی ٹھوڑی (ٹھوڑی) ہیں۔ وہ دھن کی
جتنی دھن کی کامیابی ہے عی نہیں۔ سارا وقت کشور لہ لہ کے
کر رہے ہیں۔ کھنکھاتی ہوئی گئی کرتی ہوتی ہے۔ اور تو اور اب تو اس
نے بن کر کیا ہیں گئی نے کر چمکی شروع کر دی ہیں۔ ہوتی
تھی اور شادیاں بھی مانی ہیں۔ انھیں کام سے بچنے کے لیے
یہ ہمارا کیا کرتی نہیں انھیں کر کشور لہ لہ کے آگے بچنے کو کہتی
رہیں۔ چلی گئی ہے، اب ہر آپ کو ہی کامیابی کا مسئلہ ہے۔
کھینچے ہیں اس لیے سب سے زیادہ آپ کی ہی خدمت کے
خوش رہتے ہیں۔ ”رہے اب اچھی ٹھنی مفتی دیتے ہوئے
ہوئی چالاک سے دوسروں کے خلاف چور ہوا کی کے کان پر
دھن کی۔ ان کے ہوا اور مٹھو چور ہوا کی کے کان پر
آگئی اور سے ہوئی۔

پہلی قسم۔ اس کے پاس سواپن کی سوجھ بوجھ کی کاظمی ہے۔ یہی
 ان کے بیٹے میں نکھو جہاں کی۔ ساج سوجھ دیکھتے ہی دیکھتے
 فوراً اس بات کو بڑی پھرانی کے صم میں لے آتی۔ اس قسم
 کی لگائی بھولی پر ہی اس کی فطرت میں نشاں صمی اور یہاں
 تو اس کے خیتے میں ناگان سے قربت جو جانے کا صوغ میں دم
 تھا، چنانچہ اس نے بہت چلائی سے اس بات کو بڑی
 پھرانی کے گوش گزار کر دیا۔ نتیجہ منسب توقع تھا۔
 پھر اس نے اپنے اطمینان کی جس کا مطلب تھا کہ اس نے
 اس کا اطلاع میں گہری دیکھ لی تھی۔

کی بروقت اطلاع نے ان لوگوں کی یہ سازش نامکمل کر دی۔
میں نے اداے بھی اسے پہنچا دیے تھے۔ لیکن آپ کے ملک کے
تہذیب کے لیے کیا جانے والی کارروائی کی انتہا کو نہ سمجھ
سکیں۔ انہوں نے اس کی کیا کوسر فہم کر لی ہے۔
اچھا ہے کہ انھیں آپ کے اور اس کے درمیان فتنے کی بنا
آگئی ہے اور اب وہ اس آگ کو دھانسنے کے لیے فہمات
کے لیے بہت بڑی جہدیں حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔
دور دور کی غریب عوام کے اکوڑوں کے انھوں نے جانے کی
خبر ہی نہیں سنی۔ لوگوں کی توجہ حاصل کر کے بے
چال چلے گئے۔ میرے خیال میں آج جب متحرکوں میں
اعداوی، نفرت، تعصب کیے جا رہے ہیں تو ایسی کوششوں کا
محکمہ نہیں ہی ہونی چاہیے۔"

میں ان کے لیے مفید ہی تھی۔ آج کا دن تو دیسے ہی اس نے
 خرب کے لیے اٹھ کر چکے تھے۔ اگر آٹھ دس منٹ اس
 کام میں خرچ بھی ہو جاتے تو کوئی رنج نہیں تھا بلکہ یہ بانی
 بھر پور کوئی کی جہت انہیں مزہ نہیں ہی تھی تھی۔ اس
 قریب سے فارغ ہو کر وہ اسکول اور سرگرمیت کا سبب بنایا
 رکھتے اور پھر اس کے بعد وہ بھی نہ بانی۔

گاریاں چننے والی تک پہنچیں تو ہمیں اور وزیر صاحب
 کے اہلی انکوائری نے کرنا ہی نہیں کی۔ انہیں وہ بھی راجہ
 کی بنا دی۔ اس راجہ کے حصار میں اور وزیر صاحب اور
 دہالی بچہ کہہ جاتے ان کے بچہ کو لایا گیا۔ ان کے چہرے
 بخیریت تھے۔ سوچو تھا۔ اس نے اپنی دنیا میں کے
 سہارے خڑے ہو کر وزیر صاحب کا استقبال کیا۔ وزیر
 صاحب نے بھی جہاں اسے بڑی شفقت بھری مسکراہٹ سے
 توڑتے ہوئے اس سے صاف کیا۔ پھر تمام معذرت نے اپنی
 خصوصیتیں سنیں۔ خیال میں۔ قریب کا آنا زورانی طور پر
 حلاوت قرآن پاک سے کیا گیا۔ کبیر بیک کی اسے وادی
 سنبھالنے کے لیے ہی آنا۔ وزیر صاحب کو بڑا کیا تھا۔
 آئیں اگر چہ اپنا سب سے فارغ ہو کر آچھا تھا لیکن ابھی اس
 نے اپنے اہلی اور آکر یہ اسے وادی سنبھالنا تکلف وہ ثابت
 ہوا اس لیے اسے بہت نہیں دلی کی تھی۔ حلاوت کے بعد
 فیہ نے اور پورے وزیر صاحب کے وزیر کو اس کے آئے
 کی دعوت دی۔ وہ دنیا میں کے سہارے پتا اس تک
 پہنچا اور پورے مقررہ انداز میں وزیر صاحب کی آمد پر خوشی کا
 اظہار کرتے ہوئے بڑی خوب صورتی سے آہستہ آہستہ ہات
 کو زور کے مسائل کی طرف لے گیا۔ ان کے پیچھے رکھے
 جریز کے شور بہ معذرت کا اظہار کرتے ہوئے اس نے
 زور پر میرنگی کی طرہی کے لیے بھی درخواست کر والی۔ وہ
 تقریر تم کے اپنی نشست پر واپس آکر بیٹھا تو فیہ نے
 وزیر صاحب کو ڈانس پر آنے کی دعوت دی۔ وہ مسکراتے
 ہوئے اپنی نشست سے اٹھ کر اس تک آئے۔ ان کے ڈانس
 پر آنے پر لوگوں نے ایک بار پھر خربے بڑی شروع کر دی۔
 کچھ چن بانی قسم کے نوجوان خربے لگاتے ہوئے خالص حصار
 کے طور پر لگائی جانے والی رتی کے باغ میں قریب آگئے۔ ان
 نو جوانوں میں سے ایک پندرہ سالہ نوجوان بھٹی میں ایک دم
 ہی رتی بھاگ کر آگیا اور رتی کے دوہان سے دو ٹھانی چنہ پر
 آگیا۔ اس نوجوان نے پھر وہ ٹھانور کے ساتھ اسیہ احسا
 کرتے ہیں کہ تھا۔ وہ جیت ہی کر کر لوگوں کے درمیان میں
 ان کے طرف آیا۔ طاقت پر باور دار۔ اور اراکیت میں
 آگئے۔ انہیں اس چن بانی نوجوان کو کچھ کر داپس رتی کے اس

خرب موجد و حوام کے درمیان پہنچا دینے تھا۔ دوسری طرف وہ
 آگیا تک پہنچنے کا خواہش نہ تھا۔ نوجوان کی اس حرکت
 پر ان کے بچہ شہر بارہ بھٹی میں گئے تھے۔ نوجوان کا چہرہ
 اس کے لیے کھاسا تھا اور اس کے چہرے پر موجود تھابت
 بھی کچھ بھٹکتی تھی۔ وہ کچھ نہیں دیا۔ باقی کچھ بانی
 نوجوان ان کے بھٹی کرنا کرنا تھا۔ یہ نوجوان رتی والوں نے
 اسے بڑی طرح بھڑکایا تھا اور اسے آگیا تک نہیں آنے اسے
 رہتے تھے۔ اس پر وہ زور سے بھٹکتا تھا۔ کچھ بول رہا تھا۔
 قاصد زبوں ہونے کی وجہ سے ان کے بچہ کو سونہ اور اس کے
 اظہار کچھ کھٹا پار ہے تھے خرب ہی اس صورت حال پر اپنی
 جگہ جڑ سے کڑے تھے۔ ڈانس پر کڑے وزیر صاحب نے
 ابھی تک اپنی تقریر شروع نہیں کی تھی۔ اتنے پر نوجوان کی
 آگیا ہی کچھ لے وہ خاموشی سے اس بنگا کے سے قسمت جانے کا
 انتظار کر رہے تھے۔ ان کے ڈالی بڑی گارڈز ان کے انہیں
 ہائیں آکر کڑے ہو گئے تھے۔ بنگا کرنے والے نوجوان بہت
 تھا اس لیے صورت حال زیادہ بھڑکتی تھی۔ تقریر آری تھی
 اور وہ لوگ بھی قیاس کر رہے تھے کہ وہ وزیر صاحب کے
 قریب پہنچ کر اپنی طور پر ان سے اپنا کوئی مسئلہ جان کرنا چاہتا
 ہے۔ یہ ساری باتوں کی کہانی تھی اور سب لوگوں کو امید تھی کہ
 انہیں رتی والے ایک آدھ منٹ میں اس مسئلے سے قسمت میں
 کے نہیں یہ امیدیں ہی پندرہ منٹوں کا ہی تھا۔ اس نے بعد
 واقعہ بھی آئے۔ وہ طاقت پر حرج تھا۔ ہوش سے بھرے
 نوجوان کو کچھ رتی والے ٹھیکٹ کر پڈان سے باز نہ
 جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہ تو سب نے دیکھا لیکن اس
 کے بعد جہاں پھاڑ دھاکا۔ ڈانسیا دیا اور آگ کے فیلے بند
 ہوئے۔ اس نے کسی کو کچھ بھیجے کی ہمت نہیں دی۔ دھماکے
 نے زمین کو لرزایا کہ وہ دیا تھا اور کھوئی کا آگیا اس نرزش کو
 برداشت نہ کرتے ہوئے اپنی جگہ قائم نہیں رہ سکا تھا۔ وہ
 ہوتے آگیا پر موجود بھڑوں، کریموں، ڈانس، ہائیں اور
 آواز کی پھولوں سمیت انسانی وجود بھی جہاں ہو کر رہ گئے تھے۔
 اس جہاں میں کسی پر کیا گزری تھی۔ کچھ نہیں تھی۔ اس جہاں
 طرف سے ہوئے اور ڈانسیا انہوں کی کراہیوں کے ساتھ
 پندرہ خوف زدہ چلے گئے تھے۔ ڈانسیا سے بھی نہیں اور کھیت کے
 یہ آگ کے مھنوں کا دھماکا تھا۔ اس دھماکے میں نور پور کے
 عوامی نوپاس اور امید لیا ان سے جہاں تھے انہوں نے
 ساتھ ہی وہ زور دیا تھا۔

مختلف مصاحف کی شکل میں کی گئی تھی جس میں ہر کوئی
 بلا بلو کی دلیلی جہاں سے وہاں اہل علم جہاں سے

استنتاجات

مکمل

[illegible][illegible][illegible]

[illegible][illegible][illegible][illegible]

[illegible][illegible][illegible][illegible]

[illegible][illegible][illegible][illegible]

میں نے سوچنا تھا کہ یہ "دعا" ہو گئی ہو۔ یہ تو بالکل
 عجیب و غریب بات تھی۔ انہیں یہ بھی معلوم نہ تھا کہ
 یہ دعا تو میری زندگی بھر کی تھی۔ انہوں نے پتہ
 نہیں لگایا تھا۔"

"یہ بھلا کیا ہے؟" اس نے کہا۔ "میں نے اس کی سیدھی بات
 سنی۔ وہ تو اس کے لئے ایک نیا راستہ ہے۔ اسے اس کی
 سہولت ہے۔ اس کے لئے اس کی سہولت ہے۔ اس کے لئے اس کی
 سہولت ہے۔ اس کے لئے اس کی سہولت ہے۔"

”اگر میں نہ کرے میں نہ کرے کہے کہے اور آپ سے
پہنچ رہا ہے کہ“ حکمت علی کی طرف تہہ پہنچ رہا
میں کہے کہے اور سنا گیا۔

”تو تو کہہ دینیں سے روئے ہے۔ یہ اندر پہا
کر کے مل گئی، چہ غے۔ تار۔ سارے نہیں کہتے ہے۔
دھڑا لڑی انا کہہ ہے۔ احوال ہے۔ بیکر توں سے تار
عاجب ہے اپنے پر۔ کہنے سے یہ کہی ہی پہلی حوالہ ہے۔“
یہ ذات کافی غور عاجب تھی۔ یہ کس خوشی ملوں سے

[illegible][illegible]

اسی مہابی کے قریب ایک گاؤں میں ایک عورت نے ایک بچہ پیدا کیا۔ اس بچہ کو وہ اپنے گھر میں لے گئی۔ اس بچہ کو وہ اپنے گھر میں لے گئی۔ اس بچہ کو وہ اپنے گھر میں لے گئی۔

[illegible][illegible][illegible][illegible][illegible][illegible][illegible]

ایک آدمی نے ایک عورت کو دیکھا تو اس نے کہا: "اے عورت! تیرا
 شوہر کون ہے؟" عورت نے کہا: "میرا شوہر ایک آدمی ہے جس نے
 مجھے یہ سب کچھ سکھایا ہے۔"

[illegible]

نئی ٹھکانی دھونے کے پتہ پر جو ایک گھر ہے، میرے
ساتھ دو۔ ہمیں یہ معلوم ہو چکا ہے گا، یہ نیکوئی کے لیے
ہم کا تھا۔ "بتائی صدمہ" تھوڑا سا بچے کے جھانسنے
خود کو ٹھکانا ہے، ادا کی گئی ہے وعاہت ہوئی۔

۱۔ اعلیٰ معیار کا کپڑا ہونی چاہئے۔
 ۲۔ رنگت چمکی ہوئے اور سیاہی سے
 ۳۔ بہت غلام نہ ہو۔

[illegible]

۱۰۔ کوئی ایسی بات تھی جس پر مجھ کو اس قدر غصہ نہ
 آتا تھا جیسے یہ چوری سے میری سب کچھ لوٹ
 لیا گیا تھا۔ یہ سب کچھ میری چھٹی چھٹی چیز تھی۔
 یہ تو خیر ہر شے تھی۔ یہ چوری نے مجھ کو سب کچھ
 لوٹ لیا۔ ہاں! کوئی دوسری بات تھی جس پر مجھ کو
 غصہ نہ آتا تھا۔ یہ تو خیر ہر شے تھی۔ یہ چوری
 نے مجھ کو سب کچھ لوٹ لیا۔ ہاں! کوئی دوسری
 بات تھی جس پر مجھ کو غصہ نہ آتا تھا۔ یہ تو
 خیر ہر شے تھی۔ یہ چوری نے مجھ کو سب کچھ
 لوٹ لیا۔ ہاں! کوئی دوسری بات تھی جس پر
 مجھ کو غصہ نہ آتا تھا۔ یہ تو خیر ہر شے تھی۔

[illegible][illegible][illegible]

تو ہے جسے تو نے کوئی برائی نہیں کی۔ وہ جسے میں نے اپنے
 قویٰ نہیں کیا اور جو اس کا فرض ہے کہ اسے قویٰ
 کی حقیقت میں اس کے قویوں کا انجاء میں پہنچے گا اس
 نے اس کو اس کا خیر کیا۔
 یہاں یہ ہے جسے تو نے قوی نہیں کیا تو اسے کہہ دو کہ
 آپ کا جرم صاف ہے۔ "اور وہ ایسا"

[illegible]



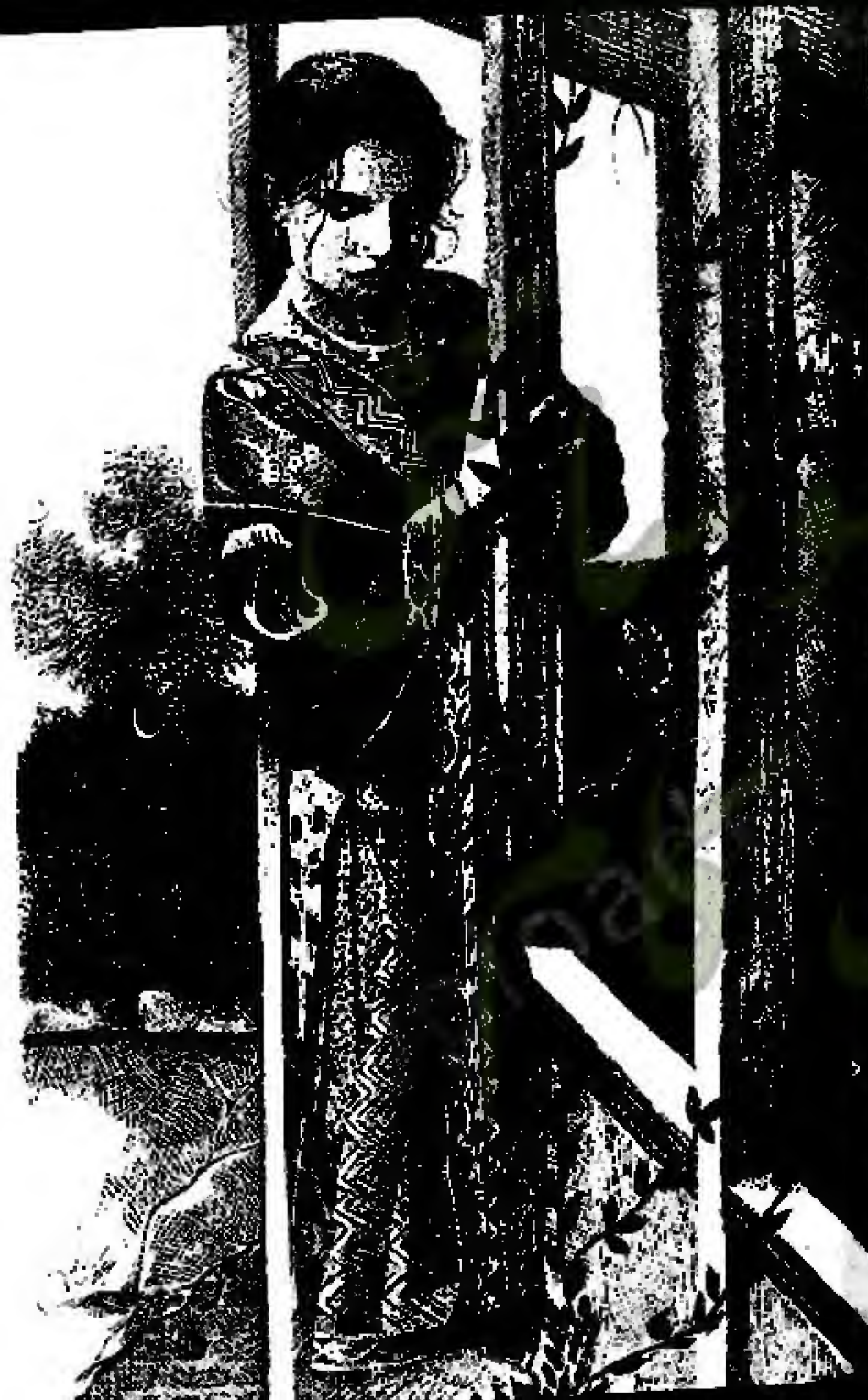
گزشتہ

اسحاق داری

پیش قدم

ہمارے سماج میں قاتلون کتابوں میں لکھا ہوا ہے لیکن اس کی ہنگامہ بازی اور جہالت کے روایتی نظام میں پہنچتی ہے تو اس کے معنی ہی بدل گئے رہ جاتے ہیں۔ مختلف طبقات میں تقسیم اس نظام قانون کے بھی کئی رخ ہیں۔ بالا تو طبقے کے خوشنودی ہیں قانون کی اصل تشریح و تفسیر نہیں ہے اور یہ تفسیر کتابوں میں نہیں، روایتوں میں تحریر ہوتی ہے۔ ایسی روایتیں جس میں قانون سب کے لیے ایک جیسا نہیں ہنگامہ بازی اور جہالت کا منہ ہے۔ جہاں طاقتور مچھلی جال کو توڑ کر اور کمزور مچھلی بچ کر نکل جاتی ہے پھنستا رہی ہے جو نرمی کے طبقے میں ہو محبت نہ تو روایتوں کو مانگی ہے نہ طبقوں میں تقسیم معافوں کا حق یہ کر کے محبوب کا اندھا بن کر رہی ہے یہ تو میں ہو جاتی ہے۔ دل ظہور کی پروا کرتا ہے اور نہ ہی طاقت، اس کا راستہ روک سکتی ہے البتہ اسے آزمائشوں میں خسور گزرتا پڑتا ہے، زندگی کی بساط اور وقت کی دھارہ ... سب قصص کی باتیں اور گفتگو کی چالیں ہیں ... کبھی بازی ہوتی بھی جاتی ہے۔ گزرا وقت لوٹ تو نہیں سکتا مگر مقرر زمانہ دے جاتا ہے۔ اس وقت تک ہلوں کے نیچے سے بہت دما پانی بہ چکا ہوتا ہے جرم، انحراف، چنگیز داری اور ہمارے محروک کردہ گھومنا اور نقشوں کا بہت ایسا ہی مسئلہ تو سامنے۔

اسحاق داری، راجستھان کے ایک صحافی ہیں، ان کے کئی ناول اور کہانیاں شائع ہو چکی ہیں۔



”کیا مطلب انہیں مل گیا؟“ ”نہ مل سکا۔“ ”اچھا“ نے اس کے ذہن میں جو خیال چمکایا۔ ایک پتھر و سارے لوگوں کے اچانک ہونے کا یہ مطلب تو یہ نہیں چاہا کہ کسی چھوٹے بچے کی طرف سے کھڑا دست بھونی کی گئی ہو جس بھول چوڑی سے ہو چکی ہو۔ اس کے اچانک ہونے کا مطلب تھا کہ اسے کسی نے ٹھپ کر دیا۔ ”اچھا“ اپنی مرضی سے سمجھ جاتی ہے۔ یہ دونوں ہی صورتیں نہایت ممکنہ تھیں۔

”اے بی بی چورانی! تیری دکان میں نے قاتل کی قبر تو اس کے پیچھے خیمہ کوئی چھپی کر رکھی تھی۔ چورانی کو کسی کام سے روک دیا۔ اس نے کوئی معاوضہ مانگنے کے لیے اپنی حرکت نہ کر سکی تھی۔ جبکہ دوسری صورت بھی جائزہ دیا مکان میں تھی۔ شہنشاہی، بھون بھائی شہنشاہ کے من سے اسے گزروی تھی۔ وہ بہت دنگ تھا۔ اس لڑکی کو یوں کوراہت سے بھکا دینے والے بہت ہوتے ہیں۔“

تجربہ کر دیتے تھے لیکن اپنے بچہ کو سنبھالنا اور اس کی ہر حرکت پر نظر رکھنا
 "مجھے یہ باتیں سنا کر اچھی لگی تھیں۔ ہماری سبھی نانی سے
 قاصد ہے اور مجھے خبر تھی کہ وہی آپ کے بچے کی نانی ہیں۔ اس وقت وہ
 اس کی غمزدگی دیکھ کر ایک بچہ کی طرح اپنی ننگی کے قاصد
 ہونے کی ہر طرف پریشان تھیں۔ "مجھے یقین ہے کہ یہ بچہ
 کبھی بڑا ہو گا؟" آخر اس طرف انھوں نے کبھی جواب نہ دیا تھا۔
 "مہاراجا نے اس کی موت کو جواب دینے سے پہلے کہ وہ قاصد کی طرح
 اس سے غور کر لیں اور اس کو سنبھال لیں۔"

[illegible]

بہت ضروری محسوس ہو تو خود جس لڑکی کا ہاں ہی جی
جی چاہے آتی ہے اور وہ لڑکی ایسا ہے جس اس کی جاسٹیس
کوئی کمی نہ رہتی ہے۔ چنے کی کھجور یہاں تو دیکھیں خوب
ملتا ہے۔

ہڈی کی دھمکت سیٹی بج رہی ہے۔ گھوڑوں کا دھڑلہ پی کر اس
سیر اور جان شان آج ہے کی۔

”ابن ابی صیبر روئے۔“ سوئی کے دم سے چار
جانے والے نظر ابھرتے سے کمرے سے باہر نکلا۔

خدا نے کمرے میں آدھی گھنٹی، غریبوں کو اس نے ہاتھ دیا

1

تجربہ کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے روشن دامن یک دہائی کے

—

1997, 1998, 1999, 2000, 2001, 2002, 2003, 2004, 2005, 2006, 2007, 2008, 2009, 2010, 2011, 2012, 2013, 2014, 2015, 2016, 2017, 2018, 2019, 2020, 2021, 2022, 2023, 2024, 2025, 2026, 2027, 2028, 2029, 2030, 2031, 2032, 2033, 2034, 2035, 2036, 2037, 2038, 2039, 2040, 2041, 2042, 2043, 2044, 2045, 2046, 2047, 2048, 2049, 2050, 2051, 2052, 2053, 2054, 2055, 2056, 2057, 2058, 2059, 2060, 2061, 2062, 2063, 2064, 2065, 2066, 2067, 2068, 2069, 2070, 2071, 2072, 2073, 2074, 2075, 2076, 2077, 2078, 2079, 2080, 2081, 2082, 2083, 2084, 2085, 2086, 2087, 2088, 2089, 2090, 2091, 2092, 2093, 2094, 2095, 2096, 2097, 2098, 2099, 2100, 2101, 2102, 2103, 2104, 2105, 2106, 2107, 2108, 2109, 2110, 2111, 2112, 2113, 2114, 2115, 2116, 2117, 2118, 2119, 2120, 2121, 2122, 2123, 2124, 2125, 2126, 2127, 2128, 2129, 2130, 2131, 2132, 2133, 2134, 2135, 2136, 2137, 2138, 2139, 2140, 2141, 2142, 2143, 2144, 2145, 2146, 2147, 2148, 2149, 2150, 2151, 2152, 2153, 2154, 2155, 2156, 2157, 2158, 2159, 2160, 2161, 2162, 2163, 2164, 2165, 2166, 2167, 2168, 2169, 2170, 2171, 2172, 2173, 2174, 2175, 2176, 2177, 2178, 2179, 2180, 2181, 2182, 2183, 2184, 2185, 2186, 2187, 2188, 2189, 2190, 2191, 2192, 2193, 2194, 2195, 2196, 2197, 2198, 2199, 2200, 2201, 2202, 2203, 2204, 2205, 2206, 2207, 2208, 2209, 2210, 2211, 2212, 2213, 2214, 2215, 2216, 2217, 2218, 2219, 2220, 2221, 2222, 2223, 2224, 2225, 2226, 2227, 2228, 2229, 2230, 2231, 2232, 2233, 2234, 2235, 2236, 2237, 2238, 2239, 2240, 2241, 2242, 2243, 2244, 2245, 2246, 2247, 2248, 2249, 2250, 2251, 2252, 2253, 2254, 2255, 2256, 2257, 2258, 2259, 2260, 2261, 2262, 2263, 2264, 2265, 2266, 2267, 2268, 2269, 2270, 2271, 2272, 2273, 2274, 2275, 2276, 2277, 2278, 2279, 2280, 2281, 2282, 2283, 2284, 2285, 2286, 2287, 2288, 2289, 2290, 2291, 2292, 2293, 2294, 2295, 2296, 2297, 2298, 2299, 2300, 2301, 2302, 2303, 2304, 2305, 2306, 2307, 2308, 2309, 2310, 2311, 2312, 2313, 2314, 2315, 2316, 2317, 2318, 2319, 2320, 2321, 2322, 2323, 2324, 2325, 2326, 2327, 2328, 2329, 2330, 2331, 2332, 2333, 2334, 2335, 2336, 2337, 2338, 2339, 2340, 2341, 2342, 2343, 2344, 2345, 2346, 2347, 2348, 2349, 2350, 2351, 2352, 2353, 2354, 2355, 2356, 2357, 2358, 2359, 2360, 2361, 2362, 2363, 2364, 2365, 2366, 2367, 2368, 2369, 2370, 2371, 2372, 2373, 2374, 2375, 2376, 2377, 2378, 2379, 2380, 2381, 2382, 2383, 2384, 2385, 2386, 2387, 2388, 2389, 2390, 2391, 2392, 2393, 2394, 2395, 2396, 2397, 2398, 2399, 2400, 2401, 2402, 2403, 2404, 2405, 2406, 2407, 2408, 2409, 2410, 2411, 2412, 2413, 2414, 2415, 2416, 2417, 2418, 2419, 2420, 2421, 2422, 2423, 2424, 2425, 2426, 2427, 2428, 2429, 2430, 2431, 2432, 2433, 2434, 2435, 2436, 2437, 2438, 2439, 2440, 2441, 2442, 2443, 2444, 2445, 2446, 2447, 2448, 2449, 2450, 2451, 2452, 2453, 2454, 2455, 2456, 2457, 2458, 2459, 2460, 2461, 2462, 2463, 2464, 2465, 2466, 2467, 2468, 2469, 2470, 2471, 2472, 2473, 2474, 2475, 2476, 2477, 2478, 2479, 2480, 2481, 2482, 2483, 2484, 2485, 2486, 2487, 2488, 2489, 2490, 2491, 2492, 2493, 2494, 2495, 2496, 2497, 2498, 2499, 2500, 2501, 2502, 2503, 2504, 2505, 2506, 2507, 2508, 2509, 2510, 2511, 2512, 2513, 2514, 2515, 2516, 2517, 2518, 2519, 2520, 2521, 2522, 2523, 2524, 2525, 2526, 2527, 2528, 2529, 2530, 2531, 2532, 2533, 2534, 2535, 2536, 2537, 2538, 2539, 2540, 2541, 2542, 2543, 2544, 2545, 2546, 2547, 2548, 2549, 2550, 2551, 2552, 2553, 2554, 2555, 2556, 2557, 2558, 2559, 2560, 2561, 2562, 2563, 2564, 2565, 2566, 2567, 2568, 2569, 2570, 2571, 2572, 2573, 2574, 2575, 2576, 2577, 2578, 2579, 2580, 2581, 2582, 2583, 2584, 2585, 2586, 2587, 2588, 2589, 2590, 2591, 2592, 2593, 2594, 2595, 2596, 2597, 2598, 2599, 2600, 2601, 2602, 2603, 2604, 2605, 2606, 2607, 2608, 2609, 2610, 2611, 2612, 2613, 2614, 2615, 2616, 2617, 2618, 2619, 2620, 2621, 2622, 2623, 2624, 2625, 2626, 2627, 2628, 2629, 2630, 2631, 2632, 2633, 2634, 2635, 2636, 2637, 2638, 2639, 2640, 2641, 2642, 2643, 2644, 2645, 2646, 2647, 2648, 2649, 2650, 2651, 2652, 2653, 2654, 2655, 2656, 2657, 2658, 2659, 2660, 2661, 2662, 2663, 2664, 2665, 2666, 2667, 2668, 2669, 2670, 2671, 2672, 2673, 2674, 2675, 2676, 2677, 2678, 26

-2018211

”صاحب! میں نے پہلے ہی بتایا تھا کہ یہ ہر تادی
ہو کر بیان ہی ہے کہ نہیں دیکھا۔ میرا سر ادا خود ہی
کرتا ہے اور اس سے ہی کمرے سے نکل جاتا ہے۔ لیکن پہلے ہی
سرم سے ہی اسکول چھوڑ دیتے ہیں اور پیچھے سرائے کمرے
کا کام لایا کرتے ہیں اور وہی ہوں۔“ ان لوگوں کے جانے کے
بعد مجھے فرصت ہی نہیں ہوئی کہ دروازے سے باہر بھاگ
جائیوں۔ اگر آپ ہیں بعد اس وقت بعد میں آئے تو آپ
آکر پھر میرے سوا کوئی نہیں تھا۔ اب آپ سے پتہ چل گیا
میت۔ پتہ چل گیا اس جگہ سے صاحب ہوئی یہاں وہ بیٹا تھا
کہنا، لیکن کتا کتا کر کے سرخون ہوا۔ کتا۔۔۔ کے کتا؟“
”کیفیت سے کتا۔“ میں آپ کی بات میں تھک رہا
یہاں سے بھاگتا ہوں۔“ یہ کہ یہ یہ کہنا نہیں اس
یہ کہ ان میں ہوں ہے۔ اگر اس وقت آپ میری حمایت
کے سر پر کی جاتی تھی تو کیا آپ۔۔۔ اس لیے کہ ان کو مجھے
اعزاز دے سکتی ہیں۔“ اس نے اپنا زینٹ کارا نکال کر
گورٹ کے قریب کھڑے رہا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔
واپس پلٹے۔۔۔ پتہ اس نے ایک بار کھڑکی کے چرے پر
نظر ڈالا، ادھی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ نظر پڑا تو میں ڈو
جھڑی سے چرے کا رخ سوا کر لی۔ اسے شہت سے اس سے
ہوا شہت سے پڑی کچھ تھی۔ یہ نہیں سستا ہی تھا کہ ہر دقتی
تو اس سے کچھ نہیں گھوڑتا تھا پتا چنانچہ ان لوگوں سے دست
دینے پر آپ ہر محنت کر کے کہہ دیا کہ ہر نگہ کیا اور دوسرے
سکان کا رخ کیا۔ ایک۔۔۔ سے دوسرے جگہ سے کے ہا جوا
دست چھوڑنے پر تھک نہیں تھا۔ اس دوسرے مکان میں ایک
بڑی فرش پٹی تھی اور وہی چاند والے پڑاواں ہیں اور
شہت داروں کے ساتھ لیٹر تھا۔ بڑی فرش پٹی کے
تو کے بڑی مٹھی تھی۔ وہاں وہ چاکر تھا اور اس کی ٹانہ پٹی
پڑاواں لوگوں اور داروں کو سنبھالنے میں اس کی ہی طرح
پاکان کوئی پوری تھی۔ اسے مجھے بولے۔ دیکھ لیجئے کیا

جلسہ سنی الفہمیت (۱۷۲) جنوری ۲۰۱۵ء

تاسو سى ئالغېتىش (173) - نۆمۇرىدىن 2010-يىلى

۱۰ جنوری ۲۰۱۵ء

★ ★ ★

1154

Figure 1

... ..

Figure 1

—

REVIEWS

345

—

۱۰

٥٤

1991

—

1

100

Figure 1

2

اسے جانے کی اجازت دی۔

"کیسی پیچھے چلے جاتے ہیں ای آئی کی صاحب کو خواہ
ہوئے دانی لڑکی دن چہ آپ کی ہیں آہ سے تکی طاب
نور ہاں کوئی کا مصلحت کی برکت پاؤں کرانے سے ہے۔"
مندر دام نے ان سے دھمک کر دے ہوئے خود ہی ایک فیصلہ
میں چلی کر آیا۔

"آپ کا فیصلہ درست ہے۔ زور دے تمہارا ہاتھ نہ
سے میں مضمر ہوں۔" انہوں نے اسے جواب دیا اور انھ
کمرے سے دوڑے۔ مندر نے بھی خود اپنی اپنی جگہ چھوڑ دی
اور صبح سے چور۔ "اگر میرے اس کوئی خدمت ہو
تو ضرور بتائے گا۔ سوئی بھی ہر وقت آپ کے ساتھ تھی وہ
کرنے کے لیے تیار ہے۔"

"تھیک ہے!" اس کی پیش کش کے جواب میں انہوں
نے فکرا تو کی کیا اور پھر جس سے ہاتھ سار کر ہر نکل گئے۔
اور پھر تم پہاڑی گاؤں سے نکلی دیکھتے ہی پھر جیتے۔ گاؤں کا
پہاڑا وادہ دیکھا اور ان کے چھینے کے بعد وہ وادہ دیکھ کر کے
خود دارا چوگٹہ سیٹ پر آگیا۔ گاؤں پر پہنچے سے نکل کر میں
کیسے پر پہنچے تو یہ ایک اور گیت گھن چکا تھا۔ میں نے اس کا
پہاڑا وادہ سے گاؤں کی گیت سے دھڑکے جانے کے جواب
اور میں میں غلام کی اور پہاڑیہ اور اشار سے سے گاؤں
نے قرباب ملا۔

"کیا سب سے صاحب؟" یہ کہہ کر پھر گیا تھا کہ گاؤں
کا کمرے وہاں سے وادہ کوں جہاں لیے چھیل نشست پر بیٹھے
بہار دان سے کمر کی میں جھک کر آیا۔

"یہ تصویر دیکھ کر بتاؤ کہ ان میں سے کوئی امداد و تروٹ
کوئی کی طرف سے دی ہوئی دولت میں شریک کے ہے یا
تھاپا نہیں۔" انہوں نے وہی تصویر جو پھر دیکھ سوئی کو دکھائی
تھی اس کے کے گھر لائی۔

"مجھے نہیں معلوم صاحب! حکومت والے دن میں دانی کی
پیش آقا تھا۔ پھر بھی نے کراہی نہیں سے بٹھے کیا ہوا تھا۔ ویسے
میرے خیال میں ان میں سے کوئی دولت میں نہیں تھا۔ یہ کہہ
میرے کوئی بھی اندوہ نہیں۔" یہ کہہ کر اپنے اپنے گھر میں ان
انہوں نے تصویر دھان میں رکھ دی۔ یہ کہہ کر اپنے اپنے گھر میں ان
ہاں جانے چلا۔

ان وقت میں کہ وہ دانی اور پہاڑیہ دست داری ہو رہی
تھی۔ ان کے بارے میں نہ کوئی اطلاع تھی۔ وہ بھی سے گھر چلا
نیا تھا اور وہ بھی کی حالت میں ہنوز کام تھے۔ آج پہلی بار

انہیں اپنے افراد کا خیال آ رہا تھا جو عوام میں پھوہ ہونے کے
باعث اپنی جان مال اور عزت میں سے ہر بھی کو اپنے
پولیس انجین کے پکڑی کاٹتے رہ جاتے تھے میں انہیں پھر
بھی جاسم نہیں ہو چکا تھا۔ اور اسے پھر دے دے کے پھر
اپنی نیکی کا صلہ دے کر کام تھے اور وہ بھی یہ کہی
انہیں لگتی ہے۔ یہاں کی آدمی اور وہ پھر وہاں کے افراد
کی رنج و غم نظر آتے تھے۔

پھر وہاں

میں ہیں اسے پھر سے پھر سے

دھول چاہی اسے پھر سے پھر سے

پھر سری آوازوں میں گائے جانے والے گائے نے
دھول کا ساتھ دینے کے لیے پیشانی تک دوپٹا تڑپا دیا
سر جھکا کے پیشانی انداز میں دھول چھادی تھی۔ دھول میں سے
کے بازو دھول پر چڑھنے والی ہر قہار پڑی تھی جس
کی دھول پر ایک اپنے دل پر مسموم کر رہا تھا۔ ملکہ دانی اور
پھر چھٹے گاؤں۔ دھول کی گائے نے اپنی پھوڑی آواز میں لہجہ
لہجہ کر گاری تھی۔ ان کے گرد موند وادہ وادہ دے دے
مردوں کا مجمع ٹوب ٹوب انداز میں ہر تھا۔ دانی پہنچا تھا
پہاڑا وادہ میں دانی پہاڑی تھی میں نے وہاں اپنی گئی میں میں
"اگر پہاڑیہ نہیں تھا۔ اور میں تو پہاڑی دانی میں گیا ہے۔
ہو اور اسے اور دے اور دے اور دے۔" میں نے دیکھ کر ان
نے ساتھ شامل کی گئی تھی۔ اور دانی انداز میں ساتھ ہے۔
تھی تھی۔ اس وقت میں اس کے چہرے پر بھوک اور سخت کی
سوتی گئی تھی چہرے سے بے ہوش چہرے سے بے ہوش چہرے
سوتی سے کے باعث اس سوتی کو دیکھا نہیں ہو سکتا تھا۔ ان
میں کے ساتھ شامل ہو کر اس کے گائے والے دھول پھوڑے
چاہ بھی کسی کے ساتھ پھر چاہ کر کے سے بھوکے سے پھر
موجود کر میں خرواہہ سے دھول چھائی تھی۔ خدا خدا کر کے
گائے اور نہ چنے کا سلسلہ پھر ہوا تو حاضرین کی طرف سے
پھر دے کیے گئے تو کت بیٹھے پائے گئے۔ وہ اس کام میں بھی
شام میں ہوئی اور دھول کی آوازوں کی ایک سرگرمی شامل
رہی۔

"نار! آج رات اسے اچھا جانے کے لیے تھی
رک میں۔ یہ لوگوں کا آئی رات کا گائے دے دے دے دے
یہ اس کے ساحل پہنچا۔ دانی انہیں آج پھر اچھا انداز میں
جاتی ہے۔ آپ اس کو دیکھیں تو یہ کام میں سے گائے
میرے گائے اپنے کام میں مصروف تھی کہ۔ یہ ایک لڑکی کی
آواز تھی۔

"نار! آج رات اسے اچھا جانے کے لیے تھی
رک میں۔ یہ لوگوں کا آئی رات کا گائے دے دے دے دے
یہ اس کے ساحل پہنچا۔ دانی انہیں آج پھر اچھا انداز میں
جاتی ہے۔ آپ اس کو دیکھیں تو یہ کام میں سے گائے
میرے گائے اپنے کام میں مصروف تھی کہ۔ یہ ایک لڑکی کی
آواز تھی۔

"نار! غراب چہاں ہے؟" رات میں اس فکرو سے گائے
روک کر بچے کو اس کی دھول میں چلی گئی۔ "نار! کہہ کر غراب
کی ہونے والی صورت نے کت بچے میں غراب دانی
میں نہ پھر لے۔" اس بار دانی نے اسے اچھا کیا۔
"اچھا خال اچھا۔" باطل نہیں بدی ہے۔" ایک اور
آواز دانی کی اور پھر کت دانی کی لڑکیاں اس صورت کے
پھر لہجہ میں۔ لڑکی لڑکیوں کی حمایت کرنے کے۔ شام
انہیں توڑ کر کاٹ دے۔ اور دانی پھر آواز دانی اور غراب
صورت کو چھوڑ دے چہرے سے وہ دانیوں ہاتھ اٹھاتے
ہوئے کت رات میں لڑکی۔

"چہرہ کر جانا کر جانا اس کی ہے میں نے تمہاری
پشت۔" یہ کہنے ان کو گھٹ سے قہقہہ چھینے لگی۔ "پھر وہاں کی
طرف رخ کرتے ہوئے دانی۔" میں بھی کیا اور وہ ہے
حیران کر کے رات میں؟ ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں۔" وہ
چہرہ دانی۔

"اس سب کو تمہارا ہاتھ پھر لے لے یہاں نہیں چھوڑنا
کچھ۔ یہ پڑی دانی ہے۔ اپنی گھر لہجہ دانی۔" ملکہ دانی
پھر موند کی شہنائی تیار دانی کی سب سے کرا دانی سب سے
لڑکیاں دانی میں گئی دانی ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں۔" وہ
"تو ختم سے کوئی ایک اس سے ساتھ رک پائے
مخالفت کے ہے۔" صورت نے غارت سے جواب دیا۔

"تھیک ہے۔" یہ کہہ کر پھر دانی اور دے دے دے دے دے
کی۔ ساتھ ایک دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے
گائے۔ ملکہ نے دانی ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں۔

"تھیک ہے۔" تھیک ہے۔ دے دے دے دے دے دے دے دے
ہاں چھوڑ کر چھوڑ کر دے دے دے دے دے دے دے دے
کے بعد ان میں دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے
گئی۔ "صورت نے یہ دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے
دانی ہاں چھوڑ کر چھوڑ کر دے دے دے دے دے دے دے دے

دانی ہاں چھوڑ کر چھوڑ کر دے دے دے دے دے دے دے دے
"میں رات دانی میں چھوڑ کر دے دے دے دے دے دے دے دے
صورت نے دانی ہاں ہاں ہاں ہاں ہاں۔" وہ دانی کی
دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے

دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے
"نار! آج رات اسے اچھا جانے کے لیے تھی
رک میں۔ یہ لوگوں کا آئی رات کا گائے دے دے دے دے دے
یہ اس کے ساحل پہنچا۔ دانی انہیں آج پھر اچھا انداز میں
جاتی ہے۔ آپ اس کو دیکھیں تو یہ کام میں سے گائے
میرے گائے اپنے کام میں مصروف تھی کہ۔ یہ ایک لڑکی کی
آواز تھی۔

دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے
"نار! آج رات اسے اچھا جانے کے لیے تھی
رک میں۔ یہ لوگوں کا آئی رات کا گائے دے دے دے دے دے
یہ اس کے ساحل پہنچا۔ دانی انہیں آج پھر اچھا انداز میں
جاتی ہے۔ آپ اس کو دیکھیں تو یہ کام میں سے گائے
میرے گائے اپنے کام میں مصروف تھی کہ۔ یہ ایک لڑکی کی
آواز تھی۔

دانی پھر دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے
"نار! آج رات اسے اچھا جانے کے لیے تھی
رک میں۔ یہ لوگوں کا آئی رات کا گائے دے دے دے دے دے
یہ اس کے ساحل پہنچا۔ دانی انہیں آج پھر اچھا انداز میں
جاتی ہے۔ آپ اس کو دیکھیں تو یہ کام میں سے گائے
میرے گائے اپنے کام میں مصروف تھی کہ۔ یہ ایک لڑکی کی
آواز تھی۔

دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے
"نار! آج رات اسے اچھا جانے کے لیے تھی
رک میں۔ یہ لوگوں کا آئی رات کا گائے دے دے دے دے دے
یہ اس کے ساحل پہنچا۔ دانی انہیں آج پھر اچھا انداز میں
جاتی ہے۔ آپ اس کو دیکھیں تو یہ کام میں سے گائے
میرے گائے اپنے کام میں مصروف تھی کہ۔ یہ ایک لڑکی کی
آواز تھی۔

دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے
"نار! آج رات اسے اچھا جانے کے لیے تھی
رک میں۔ یہ لوگوں کا آئی رات کا گائے دے دے دے دے دے
یہ اس کے ساحل پہنچا۔ دانی انہیں آج پھر اچھا انداز میں
جاتی ہے۔ آپ اس کو دیکھیں تو یہ کام میں سے گائے
میرے گائے اپنے کام میں مصروف تھی کہ۔ یہ ایک لڑکی کی
آواز تھی۔

دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے
"نار! آج رات اسے اچھا جانے کے لیے تھی
رک میں۔ یہ لوگوں کا آئی رات کا گائے دے دے دے دے دے
یہ اس کے ساحل پہنچا۔ دانی انہیں آج پھر اچھا انداز میں
جاتی ہے۔ آپ اس کو دیکھیں تو یہ کام میں سے گائے
میرے گائے اپنے کام میں مصروف تھی کہ۔ یہ ایک لڑکی کی
آواز تھی۔

دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے
"نار! آج رات اسے اچھا جانے کے لیے تھی
رک میں۔ یہ لوگوں کا آئی رات کا گائے دے دے دے دے دے
یہ اس کے ساحل پہنچا۔ دانی انہیں آج پھر اچھا انداز میں
جاتی ہے۔ آپ اس کو دیکھیں تو یہ کام میں سے گائے
میرے گائے اپنے کام میں مصروف تھی کہ۔ یہ ایک لڑکی کی
آواز تھی۔

دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے
"نار! آج رات اسے اچھا جانے کے لیے تھی
رک میں۔ یہ لوگوں کا آئی رات کا گائے دے دے دے دے دے
یہ اس کے ساحل پہنچا۔ دانی انہیں آج پھر اچھا انداز میں
جاتی ہے۔ آپ اس کو دیکھیں تو یہ کام میں سے گائے
میرے گائے اپنے کام میں مصروف تھی کہ۔ یہ ایک لڑکی کی
آواز تھی۔

دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے دے
"نار! آج رات اسے اچھا جانے کے لیے تھی
رک میں۔ یہ لوگوں کا آئی رات کا گائے دے دے دے دے دے
یہ اس کے ساحل پہنچا۔ دانی انہیں آج پھر اچھا انداز میں
جاتی ہے۔ آپ اس کو دیکھیں تو یہ کام میں سے گائے
میرے گائے اپنے کام میں مصروف تھی کہ۔ یہ ایک لڑکی کی
آواز تھی۔

پنٹی اور نکر ہیں ہے ساختہ اپنے دھڑکی دھڑکی کی طرف تھیں۔
اب اس مہرور دھڑکی میں نے لے لیا تھا۔ اس دھڑکی نے اسے بہت
تکلیف دی تھی لیکن اب اس میں بہرہ تھا کہ وہ تھوڑی سی
تکلیف اس کی زندگی کی حالت میں تھی۔

دیتے گا تو اس لیے ماحول بچاؤ کو دے۔
 "ایسا نہ۔" کہیں انھوں نے نہیں بچاؤ میں "انوکھوں نے
 فوراً شروع کر دیا۔ اس نے پہلا چھوٹا سا کر دیا۔
 "الفاظ اسے شہدہ بھوپالی کی طرف اشارہ کرتے تھے۔
 "مجھے اسے اچھا نہیں لگتا۔" انھوں نے انکار کیا۔
 اس کا سر جھکی اور فوراً اس سے موصول ہو گیا۔ وہ ایک طرف
 سے گزرتی تھی۔ وہ اپنی من و پاہ میں تھی اس نے ابھی تک
 کھڑی ہو کر تھی۔ اتنی دیر کی منت سے اس کی تھوڑی سی تھک
 محض اسے آخر نے اس کی دیر کو اسے دے دے۔ اس نے
 چار چار پاؤں کے پائے سے پشت نکالی۔ اس وقت اس کی نظر
 چار پاؤں کے نیچے پڑی ایک سے چاروں طرف سے پڑی۔
 تصویر میں سورج، چاند سے ملے ہوئے تھے۔ اس نے ہاتھ بھاڑ
 تصویر کو چھوئے وہاں سے اٹھائی۔ تصویر میں سورج و چاند
 وہاں تھی۔ اس شخص کی شناخت ہو گئی تو اس نے سر
 ہلکا کر دیا کہ وہ تو کابل سے دور ملک والی ہے نہ ضرورت ہے
 اس کی شناخت ہو گئی تو اس نے سر ہلکا کر دیا کہ وہ تو کابل سے دور ملک والی ہے نہ ضرورت ہے
 اس کی شناخت ہو گئی تو اس نے سر ہلکا کر دیا کہ وہ تو کابل سے دور ملک والی ہے نہ ضرورت ہے

پہلے سے ایسا اور اس سے بڑھ کر اس کا کسی کو بھی
 نہیں ملتا تھا۔ وہ تو یہی نہیں چاہا کہ وہ اپنے
 گاڑی کے لیے اور اس سے بڑھ کر اس کا کسی کو بھی
 دینی کے لیے نہ ہو۔ اور اس کے لیے وہ خود اور اس کے ساتھ
 دلی اگلی تھی۔ یہ اس کے لیے اور اس کے لیے

[illegible][illegible]

انہیں نہ بھی تو ایسے ہی بھیج دیں گے کہ چھوٹی صاحبہ نے عمر میں چھٹائی کی یہ حالت آئی اور جس سے اس کی زندگی بے رحمی سے ختم کر دی گئی۔ یہاں پر اس کی قبر کے پاس ایک قبر ہے جس پر لکھا ہے کہ اس نے اپنے ہاتھ میں چھوٹی اور اونچائی کے ۱۱۔

ماں ٹبرہ کی خوشی سارے خدشے اور واہجے بھول کر مٹاتا چلتی ہوں۔ میں نے اتنا فطرتاً ہی لے کر یہاں تک آنے کی راہ اس لیے نہیں نکالی کہ میں انکی جہنم کی دہشتوں میں نہ پڑ سکوں۔ اس نے سچی خوشی کا کمر باندھا۔

”فکیر ہے ہاں! آپ کس برس کا تھی کا تھی آپ
 تھیں تو تھیں۔“ اس نے فوراً ہی مندرت کرتے ہوئے
 اس نے ہاتھ میں پھرنی ٹھونکی اور ٹیک پر تھکی ہوش تھا، روشنی
 مرنے لگا۔ مندر نے ٹیکہ دیا اور ایک پہچان سا تھا اس کی
 طرف بڑھا۔ اس نے زور کا کہا کہ وہی ہیں اپنے ہاتھ
 سے اسے اٹھلاؤ۔ وقت کے ان لمحات میں وہ ایک دوسرے
 کے ساتھ گھن بر طرح کے اندیشوں سے آزاد اور بے فکر ہو
 چکے تھے۔

”مائیے اب میرا حق دیکھئے۔“ مشور نے اس سے فرمائش کی تو اس نے کنگ کے قریب رکھی کتابوں میں سے ایک کتاب اٹھ کر اس کے ہاتھ میں دے دی۔ اس نے کتاب کھول کر دیکھی۔

”اپنی زندگی کی ساری مرہ پر اس کے لیے پورا سا حق۔“

پہلے ہی کنگ نے غصہ سے صورت بدلی کہ یہ تو میری قریب رکھی کتاب تھی۔ کل رات تو اس نے کنگ کے دروازے پر آکر کھڑا ہوا تھا تو اس کے کاندھے پر کنگ نے اس کے ہاتھ پر رکھی تھی۔ لیکن اس کتاب کی دراصل یہ قریب رکھی ہوئی تھی لیکن پتا چلنے سے اسے کتاب کی چند ہجرت ہو گئی تھی۔

[illegible]

”یقیناً حالت آتی ہے۔ ہادی دہلوی میں تہ بھی
ہدی سال گزرا، ان کا خوب صورت کردار اور بی کوئی کا
شوق اور تھکا۔ طریقہ نیا اور محبت کے اصولوں کے خلاف۔
”تمہیں کیا پکار رہا ہوں؟“
”خوش رہو اور کرنے کی ضرورت ہے مجھ میں۔ جواہر“

ہوئے اور ہول بھی ایسے تھا کہ وہاں کی روک ٹوک نہ کر سکتے تھے۔ یہ ہول مکمل طور پر مسلمانوں کو
 زمین سے بے ہوش کر دیتی تھی۔ اسی وقت وہاں کے مسلمانوں
 کو ہول پہنچا۔ وہاں اپنی انجلی انجلی ہاتھوں کو چھبے
 کچھ امیٹ کر گئے۔

”نہایت ہے۔“ اوساقتی کسی نہ اعلیٰ دینے والا دینی ہے جس نے اسے وقت کا اساس دینے کی پیش کی ہے اس لیے کہ جتنی سے چار اہل لڑنے کو دیکھیں اور بھی نظروں سے اٹکے ہیں۔“

”میں نے جواب دیا تو کشور نے قدم
 فوراً اسے کی طرف بڑھا دیے۔
 ”بھری کشتی، گواہ غرق ہو تو میں اس کے لیے
 جان دیتا ہوں۔“

وہ بچے سے آہستہ آواز میں بدلتا تو وہ سوپ کر حلی اور گھوڑوں اور گاؤں میں رہتا تھا۔ "آپ کو تو یہ بھی یاد نہیں کہ عہد میں شریعہ کی طرح مفہوم سے کرنا بھی اصولی کے لئے ہے۔"

[illegible]

”تو چپ کا خیال ہے کہ درحقیقت چپ سے کوئی
مکملاتی نہیں ہوئی اور آپ بنی بنی پر سے عقل مضبوط رکھتے
کے لیے محذرت کر رہے ہیں۔“

”آپ کو کچھ بہت ذہین ہیں۔ میرا مطلب یہی
 تھا کہ میں نے کچھ نہیں سمجھا۔“ وہ آواز میں ہنسا۔
 ”میں نے کچھ نہیں سمجھا۔“ وہ آواز میں ہنسا۔
 ”میں نے کچھ نہیں سمجھا۔“ وہ آواز میں ہنسا۔

اب ہمیں پتہ چلے گا کہ "ابو" اس نے جس کی طرف اشارہ کیا تھا، وہی شخص ہے۔

[illegible]

جہاں انہوں نے درانیہ و گازی سمیت چھوڑا تھا۔ سری
سے انہوں نے دیکھ لیا کہ گازی کا بونٹ اٹھا ہے اور قریب
گزارا اور دو تھیلے سے احمد احمد کچرہ باجے، ان تھیلوں
و قاتلوں پر اس سے پیرہ پر اٹھیا ہی چھاپا۔ راستہ پر
اس نے بھرتی سے گازی کا پچھلہ اور انہوں کے
درانیہ سمیت چھوڑ کر گازی استاد سے کہی۔ ان تھیلوں
کے گازی میں بیٹھے ہی گازی طرائے بھرتی دلی سوچتی
صرف ہوتی ہوئی۔ اس تھیلہ دلی سے وقت کے طرف تھم
تھیں کیا جا سکتا تھا لیکن یہ درانیہ کا خطرہ ہی مل تھا کہ وہ
شعوری طور پر اس کی خوشنود رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

”کہا ہذا پیش ہے عبداللہ! سب کچھ ٹھیک چل رہا ہے۔“ گازی بھی تباہی حد میں داخل ہوئی تو اس نے عبداللہ ان کا غم بھرا کمر اس سے پوچھا۔ ”یہ کیا میں بدلی ہوئی شہر میں قریب کے ان کمالات سنبھالنے کے لیے عبداللہ ان کے سے وہاں پہنچا ہوا تھا جبکہ دولہوں پر کے وہ سے ہر چہ کچھ تھا۔ ایک دن اسے وہاں بدلی ترافانی کاموں کا تازہ تجربہ ہوا۔“

”سرت وہ بھی آد میں زیادہ وقت نہیں گزارا تھا۔“

”غریب میں شہریت کرنے کے باعث اسے اپنی بہت چھ مہینے ساتھ گزارا ہوا ہے۔“ ابکہ یہ دھری اور وہ دھلی وہاں سے ملے سے تھے، چنانچہ پھر بھی تو یہ راشت کہ اس کے لیے کسی لائے اتفاق سے اس کے لیے تھا۔ خود کو اس اتفاق میں وہاں پر جگہ ہونے سے جاننے کے لیے اس نے اپنا کون سا پہلو اس کی طرح قریب اب تھا کہ کچھ آد میں شہر و وقت کے لیے یہی غمزدہ ہے اور اب بے شہر شہر کے لیے اس کے لیے وہاں پر راشت رہی آد کی اور اس کے لیے وہاں پر حکایت۔“

[illegible]

”اگرچہ اس وقت تک کہ آپ نے اسے نہیں دیا ہے، لیکن اسے دینا چاہیے۔“

وہ بے مشروط تھے ہی نہیں مگر کسی قدر مشروط و نامک ہیں۔
پچھلے پندرہویں صدی میں صاحب نے خراب و اچھی حکومت کے شاہین
مقامات متعلقہ کرنے کے پہلو میں پچھلے پندرہویں صدی کی تصویر دلی
کی کمر پوری کر دی ہے۔ میرا نامہ و دو اور دو تون صفائی سے
باید ہے۔ انہوں نے مجھے دو سب سے بدیہی پچھلے پندرہویں صدی
آخر کرنے کے دو میں نہیں ہیں۔ پچھلے و اچھے شے نام ہے
ایسا خاصا وقت لکایا گیا اور اب تصویر میں منظر کے کامل
یاد کی ہے۔ پچھلے پندرہویں صدی میں صاحب کی مراد سے انہوں نے
خوبی کی انہوں نے پچھلے پندرہویں صدی میں صاحب نے پچھلے پندرہویں صدی
پچھلے پندرہویں صدی میں صاحب نے پچھلے پندرہویں صدی میں
انہوں نے پچھلے پندرہویں صدی میں صاحب نے پچھلے پندرہویں صدی میں
عبد المنان نے بے پناہ سے تھے۔

[illegible]

یہ کہ اگر بی سب خون و مات سے بچانے کے لیے یا
کیسب فرات میں اس نے مکر کر کے کئی دفع بچے میں
جسب دیا ہے نہ سمجھتے تھے وہ اس کا ایک اور مکر کی
طرف توجہ دے کر تین سو تیس تھی اس کا ایک اور مکر
جو چال اس کا کیا ہے جو پہل میں اس نے اس کا ایک اور
چال کا کیا ہے جو اس کا ایک اور چال ہے اس نے یہ ہے جو اس کا ایک اور
چال ہے اس کی تھی مگر وہی کا اس نے یہی تھی۔

مازہ آ کر وہاں موجود پکینہ ادا کیے گئے۔
 چاندی کے چرے کے تار سے تار سے تار کا
 طرح کی طرح راجہ کو چاکر دے دے اور اس کا
 میں منت خواہی خوش تری ہے۔
 "پہلوں کو چوبہ رنج، میں ابھی توئی ہو میں
 دیکھ آتا ہوں۔" ڈاکٹر کو دیکھتے ہوئے کہہ رہے ہیں
 ڈاکٹر، ہم سے ڈاکٹر کا۔

”فی الجاہل تو میں جو آیا ہوں ہوں۔ اس سے پہلے
خود پہ میں تھا۔ شاید آپ نے اس وقت مجھے کمال کی ہوگی اسی
لیے رابطہ نہیں کیا۔ خود میں خود میں کمال نہیں کرتی
تھ۔ آپ سے میرا کہ سب سے نیچے کہ کوئی فی خیر ہے۔“
وہ اسے سمجھا دینا چاہتے تھے بعد اس نے ان سے سوال
کیا۔ ”اس وقت ان کی کان آئے یہ وہی ان کے انجمن میں
بیگم صاحبہ آئی تھیں کہ وہ میرا کالے سے کوئی نہیں کیا ہے
چین مگر انہوں نے اسے جو اطلاع دی اسے میں خود پہ مشکل
خود کو اچھل جانے سے روک رکھا۔ کالہ دانا جو کچھ کہہ رہا
تھے وہ وہاں نظر آئے ہوتی بات تھی۔“

”میں ایک ضروری کام سے کوئی طور پر مل رہا ہوں۔ تم یہاں کے سارے معاملات خود ہی سنبھال لیتا۔ گاڑی کے بیٹے ہی اس نے جب امانت کو اٹھانے کے لئے اسے مدد دی۔ آخر پہلے سب زمیں صاحبہ کو اس کے بیٹے کو ملنے میں مدد دی۔ اس وقت بھی اس نے امداد کی کہ وہ شہر پر ولایت میں ہے اس سے بہت دشمنی نے قائم کی۔ چنانچہ اس کا بیٹا دوا دی۔ حیدر آباد سے تعلق رکھنے والے قبرستان کے قریب سے گاڑی توڑی ہوئی گاڑی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس قبرستان میں ایک قبرانی بھی تھی جس پر وہاں کے نام کا کتبہ لگا ہوا تھا۔ اس نے اسی قبر میں اس قبر میں دفن ہوتے کے لیے دعا کی اور اسے کی طرف توجہ مبذول دے کر۔ بے چارے راسخوں۔ نہ صرف اس کی گاڑی بچے پر رکھی گئی۔

جاسوسی و انجمن 194 جنوری 2010ء

قد روایت کی آہستہ پائی پائی آمد، جس سے پتہ چلتا ہے کہ انوں کی لہائی

اسحاق قادری

گلاب

آئینہ نگار

پہلے سماج میں قانون کتابوں میں لکھا ہوا ہے لیکن اس کی باگ ڈور جب پائلر سماج کے روایتی نظام میں پہنچتی ہے تو اس کے معنی ہی بدل کے رہ جاتے ہیں۔ مختلف طبقات میں تقسیم اس نظام قانون کے بھی کئی رخ ہیں۔ بالا تر طبقہ کی خودمختاری ہی قانون کی اصل تعریف و تشویر ہے۔ اور یہ تشویر کتابوں میں نہیں، روایتوں میں تحریر ہوتی ہے۔ ایسی روایتیں جس میں قانون صوب کے لیے ایک جیسا نہیں بلکہ سمندر اور جل کا سا ہے جہاں طائفوں مچھلی جال کو توڑ کر اور کمزور مچھلی بچ کر نکل جاتی ہے۔ پھینکا ویں ہے جو دریا کے شے سے ہو۔ محبت نہ تو روایتوں کو ساتھی ہے نہ طبفوں میں تقسیم معاشرے کا تجزیہ کر کے محبوب کا انتخاب کرتی ہے۔ یہ تو بس پوچھتی ہے دل طبفوں کی پروا کرتا ہے اور نہ ہی طاقت اس کا راستہ روک سکتی ہے البتہ اسے آزمائشوں سے ضرور گزونا پڑتا ہے۔ زندگی کی بساط نور و وقت کے دھارے سے بھی جاتی ہے۔ گزرا وقت لوٹ تو نہیں سکتا مگر مقبر ساتھ لے جاتا ہے۔ اس وقت تک پسوں کے توجہ سے بہت سنا پانی بہ چکا ہوتا ہے۔ جرم، افسر نامی، جاگیرداری اور ہزار کے محور کے گرد گھومت آزمائشوں کا ایک ایسا ہی سلسلہ در سلسلہ۔



مرد سے زندہ نہیں ہو سکتے تھیں اور ہو گئی تھی۔ وہ جس کے نام کی قبر پر آباد کے قبرستان میں موجود تھی، اس کے سامنے دفن سلامت جیسی جاتی حالت میں ہو گئی تھی۔ پہلے کے عقابے میں اس میں کوئی لرق یا آقا حاضر صرف یہ کہ اس کی صحت کافی کر گئی تھی اور چہرے پر زندگی کی مٹھنی ہو گئی تھی۔

”یہ سب کیا ہے، ماہر؟“ غور غور زندہ ہونے کو کون کی تھے

”جہاد سے مراد یہ کہ کیا تم اسے مرے کہیں قاصد پر؟“

”آپ کے کان سارے سوالوں کا اب دینے کے لیے

”آپ قاصد ساتھ پیش“ نے واسے واقفیت منائی ہوئی۔“

اس نے پوچھنے کے لیے اس کے سوالوں کے جواب

میں کہا اور پھر ذرا سا کھنکھار دی ہوئی روانی سے شروع ہو گئی۔

”آپ کو سولی والا صاحب اور ان کی بیوی کا تو علم ہوگا

ی۔ اس واقعے کی رات موتی والا صاحب کے ڈرائیور مر

نے بھی اپنے نیک دوست ماسر کے سر عقل کر دیا تھا۔ میں

ماسر کے گھر اس کی بیوی کے ساتھ رہنے لگی۔ اسی لمحے میں

ہیلنا نامی ایک لڑکی روتی تھی۔ ایشی کی صفت کہ اس نے اس

سے جاری کو کھل محبت میں دی تھی۔ غلوہ مرافق کے ایک

مرد کی اس پر نظر پڑی تو اسے اپنے ساتھ کھیر کر لے

جانے کے پھر میں چلے گئے۔ ایک روز وہ ماسر کی بیوی کی حراج

پری کے لیے آئی تو بہت گھبرا دی ہوئی تھی۔ اسی وقت اس نے

مجھے اپنی اہمیت سے آگاہ کیا۔ وہ اپنی ذری ہوئی تھی کہ وہ اس

اپنے گھر جانے کی بھی بحث نہیں کر پا رہی تھی۔ میں نے یہ

ترکیب نکالی کہ اس کا اور اپنا لباس آپس میں بدل لیا اور اس

سے کہا کہ میں گلی کے ٹوکڑی جالی ہوں۔ جو لوگ گھبراہٹ

پچھے گئے ہیں اور دھکا کھا کر میرے پیچھے لگ جائیں گے، تم

اسے میں پیچھے سے اپنے گھر چلی جانا۔ میرا اندازہ صحیح نکلا۔

جینڈا کو گھبراانے والے گزراں سے دھکا کھا کر میرے پیچھے

لگ گئے۔ میرا ارادہ تھا کہ کچھ پہنچنے کے بعد میں اپنے

چہرے پر سے چادر ہٹا دوں گی تاکہ وہ لوگ یہ جاننے کے بعد

کہ میں جیل نہیں ہوں، میرا بیٹھا کھڑو رہے۔ مگر یہاں ابھ

سے اندازہ کی گئی ہو گئی۔ اس سے پہلے کہ میں اس پکڑی

لمبی لگی کے ٹوکڑی پہنچی، ان دونوں نے مجھ پر ایک بیڑی چادر

ڈال کر مجھے قابو کر لیا اور مجھے اپنے ساتھ اپنے ڈیرے پر لے

گئے۔ وہاں پر کہیں پر یہ بات کہ وہ جیل کے بجائے کسی

اور دواخانہ رکھتے ہیں۔ وہ مجھ گئے کہ ان کے ساتھ دھوکا ہوا

ہے۔ جسے میں سن کے رونے لگے یہی طریقہ مارا جاتا اور

دیکھتا ہوں کہ ایک طرف ڈال دیا کہ دب میں جیل

نے، اب ہی تجھے گھوڑی لگے۔ دوسرے دن وہ لوگ

چشم‌سوزی و التهاب ۱۵۶ | ضروری ۲۰۱۰ء

دو بار وہاں گئے میں گئے اور انکے چہ چاک کا عمار کا سر دھاکے
 سے اڑا دیا گیا بعد ازاں حادثے میں اسی کی ماں اور بہن ان کو
 روکی گئی ہیں۔ میں تو ان کے قبضے میں گئی ان نے انہوں نے
 کچھ لیا کہ کرنے والی تو کی جیل گئی۔ ان کا گرو ایک عالم اور
 خیر و خیر شخص تھا۔ جیل کے واقعے سے گلہ جاسنے کا بہت سے کچھ
 سے پورا ہوا اور انہوں نے۔ اس کی بار پینٹ اور کندھے سے گھر کر
 میں اس کا یہ مطالبہ کیا کہ برائے ہو گئی کہ میں جیل کے
 رہے میں ان کے ساتھ رہ کر کام کروں گی۔ وہ لوگ اگلے
 سیدھے پکڑے اور ایک آپ کے اوپر میرا حلیہ پکا کر
 گئے اپنے ساتھ اپنے دھندے چلے جاتے۔ ان لوگوں کی
 سخت گرانی اور تشدد سے خوف زدہ ہو کر میرا ذہن اس بری
 خیر سے ڈال ہوا کہ میں فرار کی سی ہی نہیں رہی۔ مگر کچھ
 دن تک میں نے آپ کو لاہور میں رکھا اسی دن مجھ پر یہ
 حقیقت بھی طاری ہوئی کہ گرو الہی اس ایک جیل ہے۔ ان دنوں
 تو میں نے میرے کچھ جاننے والے حاکم کو بھل کر دیا۔ گرو
 نے اپنے گرو سے بھی اپنی حقیقت چھپا رکھی تھی۔ میں نے ان
 میں سے ایک کو اس راز سے آگاہ کر دیا اور یوں مجھے اس کی
 جلد دیاں حاصل ہو گئیں۔ کچھ دنوں کے بعد وہ اور میں ایک شادی
 والے گھر میں رہنے ہوئے تھے۔ ہم نے منصوبہ بنایا کہ وہاں
 سے فرار ہو جائیں گے لیکن اتفاق سے مجھے معلوم ہوا کہ
 جس شادی کی شادی ہو رہی ہے وہ سرحد کی محبوبہ ہے اور
 اسے مجھ کو کہے نہ دیتی اس کی شادی ایک بڑے سے ہے اور
 چاروں ہے۔ میں نے تعلیم کو گرو کے ساتھ وہاں سے فرار کر دیا
 دیا اور خود ان کی جیل لے لی۔ میں نے یہ فیصلہ کیا کہ میرا
 پیغام بھی بھیجا تھا کہ وہ کسی طرح آپ سے رابطہ کر کے مجھے
 وار سے میں اطلاع دے دے۔ کچھ نہیں۔ تعلیم کے گھر آ گئی۔
 انکے خیر و خیر سزاؤں کے قبضے میں سرحد ایک خوشبودار نئی
 حالت تھی۔ میں بھی گئی کہ سرحد آپ سے رابطہ ہو رہی ہے اور
 آپ نے نہیں کو بھیجا ہے لیکن بعد میں جب وہ کسی نئی
 صاحب تھانے پہنچے معلوم ہوا کہ وہ تو کوئی اور شادی کی تھی
 جا رہا تھا۔ میں جانتی تھی کہ وہ کسی نئی صاحب آپ
 کے کوئی ہیں۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ آپ
 میرے بارے میں اطلاع دے دی جائے۔ میں پھر اس کے
 بعد وہ مجھے اپنے ساتھ یہاں لے آئے۔ لیکن معلوم نہیں سرحد
 نے آپ سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟ مجھے گرو ہو رہی ہے یہ تعلیم
 اس کے پاس خیریت سے پہنچی گئی ہے یہ ممکن؟ "سادی
 داستان اختصار سے جاننے کے بعد اس نے آخر میں میرے
 رہے میں کوئی شے کا اہتمام کیا۔

”سبھی طرف تو سرِ خیریت سے لیکن تمہاری خبر سے
 مشکوک ہے۔ مجھے شک ہے کہ تم نے اس حادثے میں
 ہلاک ہونے والوں کا چوسن و غلو کرنے سے گروایا ہے لیکن
 تمہارا ”سورہ رات“ نے سب کو دھوکا دیا۔“
 ”کیوں تو کوئی راستہ نہ نکلا؟“ اس کا بوجھ خرد و حق پر بھی
 وہ اپنی بات پر اڑا ہوا تھا۔

”اسکی ہی بات ہے اور کائنات میں ہے کہ جس بات کو کہنا، قرآن کی روشنی کے نام سے ثابت کیا جاتا تھا اس وقت وہ میرے سامنے زندہ حالت میں بھی جاتا ہے۔“

”میرے محرموں کے کہیں دیر نہ رہے اس کی ثابت ہوئی تھی۔“ وہ مسکراتے ہوئے فرمایا۔ ”اور اگر وہی دلیل دینی۔“

”تمہاری اس تاہلی نے جیت کر دیا ہے کہ قرآن میں اس کے جیسے کسی کا ذکر کرنے کے لیے نہیں۔ تم اپنی اذیت سے اپنے آپ کو تاراج کرو۔“ خورشیدی آواز میں جلد تک نکلا جائیگا۔

”اس میں شک ہے۔“

”میری اس شخص سے رات بول کر توجھے کافی اہلی
 بعد ہندو گانہ کی ناولی کے ساتھ اس کے جہیز چلا
 ہے کہ کمر اتار دلا تھا۔“ ”خیر، بے تہرہ تھا۔“
 ”اب اسے اپنی اس زنی کی مالا لٹھکی پڑے گی تو
 طوم ہو جائے گا کہ یہ لیس کی جب کوئی خالی نہیں۔ اس
 کے بالوں کی جڑ سے ہی تو پیش کا ٹکڑہ بنام ہو کر رہ گیا
 ہے۔“ ”دو شہرہ سے ملے تھے۔“

”بہن! یہاں کی حالت تو عرصہ پہلے سے یہ ہے کہ ہر طرف غم و غصہ ہے۔“ اس نے انہیں خطہ اکبر کی طرف اشارہ کیا اور پھر خاموش تشریف لے گیا۔ وہاں کی طرف رخ کر کے وہ سوچنے لگا۔ ”تم کیسے دہلی میں جا کر آرام کرو گے؟“ اس نے سوچا۔ ”اس سے کہہنا ہی ہوگی۔ اس کے علاوہ اور کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ دہلی میں بھی کیڑے مارا جائے گا۔“

”اسلام اور یکس میں سے کسی کی یہ تصویر بنانا کافی ہیں۔
جہاں کی کا طیارے پھوڑ رہی اور یہ تصویر بنی مگر اسے
رات میں بھگا اور بنی۔ جو مگر یہ کہ تصویر بنی اخبارات
پھیلیں تو کوئی نہیں دیکھتا کہ وہ ہے میں اطلاع اسے
”اس کے بارے میں سے پہلے بارگاہوں کی حالت میں
میں بہت سی تصویر بنی۔ لیکن ابھی آئی اور وہ ساری
کی سب سے پہلے پر اس انداز میں رہیں کہ وہ مگر
”اوم کو جس کی توجہ خود دیکھو اس میں طرف سب دلی
میں تصویر بنی پر مگر بننے پہلی طرح چکی اور پھر

ایک تصویر، ہر جہت میں لے کر یہ غور اس کا جانو لینے کی جیسے جیسے وہ تصویر کا جائزہ لے رہی تھی اس کے چہرے کا رنگ بدل چکا تھا۔

"مجھے آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا ہے مگر آپ میرے ساتھ گیسٹ روم تک چل سکتے ہیں؟" بالآخر ایک فیصلہ کن نتیجہ پر پہنچی کہ اس نے شہر سے درخواست کی۔ وہ کچھ دھمکتے سے باوجود اس کے کچھ کی تجویز کو کھینچ کر کے اس کی بات ماننے پر راضی ہو گیا۔ دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ٹیسٹ روم تک پہنچے۔

"ہاں ہاں... کیا کہنا تھا جی جی تم؟"

"میں اس تصویر والی لڑکی کے بارے میں بات کرنا چاہتی تھی۔ وہ لڑکی کون ہے؟"

"وہ چار بھائی کی بیٹی تھی ہے۔ پندرہ روز پہلے اسے خوب سراؤں کے ایک گروہ نے سوار کر لیا تھا لیکن اب تک ہمارا ہی قیام کرکیشن کے باوجود اسے تلاش کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ مگر تم کیسے اس بارے میں چھو رہی ہو؟" اس کی بات کا جواب دیتے ہوئے اس نے مزید ایک کڑی چما۔

"مجھے یقین ہے کہ میں نے اس لڑکی کو دیکھا ہے۔"

اور مجھے یہ یقین ہے کہ اب وہ زندہ نہیں ہے۔" اس نے۔

بہت مشکل اسے یہ اطلاع دی۔ وہ باتوں کی کوئی شے نہیں جانتے اور آخری تھیل اس کی یادداشت سے ہاتھ اٹھائی تھیں۔ ہوا تھا اور ہر جہت کی تصویر دیکھ کر وہ اور بھی شدت سے اس پر سناٹے کی رہا لگی تھی۔

"تم کیسے جانتے ہو؟ سب کہہ رہی ہو؟ مجھے تفصیل سے پوری بات بتاؤ۔" شہر بارے میں اس سے کہا تو چار بار ایک ایک کر مارا قصہ سننے لگی۔ ساری بات سن کر وہ تیر کی مانند تیزی سے گیسٹ روم سے باہر نکل گیا۔ اس کے انداز سے ظاہر تھا کہ اس کے اندر تو غصہ کی ایک آگ سی بجھ رہی ہے جس میں وہ سب بکھرا کر بھسم کر دے گا۔

مطابق خان گاڑی کو اڑاتا ہوا بائیل گاؤں کی طرف لے جا رہا تھا پھر بھی اسے سلی نہیں ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر اس قدر تھی کہ دل چاہتا تھا، پک بچھتے میں یہ راستہ ہی ہو جائے۔ وہاں اسے حاصل ہونے والی معلومات کی کوئی شے اس نے خود ہی سیدھا سیدھا راز کی کوئی جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ لیکن وہ چاروں کو کھاتی ہوئی بات بتانے کی ہمت نہیں کر سکتا تھا اور چاہتا تھا کہ پہلے خود بخود ہی کر لے۔ ان کی زبانی اسے سیدھا راز کے بارے میں معلومات تو پہلے ہی حاصل ہو گئی

تھیں لہذا یہ اطمینان تھا کہ وہ اسے سیدھا راز خفیہ کر دیاں سوچا اور ان کو آرام سے سنبھل لیں گے۔ سیدھا راز جیسے معترف نہیں تھا اس وقت کوئی پروگرام نہ کرنا کا امکان نہیں تھا۔ اسے اسے اصل میں سوتی ہوئے کسی اس کردار سے دور باقی کرنے تھے جس کا تذکرہ ہمارے نے بھی کیا تھا۔ وہ ہم نا نے تھی۔

گاڑی سیدھا راز کی کچی کے سامنے جا کر روکی۔ وہ مطابق خان نے اس کے اشارے پر بدن دی۔ دو تین بار بارن دینے کے باوجود اندر سے کوئی رد عمل ظاہر نہیں ہوا۔

"نہ تو کہیں بھاڑا۔" اس نے غصہ دیا۔ مطابق خان نے غصہ کی جس کی گھر جی دے پر اسے اندر سے کھینچنے کی آواز سنائی نہیں دی۔ جانے کتنی غراب تھی یہ پتہ نہ پڑی تھی۔ اس نے اسے کھدو ہارے کے کندے سے کھینچا۔ یہ وہ انداز تھا بھی بے کاغذی۔ دوسری طرف اس کی خاموشی تھی کہ کوئی گاڑی پڑی ہو۔

"دوسری طرف کو کر اندر۔" اس نے کہی تھی۔ وہ تھوڑے گاڑی میں بیٹھا ہوا اس کی کارروائی کو دیکھ رہا تھا۔ مطلب یہ کہ نیچے تر آیا اور گھریا۔ مگر ہم خان نے کھینچنے کی اور گیسٹ کے دوسری طرف کو کر گاڑی اور اندر کھول دی۔ وہ فوراً نکلے اور اسے۔ اسے اندر داخل ہوا۔ اسی وقت اس کی غصہ کی نے تسلی کی پھر اس کی ہلکے بھی۔ وہ چلتے کوئی حرکت نہیں کی کوئی کی اندر دینی صورت سے نکل کر وہیں جا کر چھپ کر چلی گئی۔ اس وقت کوئی کے بھی صدمے میں جاری تھی۔

"تم اندر دیکھو اس میں کچھ جاتا ہوں۔" اس نے شہر خان کو بھائی شیت کا مٹھکین دیکھ کر کہا تھا، پھر ہی سے خبردار اور خود کی اس کی طرف دوا دی۔ گن پارکر کے اوٹو کی گے جب میں بیٹھ کر وہ حرکت نہ کی تھی۔ یہاں تک کہ سیدھا راز کی کوئی کی عقب سے بڑی ہوئی دوسری کچی میں اترنے کے نتیجے میں غصہ سے زانیہ دیکھیں تاکہ چائی۔

شہر بارے میں اس کی ہڈی کی طرف کی گیسٹ چمک رہا تھا۔ دونوں ہاتھوں کی حد سے اسے اس کی کوئی گئی اور اس کی ایک ہاتھ بھی اس کی گیسٹ میں تھی اس نے غصہ سے زور دیا نہیں تھی۔ اس کے ہاؤس اور ہسپتال کے اور چاروں کے گھر موت کو کھینچے۔ اس کے ہاؤس اور ہسپتال کے اور چاروں کی موت دیکھنے میں کامیاب نہیں ہوئی اور وہ سب سے زبانی پر آماری لیکن کچھ کرنے ہی اس نے خود کو حرکت انگیز بھرنے سے سنبھلا اور اچھل کر سیدھی گاڑی ہو گئی۔ اس وقت شہر بارے

اور ایک ہاؤس کو کوئی حرکت نہیں بلکہ کھڑا ہے جس کا قد چھ فٹ سے ایک آدھ انچ کی کم ہوگا۔ سیدھے کمرے سے اس کے بعد وہیں پڑی بھر کے نیچے دیکھا ہوا گھر پر اسی اس پر حملہ کر دیا۔ اس کے حملہ کرنے کا انداز ایسا تھا کہ شہر بارے نے فوراً ہی چاہی کہ وہ جڑو کے فن میں ماہر ہے۔ وہ انہیں جانب بھٹک کر اس نے خود کو اس کے بارے سے جاننے کی کوشش کی لیکن یہاں اس سے اندازے کی کوشش ہوئی۔ حملہ آور نے ہاتھوں میں طرف سے کاؤچ دے کر اس کے دائیں شانے پر گولی مار دی۔ اس کا زور وارہا کر دیا تھا۔ دائیں شانے پر گولے والی یہ ضرب اتنی زور دہی تھی کہ اسے گناہ اس کے شانے پر گولے والی یہ ضرب انسانی ہڈی کے ہجانے کو سہی کی کہ پیٹو خود اسے گولی کی ہو۔ وہ آخر کار نہیں اس نے ساری زخمی سونوں پر تالیاں بجا بجا کر ہلکے دھکے تھا وہاں سے اسے گولی لڑائی لڑائی کے فی میں اتار کر بھیج دیا۔ اسے یہ جان کر حرکت ہی ہوئی لیکن اس وقت اس حرکت کا اظہار کرنے کی فرصت نہیں تھی۔ اپنے شانے پر گولے والی ضرب سے فوراً سنبھلے ہوئے اس نے اپنی اسی تھانہ چلی جو حملہ آور کے چلو میں گئی۔ ضرب زوردار ہونے کے باوجود اسے آرام سے سہا گیا اور خود بھی اپنا ہاتھ تاکہ سے ایک بار بھر اس کے شانے کو کھٹکا ہوا۔ وہ بارہا کی ہلکے جوت کہ شہر بارے کو ساڑھ کڑا کر۔ اس نے خود ایک زمانے میں بارش آہستہ سیکھا تھا لیکن اسی زخمی میں اس گولہ کو اڑانے کی اسے بھی ضرورت نہیں پڑی تھی جبکہ سامنے اس کے بھرنے وقت اور طائی سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اس فن میں پوری پوری مہارت رکھتا ہے۔ شانے پر ضرب لگانے کے بعد بھی وہ گناہیں لکھتے سہ سے ایک بار بار اڑا کر لگاتے ہوئے ایک بار بھر اس پر حملہ آور ہوا اور اس کے اوٹو پہلو اس میں اپنے دونوں ہاتھوں کی اٹھتھیں سے ضرب لگائی۔ یہ بھی کی طرح گولے دینے والی یہ ضرب کھانہ اس کے منہ سے اور اس کی آواز نکل اور وہ زمین پر گر گیا۔ مگر اسے اسے اس کی کوشش اور کے ہاتھوں کو بچھ کر اس کا سر زمین پر مارنے کی کوشش ضرور کی تھی لیکن جیسے میں اس کے پاں اس کے ہاتھ میں دے گا اور وہ کچھ شہر بارے کے ہاتھوں میں آجائے گا اسے بال حاصل ایک دھمکی جس کے سر سے الگ ہو جانے کے بعد حملہ آور کا سر اٹھ بھرا اس کی دیکھا جا سکتا تھا۔ اس وقت چہرے پر کوئی دھمکی نہ تھی۔ سبک اپ اور اپنی کے ساتھ یہ مردانہ بھر بھٹک کر بہت عجیب لگ رہا تھا اور اس کی جیس ایک بار بھر بھٹک کر ہوئی تھی۔ وہ جیتا خوں ہرا کے کہ وہ اس میں کوئی حرکت

چہرے سے وہ ایک ہو جانے پر اسے اس کا سر اور گردن بھر کے خنجر سے ہونے شہر بارے کے چھوٹے میں ایک بار اور ضرب لگائی اور ایک بار بھر اس کے گردن کی طرف دوڑ گیا۔ وہ اپنے ہر جہت کو دوسری طرف پھلا تھیں میں اس نے ہند کی سی بھرتی دیکھی۔ سب تک شہر بارے کی اس کے چھوٹے دوڑا تھا۔ دوسری طرف کو چکا تھا اس کی پوری میں اس نے اس کی پوری میں اس کے گیسٹ تک چکا چکا تھا۔ وہ جب اس کو بھی میں کو تو وہ گیسٹ سے باہر نکل چکا تھا۔ اس کے قاتل میں اس نے بھی گیسٹ کا سر کیا۔ اسے راستے میں ہی اسے باہر سے ہی گاڑی کا انجن اشارت ہونے کی آواز سنائی دی۔ وہ گیسٹ پر پہنچا تو اسے باہر سے بند پایا۔ جب تک اس نے گیسٹ پر چڑھ کر دوسری طرف پھلا تک لگائی گاڑی بہت دور چلی گئی۔ اسے اس کا تازہ یاد تھا کہ گاڑی کا ٹھہرنا نہیں کی جا سکتا تھا لیکن اس نے یہ ضرور دیکھا تھا کہ سیدھا راز کے گھر کی آگ تھی۔ اس کا قاتل قاتل کرنے کے لیے گاڑی کی ضرورت نہیں تھی اور اس کی گاڑی سیدھا راز کی کوئی کے سامنے نہ پڑی تھی۔ یہاں سے اس تک پہنچنے کے لیے پوری گن پارکر کے ایک لپا بھر کا کافی پٹا۔ اس راستے کو اختیار کرنے کے بجائے وہ غصہ کرتے سے تھا اس میں ہوا نہیں پٹا اور بھی اور پھر پھلا تک کہ سیدھا راز کی کوئی میں چھپ کر اس میں گیسٹ کی طرف بھاگا۔ اس دوران اس بات اس نے یہ پتہ کر لیا تھا کہ کوئی کے اندر دھکی میں آگ لگی ہوئی ہے۔ شہر بارے خان اس آگ کی وجہ سے ہی معترف ہو گیا تھا جو اس کی طرف سے گیسٹ کے گھنٹوں آیا تھا۔ وہ خود اس میں کوئی اندازہ کر کے گیسٹ پر پہنچی اپنی گاڑی تک پہنچی۔ وہ لوگ اس کی صورت حال میں کوئی کے اندر دھکی ہوئے تھے کہ مطابق خان کو گاڑی تاک کر نے نہ چاہی لگاتے کا خیال نہیں آیا تھا۔ ایک کر گاڑی میں سوار ہونے کے بعد اس نے اسے اسٹارٹ کیا اور نقل اپنی میں اس جانب دوڑا دیا جس طرف سیدھا راز کے آٹو میں بھی نہیں تمام تر بھرتی کے باوجود اسے دیر ہو گئی تھی۔ کوشش کے باوجود اسے کوئی حملہ کو بھی نہیں ہاسکا اور خود ہی دیر اور کوئی سونوں پر پہنچنے کے بعد وہیں سیدھا راز کی کوئی کا رہا کر لیا۔ وہاں کا فضا بدل رہا تھا۔ لاکھ بھٹکے کی گاڑیاں کوئی کے گیسٹ کے سامنے کوئی صاف نظر آ رہی تھیں اور اس کا لپٹا بھی اس کی آگ بھڑا تھا۔

"آپ کیسے چلے گئے تھے سر؟ میں آپ کے سامنے ہی رہا کرتے ہی دیکھ کر نہ رہا لیکن آپ نے گاڑی، یہ سب نہیں کی۔" اسے دیکھتے ہی مطابق خان پٹ کر اس کے قریب

پانے کے جدریم کو اچے سرہن کا دھوئیں پائینگیں اس سے
 لگی کہ وہ ڈانگہ روم سے بچ رہتی، اسے کھلے دروازے کی
 دوسری طرف ایک ڈھانچہ پیش نہیں تھا۔ اس نے بیک کر
 دروازے کو بند کر دیا اور ایک لاک لگانے کے ساتھ ساتھ
 اوپر کی چھتی بھی چھوڑ دی۔ آہانچہ میں جس طرف جھوم پھس
 تھا، اور آواز بند ہونے کی آواز پر چونک کر اتر چلا۔

”اودھیاں ہے۔ اس کرے میں بھی ہے شام۔“ اس
کا آواز بندہ وائے کے چپے سے ان گھوڑوں کو جانی دی۔
گھوڑے فوراً دیوڑھانے کے لاک پر غلامانگیا۔ بندہ سے کہ
گیا غلام تھوہ جس نے لاک کے پرچے اڑا کر گھوڑے کے پاس۔
گوئی اطلاع لے کر نے اسی خانہ کے پہلو میں بھی جس
میں وہی طرح جتنی کوئی فرش پر گئی زور سے جی۔ سرے
کی قسمت، بھیجی کی کہ وہ وائے بندہ کرنے کے بعد ایک طرف
بہت بھیجی دوتہ خانہ کے ساتھ ساتھ وہی کوئی کہ زور
آگئی تھی۔ لاک توہنے کے بعد اب باہر سے وائے کہ
وہ وائے کی چٹائی آواز نے کی گھوڑوں کی جی تھی۔ سال
خانہ کہ یہ چٹائی زور وائے میں تھی۔

”اگر اصرار ہے باہر نکلتے ہیں۔“ سر کے لئے سلاخیلا گئے۔
 وہ دھڑکی طرف قدم بڑھاتے ہیں اس سے کہنا۔ زمین سے
 اٹھ کر پلٹ جائیں۔ سلاخیلا گئے۔ دھڑکی طرف گھومنا کہ ان کو۔ وہ
 انہیں ہائی ہائی دہری کی طرف گواہیں۔ خود اس کے لیے تو
 کوئی سسکتا تھا کہ بچے چھپکے اچھو کے ساتھ ساتھ اپنی چھلکی
 نظروں کی وجہ سے اسے اس طرح کی اچھل کود کرنے کی مشق
 تھی لیکن سر ہم قدم سے ملے ہوئے جسم کی ہلکتی تھی۔ ساتھ
 ہی اسے اپنی بے حد آرام دہ زندگی کی وجہ سے ایسی کسی
 شخصیت کی حالت نہیں تھی اس لیے اسے دوسری طرف
 کوڑے میں تھوڑی سی دھتک چلی آئی اور ابا تو اسے سہرا
 بچہ چلا۔ جس نئے نئے ناؤں نے ان میں قدم رکھے
 انھیں دھڑکی کے دروازے کی چھلکی نکلتی اور دھکا دینے
 والے اندر داخل ہو گئے۔

”جوہر انکھو! اور اس سے بھی ہیں شاید۔“ اور میرے لئے
ساتھ روزنی ہوئی تھی جو تب بے سروات کار نوز کی طرف
چارہ بھی تھی، تب کسی کی چٹکتی ہوئی آواز مل گئی دی۔ ان دونوں
نے اپنے قدموں کی تکرار اور بھی تیز کر دی۔

”اے ارک چو! وہ نہ کوئی ماروں گا۔“ اے میرے

لو اس کی۔ میری زندگی تو بدمعاش ہو چکی ہے لیکن سجاد کی بھی ک
جہ سے مجھے ان کی کسی زیادہ خصوصیت نہیں ہوئی۔ آخر میں غنی
بہت کاغذ اور سلفٹ ہیں۔ وہ میرے پاس غنی اور دوسری کچھ
تھیں۔ ان کی کاپی بنی بہت شہرت کر گیا تھا اور ان کے انجیل کی
تھیں۔ اس شہرت پر ہو چکی تھی اس لیے ان کی وجہ سے آخر میں
آئی تو مگر وہ اپنی جانتا ہے۔ ڈاکٹر نے متعدد دیکھا تھا کہ ان
نیشن والے ہائوس میں۔ اور رکھا جائے۔ وہ خود ہی سے
سب کچھ جانتی جا رہی تھی۔ وہ میری وجہ سے اس کی بات سن
رہی تھی۔ اس وقت اسے اس پر چڑھ چکی تھی۔ وہ ان عورتوں اور ان
ان پر بے حد سادی ہے۔ بے حد کوئی فرق نہیں لگ رہا تھا۔
اسے تعین تھا کہ بے حد کے اس کی جدائی میں اسی کیفیت
سے تر رہی ہوگی۔

”ارے تم دیکھ کھانا صرف میری، تمسہ سنے شادی ہوئی اور“ تمسہ کہنے لگی کہ تم میری کاجیان اس کی پلینٹ کی طرف گئے تو تمسہ نے اسے کھانا اور کھانا کی پیش کش کی پلینٹ کے قریب کرتے ہوئے اس کی پلینٹ میں سامنے کھانے لگی۔ اسی وقت لڑائی میں گویا کسی کی طرف سے گئی۔ اس آواز کو سن کر دو درویش ہی بری طرح چلے گئے۔ پھر میرے نے تجوی سے اپنی جگہ پر گئے ہوئے دروازے کا دھکیلا۔ وہاں تو کسی کے جیسے جیسے کھانا درویشوں کے ذرا کھانے، دھم سے ہر گز سے ملنے ہی ایک کھانا سہارا ملے ہوئے اندر سے ملے ہوئے۔

”چاہتیں کون لوگ ہیں، کچھ صاحب۔ دیکھ دو بھائی کر
چکے سے اندر گھسنے کی کوشش کر رہے تھے۔ گارڈ نے دیکھ لیا
اور قاعہ محمول بنا۔ جواب میں وہ لوگ بھی قانع ہو کر رہے
تھے۔ ملازم نے غلغلہ نہ سے لکچے میں نہیں اطلاع دلائی۔
”کون ٹوک ہو سکے ہیں؟ یہاں گھسنے کی کوشش کرنے
کے لیے بڑی جرأت چاہیے۔“ اور دیکھتا ہی اُن کی نظر
گھبرائی ہوئی دیکھنے کے چرے پر پڑی۔ فوراً ہی اس کے
پیشانی میں ایک گھبراہٹ کا سایہ پڑا۔

”مجھے لگتا ہے کہ تمہاری یہاں موجودگی کی خبر تک جو تک
ہے اور اسی پر تمہارا دل لگا ہوا ہے۔“ عمر نے بولی
رائے کا ہاتھ لے کر اور قادی سے ڈانٹتے رہے مگر عمر
خون کی طرف ہلکی مڑا لگے ہی نکلے۔ اسے بھی کسا سا کرتا
پڑا۔ لیکن خون اتنی ہے جان کی۔ دوسری طرف ہا ہرے سناں
ہوئے والی ڈانٹ کی آواز نہ لہر کے یہ ابھی نہیں رک رہی
تھی۔

”میرا سونچا شہزادہ روم میں ہی رہ گیا ہے۔ میں
 باں جا کر سجادہ کفالی کرتی ہوں۔“ فون کی طرف سے ہلچل

اعزاز و کرامت اور ان کے بے زور مشکل ثابت نہ ہوا۔ ایک دو ہفتے پہلے ہی پہنچے۔ وہاں سارا سحر کر چکے۔ ایسا۔ ایک خوب پوش پہن۔ ہاتھ میں کلن۔ گن کے لیے اعلیٰ سے ان میں دو رہا تھا۔ اسی نے چھپاؤ میں گولی دینے کی آمیزش کی تھی لیکن وہ دونوں ہی اس آمیزش کو خاطر میں لائے بغیر ہو کر چلی گئیں۔ سردار نے گولہ زار پر گولہ دو چار قدم کے ہی فاصلے پر تھمے۔ یہ فاصلہ قدم ہوتا، اس سے کلن ہی ان کے پیچھے آنے والے گولے سے لگا کر دو تین فٹ پر پہنچے۔ گولہاں سارے سارے گولی دینے ان کے دائیں اٹکیں سے گزرتی تھیں۔ مگر گولی کی اپنی ایک دہشت ہوئی ہے۔ گولہ زار پہنچے کے ہاں جو دم پر پہنچے اسے قریب سے گزرنے والی گولہوں سے اس کی بدن شرح دہشت زدہ ہوئی کہ اس کے قدم ہل گئے اور وہ زمین پر دہشت گیارہ کے دروازے پر گر پڑا۔ وہ ہاتھ نے گھبرا کر اپنے پیچھے دیکھا۔ وہ غلب پہن۔ انھوں میں قریب لپٹ کر نہ صرف وہ اپنے سر پہ تھے۔ وہ دونوں ان کے گنگائے تھے۔ لیکن ان کے ہاں جو دم انھوں نے وہاں فائر کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بیک ایک اسے اور اک ہوا کر کلا اور چمکی ہیں۔ ان کی جان بچنے کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ انھیں زندہ چکنا چم بچے ہیں۔ انھی چھ فٹ ان پر کیے گئے تھے اس کا شہد بھی صرف انھیں دہشت زدہ کرنا تھا۔ وہ نہایت گئی جس کے وہ دونوں ہی اسے واضح طور پر ان کے گنگائے پر نہیں کہ وہ لوگ چاہتے تو آسانی سے انھیں قتل نہ دیتے تھے۔ جان کی طرف سے۔ نئے ہاتھ اس سے گھری کے احسان نے اسے غصہ اور اوارہ و سبارا سے کریم کو اپنے میں دھو رہے تھے۔ اسی وقت وہ فائر پر ہوئے اور گولہاں سر پر کے باقی قریب زمین پر آ گئیں۔ ان گولہوں کے زمین پر گرنے کی وجہ سے اس قدر تیزی سے مٹی اٹھ کر اور سر ہمارا اس کے چہرے کو نہایت آلود کر دیا۔ سر پر کے متعلق سے ایک بار دہشت زدہ نہیں بلکہ ہو گئی۔ خود اس کے اپنے چہرے کا رنگ بھی اڑ گیا۔ غلے کے اس کے ہم میں وہ چاہتی تو خود دہشت ہوا۔ میں پہلی ہو کر اپنے آپ کو محفوظ کرنے کی کوشش کر سکتی تھی لیکن اسے سر پر کو چھپو نہ ہوا۔ ہمارے متعلق تھا۔ سر پر کے انھوں نے اپنے انھوں کی کشت میں نے کو اس نے اسے گولہ زار نے کی ہر چہ کوشش کی۔ اس بار خود سر پر نے بھی عدت سے کام لیا اور گولی ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ گھر سے ہونے کے بعد رات گوارہ میں داخل ہونے کے لیے ہاتھ روک رہے تھے۔ وہ ایک دم کو نہایت تیزی سے گولہ زار وہ چھپ چکی تھیں۔ انھوں نے ایک قدم کو اٹھانے میں اتنی تاخیر ضرور ہوئی کہ اس کی کتاب میں آنے والے کتاب چٹ

ان کے سر پہ پتی چکے تھے۔ وہ نوکر پرستی میں کسب اس نے کوثر کا دروازہ بند کیا تو دروازہ اٹھ سوڑا آبی کی ناک سے ٹکرایا ہوگا۔

یہ چھوڑا سا کوثر کونجی میں کام کرنے والے ٹھکے سے زیر استعمال تھا اور اس کا دروازہ اسکا مفید نہیں تھا کہ وہوں کو دروازے کے لیے اپنے تعاقب میں آنے والوں سے محفوظ رہ سکتیں۔ ان کی فوج کے سپر محافظ باہر سے دروازے کو کھولنے کی کوشش کی جانے لگی لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے ایک ایک آواز دی تھی۔ جن نے انہیں حاصر کیا۔ یہ نہیں کی گاؤں کے سائرن کی آواز میں تھیں۔ چلو یہ کھڑے آبی محسوس ہو رہی تھیں۔

"بلڈز! آپ میرے ساتھ مل کر اسے دروازے کے سامنے رکھیں میں ہار کر دوں گا۔" کوثر میں DRG سے سامان کے ایک پتلی صندوق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس نے سر جھکے۔ یہ درخواست کی۔ دونوں کا مفید کچھ کوثر کی ہار کے لیے آگے بڑھی۔ اس پتلی صندوق کی چوڑائی اتنی تھی کہ وہ پورے گاؤں کا دروازہ کے سامنے فٹ ہو جاتا۔ بلندی کے اعتبار سے بھی صندوق اسکا اونچا ضرور تھا کہ صلیب دروازے کی بندش تک پہنچ سکا تھا۔ صندوق بند دروازہ کے بالکل ساتھ لٹ کر رکھا جاتا تو چلتے بکھرنے کے باوجود دروازہ کھلنے سے محفوظ رہتا اور اس کی کمزوری کی سہولت میں جاتی۔ اس جے صندوق میں پتیلی ٹوف ٹوڑے اور دوسرے کوئی ہماری سامان رکھا ہوا تھا جس کی بچہ سے انہیں اسے بچھپانے کے لیے طاقت بھروسہ کرنی پڑی تھی۔ صرف یہ خزانہ محفوظ رکھنے کی جلی خواہش تھی جو وہ دونوں خواہشوں والی خصوصیات ڈاک حراجی کو فراموش کیے یہ خدمت کام کر رہی تھیں۔ دروازے کے کمرہ پر جڑے پتے بھی انہیں مجبور کر رہے تھے۔ اس بھی سب سے پہلے عملی طور پر کھڑا جاتے اور دروازہ اندر کرتا۔ پہنچا بیٹا ہوتا ہے ان دونوں نے اپنی تمام تر قوت صرف کرتے ہوئے بالآخر اس جے جے صندوق کا دروازہ کے سامنے پہنچا۔ لیکن وہ کچھ تھا ہب دروازے کے پتے میں طور پر اکڑ چکے تھے لیکن صندوق سامنے آنے کے باعث دروازہ ٹکرایا گیا۔

"سائرن نے دروازے کے سامنے کوئی ہماری چر رہی ہے۔" ٹھیک ۱۲ بجے تھی کہ انہوں نے کوثر کو آواز سنائی دی۔

"بھروسہ ۱۱ بجے ڈو۔" ٹھیک ۱۱ بجے تھی۔ یہیں سے بھٹنے کی گواہی ہم جی ٹھیک میں جہاں سب گئے۔ ایک دوسرے کے ٹھکے بلڈ آواز سے یہ خبر دی۔ اس قسم کے ساتھ ان

دروازے پر جادی کا سردانی بند ہو گئی تھو دروازے ہوئے
قدموں کی آواز نہ سنائی دینے لگی۔ یہ آواز بھی نہ ہو کر ان
سے دور جا رہی تھی۔ ان کو آواز کو کن کر ان دونوں میں
سکون کا احساس آیا اور مجھے سمجھے ان دونوں میں مسرتی کے ساتھ
یہ اپنی پشت کا فرش پر بیٹھ گئی۔

☆ ☆

پچیس بیٹھ کر دروازہ پر موجود دروازہ کرا انسان کی جگہ سے
مکئی رہا تھا۔ پچیس اس شخص کے محل سے آئے اور وہی شخص
جو صحت میں آئے آنکھ سے دیکھ کر ایک تارہ بننے کی اہمیت
پندرم کی طرح بھول رہا تھا۔ ایک تارہ بننے کی اہمیت
دوسرے قریب کھڑے سارہ لوگوں پر عین والے کے ساتھ میں
موجود ہیں کی حسیل حرکت جس کا نکتہ اس کی جگہ میں... وہ
جسم پر بار بار کیا کرتے تھے اس کی جگہ میں کہ کمرے میں
سردار کی شخص کا دل نہیں کاٹ رہا تھا۔ وہ شخص اس ناخوشی
تھا کہ اس پر ہم کی جگہ اس کی گردن پر تو اتنی مصوم
نہ تھو گئے تھے کہ یاد کرنے کا وہ تھا کہ اس گردن کو اس سے
چھوڑا ہم مصومت حاصل نہ کر لی ہو تھی تو اس وقت وہ گردن
کے بجائے گردن کے بل ہی اس آنکھ سے کے ساتھ نکلا ہوا
ہوتا۔ وہ گردن کو اس قاصدہ کو گہری جھڑپ کے بعد
اٹھانے میں کامیاب ہوئے تھے۔ سردار میں کی کوئی
نکلی میں چھوڑانے اسے سپر میں کی عکس کے ساتھ شکر
شکر کے خواہ سرائی پر بلایا دیا تھا۔ ہنسنے کے بعد
ہنسنے میں خواہ سرائی کے کوٹ ہوئے کا مصوم ہونے پر
پچیس میں ان کو کوئی شامت آئی ہو تھی اسے وہاب تو کہیں
دوں پر مصیبت کی نوبت نہ تھی۔ کی مظلوم اور بے قصور
گہری میں اس سردار کی ذرا میں آئے تھے۔ یہ بھی شخص دار
تھو گہرا تھا اسے گہرا کہ کہانے میں بند کر دیا گیا تھا
اس سے یہ نہ تھی کے ساتھ نہ چوہہ کی چوری تھی۔
پچیس کی کارروائی میں کی نظر میں بھی تھی کی اور وہ جگہ
بجہ سرائی کے ہر دور پر نہ پچیس کے خلاف کھڑے ہو
تھے۔ کٹ مہر میں شکر کے بہت سے خواہ سرائی نے
کھڑے کر کے ساتھ بل پر ہنس کھب کے ساتھ ساتھ
کے میں صورت حال کے بارے میں مصومت ہر اصل
نے کی کو کوشش نہ تھی تھے لیکن ان میں کوئی بہت رنج و غاب
نہو دیا گیا تھا۔ چارہ نادر میں اس دونوں پر یہ ایک نکتہ
سارہ میں کے باعث وہ کی تہذیب اور عظمت کو نہ صرف
نہو رہے تھے۔ یہاں تک کہ گہرا پرانی کی طرف سے

آئے وال کان کو بھی نظر انداز کر دیا میں تھا اور اٹھیں یہ کہہ کر
نکل دے وہی کئی کئی بہت حکم اور آپ نیکوٹ معاملے کی
چھان بین کے لیے یہ کارروائی ناموس ہے۔ مسلسل تحقیقات
کے نتیجے میں جو حالات سامنے آ رہے تھے، اس سے یہ بات
جی بھی جھولی دکھائی دے رہی تھی کہ واقعی معاملہ بہت گھبر
ہے۔ اس گھبر معاملے کی تک پہنچنے کے لیے وہ سب پوری
طرح سرگرم تھے۔ ذاتی دھکے ان کی سرگرمی کو بھیج کر کے
بہت تلخ کر رہا تھا۔ مزبور کو انہیں ایک دوسری بھی ایسی سرگرمی
کی وجہ سے محظن ہو گئی تھی۔ اس سلسلے میں انہوں نے کار کا
تھون حاصل کیا تھا۔ اسے خود سہراؤں کے کئی ایسے ٹھکانوں
کا علم تھا جن کے بارے میں پوچھیں بھی، کچھ نہیں جانتی تھی۔
اس کی مدد سے وہ ان ٹھکانوں پر خود اس کی کواحقیت سے رہے
تھے۔ ٹھکانے گمرانی اور دھکے کے لیے دو پوچھنے والے بھی غویہ
سرا کا دھکے دھار کر اس کے ساتھ ساتھ رہے تھے۔ بالآخر
انہوں نے شہر کی گلیوں میں بکھرتے بکھرتے وہ ٹھکانے اس جگہ پہنچے
کہاں وہ گئے جہاں گروہ اس نے اپنے ٹھکانے سے بھاگنے
کے بعد روک لی تھی۔ پوچھیں وہ انہوں نے وہ ٹھکانے اس کے اس
ٹھکانے کو گھیر کر پڑا تھا اور اسے گرفتار کر کے یہاں لے
آئے تھے کہ اب وہ ان کا تھکانے کے ساتوں کے جواب دے
پڑا تھا۔ جہاں کئی ساتوں کا جواب دینے میں اس کی زبان
اٹکی وہاں اس کے سر پر مسلہ سادو لیں جس کا ہر حرکت
ہو جاتا اور اس وقت تک متحرک رہتا جب تک اس کی زبان
وہ پورہ نہ بول جاتی۔
"تھکانے کو قتل کر پچے ہو تم اپنی نوعیت
دینے کے نام پر؟"
"صرف تین!" اس نے سہرا کی جھرتے ہوئے
جواب دیا۔
"صرف تین... تیرے تو، ایک تھکانے جانتیں وہی
بہت جیسے رہتے؟" سوال کرنے والے سہرا دانا نے اس
کے منہ پر ایک ڈوروں تھیلہ باندھا کہ اسے نہ بولے
"آخری ہار تم کو گولی نے جس لڑکی کو قتل کیا تھا اس کی
اشکوں ہے؟" شہر یاد نے آگے بڑھ کر سہرا دانا کو بازو
سے پکڑ کر پیچھے ہٹاتے ہوئے اس سے سوال کیا۔ وہ اس
سوال کے جواب میں خاموش رہا لیکن پھر بھوکے پیہر وہ
خبروں نے اسے زبان کھولنے پر مجبور کر دیا اور وہ اس جگہ
تھکتا تھکتا لگا جیسے جھکا... نے کے بعد اس کی لاش کو گولی
کیا تھا۔
"پارٹی تیار کرو۔" اس کی مانی بولی جگہ پہنچ کر جیسے

ناش واپس نہ کر گئی ہے۔" سادہ لباس پہنیں، آپس آفسیر کو یہ علم
دیتے ہوئے سارا ذاتی واد کا بیج لگا اور وہ بڑی سی پلٹ
کر اس کمرے سے باہر نکل گیا۔ کچھ اور اور علیٰ مردانہ لباس
کے پہچھے گئے۔ وہ اپنے تلس میں تھا اور ہر پرورد کے کسی
بچے کی طرح بچوت بچوت کر دروازہ ہاتھ اسی بلور پر ایک فائن
شیو دور پر کسی کی موجودگی میں جن میں سے سیدہ سہروردہ کی بھی
ہوتی ہوئے والے افراد کی ہاست واد پرورد میں اس دور کے
پائی جانے والی دیگر شہادتوں کی تحصیل ہو جوتھی۔ پوست
بارش کی د پردوں نے قصد ہی کر دی تھی کہ کئی ہونے والے
پانچوں افراد کی موت سا ناخلاق کی وجہ سے ہوئی ہے جو شراب
کے اور پینے ان کے جسم میں داخل نہ کیا تھا۔ چونکہ یہی موت
کا سبب سر پر لکائی جانے والی مہک خراب تھی۔ شراب کی
برقی نور کی سون پر مرنے والوں کے سوا کسی کی تھیں گے
نکلتے نہیں پائے گئے تھے اور شہروردہ کو بھی طرح یا تو کہ
کوئی میں اس کی جس شخص سے نہ بھول ہوئی تھی، اس نے
اپنے ہاتھوں میں ؛ کیوں کے ہار یک دست نے ہین رکے
تھے۔ ان پر پردوں میں سب سے اہم پریدت خون کے اس
نمونے کی بھی حصے بنے تھے جن میں موجود موتی پرست و صحت کی
گیا تھا۔ اس نمونے کا جو کچھ یہ پیش کر گیا تھا، اس کے مطابق
اس بات کا قوی امکان تھا کہ یہ شخص ہی کا خون ہے مگر کچھ بھی
انہیں سوچا ہی امید تھی کہ شاید یہاں مری نہ ہو اور صرف دیکھ
ہوئی ہو لیکن ایسا ہی ہو چکا ہوئے والی معلومات کے بعد
یہ سوچا ہی امید ہی ختم ہو گئی تھی۔ اس کی زبانی یہی کی موت
کی قصد ہی کے علاوہ دیگر بھی کئی جرئت الخیر انکشافات
ہوئے تھے۔ البتہ اس کے مطابق بعد واد پرورد اس کی مشکل ان
دو لوگوں کی ایک تنظیم کی جو سال بھر سے کام کر رہی تھی۔ اس
تنظیم میں مکے کے ہر حصے کے افراد شامل تھے لیکن ان افراد کا
اتحاد بہت خفیانہ سے کیا جاتا تھا۔ اس لیے ان کی کئی
تھرا انہیں سے زیادہ ممکن تھی۔ ان افراد کو ہمارا کی حیثیت
سے بچانے جانے والے ایک شخص نے منظم کیا تھا۔ تاہم
یہی سوتی اس کی دیکھا تھی اور ہی کے ذریعے دو لوگ اس
تنظیم میں شامل ہوئے تھے۔ اس سے یہ تنظیم کے دیگر
افراد کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ اس کے مطابق
ہمارا کی طرف سے انہیں انہیں میں ملنے لگے اور ایک
دوسرے کے بارے میں چاہنے کی ہانڈت نہیں تھی۔ یہ کچھ
اس لیے دیا گیا تھا کہ اگر اتفاق سے کوئی بکرا جائے تو وہی
افراد ملاحظہ کریں اور ان کے نزدیک شروع کیا جانے والا
مقدس مشن جاری رہے۔ اس کے جان سے کئی کچھ اچھا تھا

کہ کیا ہو کوئی نہایت خطر اور منصوبہ ساز شخص ہے جو اسے
اسی خاص شخص کے لیے ان لوگوں کے اہلکار کو اسرار و کٹر
کے اپنا الوسعہ خاکہ کر رہا تھا۔ اس خیال کی توثیق الماس کی کافی
اس بات سے ملتی تھی کہ وہ اپنے گرد میں شامل خوب صورت
اور جوان خلیفہ سر اس کو کوشش المرائی دنیا بھٹی کے لیے بھی
بیچ رہے تھے۔ ان کو گورنر کی نگہ میں لایا جانا تھا کہ وہ حسب اہلی کی
بیسے محسن کے پانچ جاگیر خواست و دولت و دولتوں میں پیش
آنے والی معصومیت سے معصومیت بات کو دھیان نہ رکھیں اور اس کی
تفصیل پر مروت دیں۔ ہر مردہ کا گمراہ پر چاروں ہی کو روک
پہنچا تھا۔ ہر گردن مطوعات کا کیا کرتا تھا، انہیں علم نہیں
تھا۔ ہمارے کی شخصیت پر ہی پراسرار تھی۔ وہ اپنی مرضی سے
اس سے ملاقات بھی نہیں کر سکتے تھے۔ جس کو وہ کسی خاص
ادارے کے سونپے ہوئی ان کے سر سے اتار دیا۔ ان کے علاوہ
باقی دونوں میں وہ لوگ سولی سے ہی رہے ہیں۔ یہ تھے۔
الماس کے کیسے محسن ان انکشافات سے ان سب کے
جنوں کو بری طرح ابھار دیا تھا۔ ان باتوں سے یہ اشراروں
باقی کر کے ظہر چند دنیا جاتی خوب براؤں میں مشکل سے تسلیم
تھیں۔ اس اور میں یہ کہ سرکاری کی مکی خود تعلیم کے ممبران
کو بھی کچھ طرح اتنا دیکھیں تو کہ وہ اصل انہیں کسی شخص کے
بے استعمال کیا جا رہا ہے۔ ادا کہ جلدوں کی طرح ہر گروہ کے
شاہدوں پر ناپتے تھے۔ اور اس کے ساتھ کی تکمیل کرتے
تھے۔ ان لوگوں کا کچھ سند رام جیسے نامور شخص کی پشت پانی
کی خاص تھی۔ اس کی پشت پانی کے اطمینان میں ہی نہیں تھا
کہ اس کی طاقت اس کی کوئی پر اس قسم کے اجتماعات کو
تھی۔ اس کی دلش میں سربران میں خوب براؤں کے ساتھ والی
تھی کہ اس سے یہ بات حرج و مرج ہو جاتی تھی کہ اس کے
لوگوں کے ساتھ کوئی بھی تصورات تھے۔ یہ ہی قورہ ان
کے ساتھ کھنکھ کر شب کوئی کر رہا تھا اور اپنی طور پر ہی ہر سے
دست کے کھات کی اتار کر تھی۔ جو کئی فرما یا افراد میں سب
لوگوں کے پیچھے تھے۔ انہیں نے یہ جان لینے کے بعد کہ ستر
کی کوئی اور وہ خود ہمیں کی نظروں میں آچکا ہے۔ اسے
کاتے لگاتے ہیں۔ دیکھیں۔ صفا کہ ان جاننے میں کیا
سے وہ افراد ان کے تھے میں ایک کچھ قورہ خوب براؤں
کیوں نہیں کر رہے تھے۔ انہیں کیا تھا۔ انہیں نہیں کوئی کہ وہ
آئی کی کی جی کا کھانا کر کے لے جا رہے ہیں اور یہ افراد ان
لیے معیت میں جاسے گا۔۔۔ ہیرماں، مضر پر ہیرماں
وہ افراد ملوہ اسکی سے ملادے گئے تھے۔ ملوہ والوں
نہرے آئیں جو مصروفات حاصل ہوئی تھیں۔ وہ انہیں نہیں

جن کے درجے کوئی حتمی رائے قائم کرنا مشکل تھا۔ متعدد راء کی روشنی سے یہی اندیشہ کہ ان کی کچھ شخصیات کا سقاہ اگر کچھ ہوگا بھی خود انہی کے ہاں ہی ختم ہو گیا ہوگا۔

مطلوع سے کام لیا۔ اگرچہ اس طرح سے بہت بار پہلے تو یہ کام کیسے حوصلہ دے گا؟ ”دوروں کی یاد دہانی کے پہلے سرے میں آنے کے بعد کچھ دیر تو بالکل خاموش کھڑے رہے پھر آخر کار حوصلہ دلانے ہی آگے بڑھ کر اسے حوصلہ لینے کی کوشش کی البتہ اس کوشش میں وہ خود بھی مدد کی نظر دے رہے تھے۔ خود میں کاہنا تو بھی تو الگ نہیں تھا۔ نہیں نے اپنی اپنی اکائی کو اپنی کو کھو دیا۔

"مجھے کچھ نہیں آ رہا کہ میں سرہم کو کیسے جھڑکوں؟
 میں ہر روز اسے یہ کہتی رہے کہ اگر سے بگڑ گیا کہ چھوڑ دینے کو
 دھڑک کر اس کے پاس سے کوں گناہن مجھے یہ سمجھو تو کہ
 مجھے ایسا نہیں ایک لڑکی کی صورت میں ہے۔ میں سرہم کے
 سامنے اس کی دنیا کی باتیں کرتے کہ مجھے چاہوں گا؟" یہ وہ
 حواالت تھے جو ان میں سے ہر ایک کے ذہنوں میں تھے۔
 اسے کیا دینا؟ اسے کیا دینا؟ اسے کیا دینا؟ اسے کیا دینا؟
 نقل پڑھے۔ پھر اس کی عازمت کی تھی جس میں ان لوگوں کا
 دن رات باتوں سے وہ ادا پڑتا تھا۔ انہوں کو اس کی طرح خود
 ان کا اپنا بھی یہی خیال تھا کہ وہ کتنی مومنہ۔ اسے وہ عزت
 دینے لگے تھے جس کے ان کا دل منت ہوا تھا۔ اور اب اس کی
 بات کا اثر نہیں ہوئے وہ۔ لیکن اس وقت ہر وہ چاہتا تھا۔
 اس نے ان کے خیال کو غلط ثابت کر دیا تھا اور وہ اپنے دل
 میں ایسی ہی تکلیف محسوس کر رہے تھے لیکن جیسے اپنے
 چاروں کو سمجھنے والا، کوئی بھی غلط نہیں کر سکتا تھا۔ ان کی
 تکلیف دہانوں سے وہ چھڑی تھی۔ طاقت اور بہت سا
 اقتدار تھا جس کو نے وہ اپنے دل سے ہر وہ سمجھان سے
 کیسے دیکھا ہو گئے تھے۔ انہوں کو نہیں پس آ رہا تھا۔

انہوں نے ایک عجیب سہارہ ہے جس کا وہ بھی انوکھا
 ہے۔ ایک بہت بڑا ہے لیکن اب غصے سے اسے پہنے کے سوا
 اور سے اس کوئی چارہ نہ رہا ہے۔ یہ ہے۔ یہ خود غصہ کو
 کے تو اور اس کی سہارا نہیں ہے۔ لیکن اس وقت ہمارے
 شانوں پر جو سب سے بڑی اسے رانی ہے وہ ہے اس کے
 اصل قاتلوں کے سامنے اور انہیں بھڑک کر اور ان کے پہلے
 لیے ہیں۔ یہ ہے کہ ان کی خواہش اس کی زبان پر
 طور پر نکالنے میں کامیاب نہیں ہو سکتے ہیں۔ اس پر ہمیں
 حریف کا کہنا ہے کہ اس کے عمل سے اس کا ہر ایک
 نیکو باقی اس کو ہونے کے بغیر اس کے لئے اس طرح

دیکھتے ہیں۔ ”شہرہ رطوبت بھی ہینا کی سوت سے بڑی طرح
مناظر ہوتا ہے لیکن اس نے تیز جھنڈ خود پر قابو پا لیا تھا۔ اصل
میں خود وہاں تو سچے محل بننے والی مصنوعات کے بعد ہی
کچھ چھوٹا کھینا لگا کر چاٹتی ہے۔ اس کی اب تک کی
ساری دیکھ روڑ میں اسی بات کی تصدیق کے لیے بھی جگہ
سجاد: ایک باپ کی حیثیت سے سب کچھ جانتے نہ جیتے بھی
تھیں۔ اسی قصے سے پتہ چلا ہے اسے خود کو سنبھالنے
میں مشکل پیش آ رہی تھی۔

”شہباز ماموں جان کو فون کر کے کہتا ہوں کہ وہ اور
آفرین کو اپنی آپ کے گھر بھیج جائیں۔ ہم بھیٹا کر گئے کہ اگر
چاہیں اس سے پہلے عریض بھائی کے پاس کسی کا ہوتا ضروری
ہے۔“ اس نے دیکھ کر کیا تامل بقیوں کا ان پر خاطر خواہ اثر
ہوا تھا اور انہوں نے خود کو ہندوئن شروما کر دیا تھا چنانچہ
دوسری طرف تہجد اور اپنے سوا گھر سے آفرین رات کا
قبول کیا۔

بھائی جو تھریرا: لاہور میں رہ کر تمہارا کچھ چاہیں
چلیں رہے۔ اسے ماموں جان کی طبیعت تک معلوم کرنے چئیں
آئے؟ اس کی آواز میں نے کہا انہوں نے فوراً چھوڑے شروما
نہ دیے۔

فہمیں آگیا۔ آپ یہ تحریریں کہ جانوں جان کے ساتھ آگے
 آگے گئے جس سچا بھائی کے گھر پہنچ جائیں۔ دو تین دن
 ملنے کے انتقام کے ساتھ آئیے گا۔ میں بھی تھوڑی دیر میں
 میں پہنچ رہا ہوں۔“

میں نے اس کے بارے میں سوچا کہ "ان کے آگے چاہئے کہ
میں ہی رہی ہوں لیکن آج کل کے لوگ جن حالات سے گزر
رہے ہیں ان کے باعث آفریں دانا کا ٹھیک جانا کچھ غلط
نہیں تھا۔"

"ابھی سو آپ کو نصیحتیں نہیں دیا سکا۔ اب آپ پہلی
 بار غلطی کر رہے اور خدا بھائی کے گھر بھی جائیں۔ وہاں
 لوگوں کی ضرورت ہے۔" اس نے یہ مشکل سے چہرہ نیچے
 کرکال منظر کو دیکھا۔ اسی وقت پیر پڑھنا شروع کیا۔
 رات اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ دوسری طرف وہی پیر
 پڑھ رہا تھا جس کے ذہن بھولنے لگے تھے۔ پانچ تیار کرنے کا
 وقت ابھی بچ رہا تھا۔ وہیں بچہ کے تیار ہونے کی اطلاع دے رہا
 تھا۔ دن کی روشنی مل جائے والی ناش پتھر کو دیکھتے تھے
 کہ مسمیٰ نکالنا کی ضرورت پڑتا ہے۔ ان نکالنا کی
 شے ہی یہ تھوڑا سا وقت لگ جاتا تھا۔

”اوس کے اہم لوگ آتے ہیں۔“ چارواگانے اسے فخر
جواب دیا اور اپنی بیٹ سے کھڑا ہوا۔
اب وہ اپنے آپ کو مکمل طور پر سنبھال چکا تھا۔ اس کے
مذہب سے شہر بار بار غلامی اور کجی کا اندازہ ہو چکا تھا کہ دوسری
طرف کون ہو گا اس لیے وہ دیکھی اس کے ساتھ ہی حرکت میں
آئے۔ ابھی وہ لوگ کمرے کے دروازے تک ہی پہنچے تھے
کہ چارواگانے کا سونہل بیٹہ نکلا۔ انہوں نے سونہل لکان کر
چمک کیا۔ گھر سے کال آ رہی تھی۔ پہلے اس نے سوچا کہ
انکو کچھ کر لیا ہو کہ پریٹنی کا خیال ان کے کال پر سیر
آئی۔ دوسری طرف سے اسے جو کچھ بتایا گیا اسے سن کر
اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ وہ ابھی کال میں ہی رہتا تھا۔
کہ چارواگ کو کال ملی اسے ایک پریٹنی آفیسر کے ساتھ جو کچھ
قدموں سے چٹانوں کے قریب آیا اور چارواگانے
صاحب سے کہنے لگا۔ ”سر! اطلاع آئی ہے کہ ڈی آئی
کی صاحب کے گھر پر حمل ہوا ہے۔ پولیس نے بروقت پہنچ
جانے کے باعث گھر کے افراد کو محفوظ رہنے میں کامیاب قرار
دیگا۔ مارتین مارے کے گھر ہیں۔ حمل آور پولیس والوں کے کالج
سے گئی ہیں۔ فرار ہو گئے تھے اس لیے کوئی گرفتاری نہیں ہو سکا۔“
اپنی اسے کئی دہائیوں سے ان لوگوں کو اندازہ ہو گیا کہ
چارواگانے کو کون کیا بتایا جا رہا ہے سن کر اس کے چہرے کی
رنگت خستہ ہو گئی ہے۔
”ہمارے لیے کیا حکم ہے سر؟“ اپنی اسے کے ساتھ آنے
والے آفیسر نے مستحکم کا مظاہرہ کرتے ہوئے چارواگانے
سے پوچھا۔
”آئی جی اور ڈی آئی کی وہاں ہر ایک وقت سرجوگی
کے علاوہ اس اندازے کے کہ وہ اپنے کئی کئی سوے کی
تفصیلات پیش کر رہے ہیں۔ پولیس ہیڈ کوارٹر میں ابھی
خاص عملی چاروگی تھی۔ لیکن اگر اس بات سے اتفاق ہو
تھے کہ چارواگانے کی طرف سے جیٹ کے بارے میں حقیقت کی
جاری ہیں۔ جیٹ کی بازیابی کے سلسلے میں اب تک عملی بھی
کوششیں ہوئی ہیں۔ لیکن وہ دیکھ افسران کو شہر سے روانہ کرنا
بغیر سن نہیں۔“
”سن! اور جی! اسے پولیس پارٹی کے ساتھ دینا ہاوی
کی دس کوری کے لیے جائیں گے۔ جیٹ کی آئی جی صاحب
اور شہر یا گھر جائیں گے۔ تم ذرا بیچ وڑو اطلاع دے دو۔“
بہنوں نے غم سے تو پوچھا آفیسر ”سن! کیا اہلیت گئی۔“
”سن! وہ ان چارواگانے کا سن سے فارغ نہیں چکا تھا۔
”آپ کا فیصلہ بالکل ٹھیک ہے۔ بہرہ دونوں کو فوری طور

ہر گھر پہنچا ہوگا۔ سرگرم بہت پریشان ہو رہی ہے۔ اس نے ذیل ظاہر کیا ہے کہ علاوہ اس نرگس ماہ بانو کی تلاش میں آئے تھے اور اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے۔ "مختار مراد کے فیصلے کی تائید کرتے ہوئے مسس نے علیا کو شہر پر چلنے کی تلقین۔ ماہ بانو کی تلاش میں کسی کا سہارا مانا کے کمر بے محارم لگے۔ ایک ہی مطلب تھا کہ کسی ذریعے سے چودھری انصاری کو اس کی رہاں میں چھوڑ کر قائل ہو گیا ہے کیونکہ وہی ۱۹۱۱ء میں محض تھوڑے ہی اس کی تلاش میں تھی۔ بہتہ اپنے اس مقصد کے حصول کے لیے اس نے بے پناہ جزاؤں کی تہنک کی مگر ہر ایک تھوڑے ہی بات سے بے خبر ہو کر نکلتے ہو گا کہ اس نے جسے جہد و ہمتوں سے پرہیز راستہ چھٹی مول لے گا۔

[illegible][illegible]

”تو نے چاہی احتیاط تو کی مرگہ! آپ کا نام نہیں آئے گا۔ احتیاط ہی وہ ہے جس کو خدا اپنے بندوں کے لئے اپنی آئی ہوئی کوئی چیز عطا فرماتا ہے۔ جو خود کو رکھ رہے ہے بندوں کا انتظام نہ کرادے تو ان بندوں کے لئے کوئی کام نہ رہا کرتا۔ انہیں تو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ ان کے لئے کام کر رہے ہیں۔ خود کو رکھ رہا ہے ابھی نہیں جھٹکے آئے۔ اس لیے آپ اطمینان نہ رکھیں، آپ پر کوئی نکتہ نہیں آئے گا۔“

تو ایسا اس میں سے چھ پر کوٹنے لگا ایک تھیں منہ سے
 لایا۔ اس نے اس کی کچھ چری پر ان کا اثر ہوا اور اس نے
 کوٹا ایک آرائشی فن دان تھا اس سے بے بار۔ اس
 کا ایک خاصہ یہ تھا کہ اس کے کوٹتے ابھی تک اس
 کے منہ میں آتا اور اس دن اس کے زور سے گرا کر بچے

تو میرا کام پورا کرنے کے نہایت مجھے مستعد رہ
 خیر ہو جسے کوئی ایک دو بلبریں سے ہاتھ سے نکل کر
 نہیں رہا کہ جسے اس کے بعد اڑی نہ سکا

یاد میں خبر کو اپنے چند میں بیچ کر دیا ہوا ہے۔ جس کی
لئے معمولی سی بیابان کی کھالی ہے خوں کے در سے اپنے
مہ سے؟ اب تک وہ لوگ اسے کسی دوسری جگہ پہنچ گئے ہوں
گے۔ تجھے جو کچھ معلوم تھا انہوں سے تو کڑی کرنا نہیں سکا۔
دوسری جگہ گنا گنا کیا ہے؟ نہ گا؟“ ہلے لوگ زبان کی
فرب سے بکراؤں کرنے کے بارہوں کا غصہ ٹھٹھا اٹھ چکا
تھا اور وہ مسلسل غصہ سے کھڑا تھا۔ اس پر ہنس رہا تھا۔

”خوشی کا پتہ نہ جاسے گا سرکار! آخر یہی ہے کہ وہ اپنی
 شک و ذی آئی کی گھر میں ہی چھپی ہوئی ہے۔ جن ہندوں
 کے ذمے ہم نے اسے اٹھانے کا کام لیا تھا وہ وہی آئی کی
 ہے مگر گھڑی گھڑی کر رہے ہیں۔ اگر خوشی کوئی دوسری جگہ سے
 آیا تو آپس بالوم ہو جائے گا۔ ان کا ہم سے وعدہ ہے کہ وہ
 حال میں خوشی کو حاصل کر کے دیں گے۔ خوشی کے لئے
 یہودی اچھا نامی ہمارے لئے ہے۔“ پتہ نہ تھا کہ کبھی اس کے
 ہر ذمے سے نیک باد بھر پوری دہلی دے گی تو کبھی نہ دے گی۔
 ”نیک ہے۔ اس کو دہلی سے تیری کار کوئی دیکھ لیتے
 ہیں۔ ہم نہ جاسے گا کہ تو کتنے جانی میں ہے۔“ گھر والی دانی
 سن کر اسے کہہ گئی ہوئی تو وہ بخیر اسامہ علیہ السلام کے
 پیٹنے کا سلسلہ ختم کر کے ایک کاغذ پر بیٹھے ہوئے پائے کو
 سے جانے کا اشارہ کیا۔ اب اس کی توجہ ایک بار پھر
 کی طرف تھی جہاں ذی آئی کی ہے مگر یہ جسے کی خبر کو وہ
 نہ کر سکتے تھے اس لئے اسے ساتھ ساتھ ایک چھٹی ہند سے دہلی
 دہلی اور تھری بیان بھی نظر سے جا رہے تھے۔

”آج رات باہر بجے کے بعد میں ان سڑکیں ہوم میں
کا انتظار کران کی۔“ اپنے حوالے پر موصول ہونے
مشورہ کے اس سچے گروہ پر غور پڑا ہوا تھا۔ اس کا
رجوع باہر حوالے سے ٹکڑے رچ رہی تھیں اس سے طرقات
لے لے آہستہ صبر کیا تھا۔ کی کوئی خبر ہو جاتی تو وہیں ہی کی
خبر سے میں پڑ جاتی۔ خود ہی ذات کے لیے تو وہ انکا
میں جیسا کہ مشورہ کوئی نقصان پہنچا کر نہیں دیکھتا چاہتا
دوس کی اپنی زندگی کا معاملہ تو یہاں تک کہ کسی بھی وقت
مسکتا تھا۔ گاؤں واکوں کی لڑائی کے لیے چاہی اس کا
راہرو میں چھپنے والے ٹکڑے کا کھڑی کر کے لیے کسی
کوئی ہوا خطرہ ہی نہ تھے۔ اپنے ہی ہاتھ مختلف
دیکھ کے باعث ہی ان نے انداز میں مشورہ کی محبت کو
لے سے انتظار کیا تھا لیکن مجھ ان کی محبت نے کسی حد
طرح اسے اپنے ساتھ بہہ جاتے پر مجبور کر دیا۔

ہوئی محبت کی بڑی بڑی بیانیہ نئی نئی باتیں ہوں۔ تصور کریں کہ ہم ہر خوف اور اندیشے سے آزاد جب ایسے کسی گھر میں ہوں گے تو زندگی کتنی خوب صورت ہوگی۔ میری زندگی میں اگر بھی وہاں آتیا تو کیا تو مجھے یقین ہے میرے قدم زمین پر نہیں ٹک سکیں گے۔ میں تو بانوں کے سنگ ڈھلی بھروسہ کی۔ اس کے شانے سے سر ٹکا کر آنکھیں بند کر دوں تو خیال دے سکے میں یقینی اس وقت بھی زمین کے جوئے آسمان میں ڈھلی محسوس ہو رہی ہوگی۔ صرف ایک خواب نے اس کے پیچھے ہر اسے اپنے رنگ بکھیر دیے تھے کہ وہ خدا کا آپ ان لوگوں میں جیکے محسوس کر رہا تھا۔

”ہم ایسا کریں گے کہ اپنا گھر ہی زمین کے بجائے ہاتھوں کے دو پہان بنائیں گے۔“ وہ خود بھی چپکے سے اس کے خواب میں شامل ہو گئی۔ صورت خوب صورت ہو، مگر پوند ہو اور ہاتھ نہ ہوں گے۔ جو روکا ہو تو گناہ میں رہے گا جہد کی اور تک تو کم روکا ہے؟ خواتین کی دنیا کی میر کرتے کب نہیں نے ایک جاپان اور وقت کرنا، انکس خیر بھی نہیں ہوگی۔ ہونے کوٹ کر ہر سارا۔ چنانچہ زمین میرا اب ہوئی رہی۔ خوابوں کے گھرانے میں رہنے لگے۔ ہے اور ہر ایک کی کل کر مٹا کر پھول بن گئی، تب بھی جا کر انکس خوش آیا۔ خوشی شہ آئے کہ بعد ان دونوں کی دلچسپی خلیفت کی۔ احباب کے ساتھ تھا جو ایک دوسرے سے ٹکڑے نہ لے لیتے مگر ساتھ ہی ایسی سرشاری بھی تھی کہ حق میں میں ہوں بھلے محسوس ہو رہے تھے۔ اس کی بھی ہی کیفیت میں چلا گیا اور ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو ان کے لب پہ انکس خاموش تھے۔ بچوں کو اب بچہ نہیں کی حاجت ہی کہاں ہو گی؟ اسب بکھو تو کسی اور زمان میں کہا جا چکا تھا۔ اس سب کے بعد بھی اگر زبان کو زحمت لگھوئی جاتی تو یہ ایک اضافی ہی بات محسوس ہوتی۔ چنانچہ وہ دونوں بچے بھی کبے بغیر وہاں سے رخصت ہو گئے۔

بڑا ہوا

”تیار ایک مہمانان نے بھی جہاد سے حواس نہ کر دی ہوگا۔ تم نے اپنا سارا سامان چیک کر لیا ہے؟“ وہ لوگ ناشتے کی ٹیبل پر تھے جب اس نے ہاتھ دلو سے پوچھا۔ یہ سوال اس بچے کے حلقوں سے تھوڑا سا لاپرواہی سے دیا تھا اور بعد میں ہاتھ لاپرواہی کی جگہ سے گویا کھلی کے اور اپنے ان لوگوں کو بکھرا دیا تھا۔ وہاں تو کسے لپاپ کے حراسے میں وہ ایک برائی دکھارہ تھا۔ کسی کو اسیان ہی نہیں آیا کہ اس کی یہ بات اس کے دل سے کہنے کوئی جائے کہ اسے سرور فرما دے

دے جانے کے بعد وہ حق دار تھے لیکن ایک طرف سے یہ کوئی ہی اس کے حق میں بہتر ہی جیت ہوتی۔ اب وہ خود اپنی اذیت وصول کرنے کے لیے سوچ رہی تھی۔

”جی۔“ ہاتھ لاپرواہی سے وہ مختصر تھا۔ وہ کافی افسردہ نظر آ رہی تھی۔

”مجھے معلوم ہے کہ تمہیں میرا فیصلہ یاد دلا دیا ہوگا۔“ ہوگا۔ اپنے حراسوں سے اور انکس ہاتھ لاپرواہی سے جا کر رہنا واقعی بہت مشکل ہے۔ یہ لیکن سارے حالات خبر سے سامنے ہیں۔ وہ سوچ رہی تھی کہ وہ جو دیکھ رہی تھی ہے اس کے نتیجے میں اپنا خون راج وادہ کی چیز آگیا ہے۔ مگر سب جانتے ہیں کہ اس خوفناک کایہ دار پیدہ ہوئی، خود ہے لیکن اس سے پاس کی شہادت میں کہ ہر اس پر ہاتھ اس تک۔ اس لیے میں میں اس سب بکھتا ہوں کہ تم جیو عورت کے لیے شہر میں خان کے گاؤں میں رہو۔ وہاں تم سکون سے اپنے احکام کی پیروی کر سکتی ہو۔ جب احکام شروع ہو جائیں تو فیصلہ آباد جا کر پھر رہا ہے۔ تب تک حالات میں بھی تبدیلی آجائے گی۔ اسکی تو تمہیں خود بھی اندازہ ہوگا کہ ہم سب چھوٹے والے حادثے کے بعد کتنی بڑی طرف زحرب ہیں۔ تمہو سے۔ یہ حالات سنبھال جائیں تو پھر تمہارے سیکے گا بھی کوئی بہتر حل ہوئے گی کہ کوشش کی جائے گی۔“ وہ اس کے سر پر ہاتھ کے بعد وہ کھلی کمرہ لگے تھے۔ مگر وہ لوگ تھے۔ ہاتھ دلو کوشش کے معلوم نہیں ہو گا۔

خیال کی چیز کی پیدہ ہوئی نے اپنے بندوں کے ذریعے یہ کارروائی کرانی ہوئی لیکن بغیر محبت کے کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ پھر اس کے ساتھ ہی حیات کی موت کی خبر بھی بدلتی کے جانے کی وجہ سے مسروریت ہے ہاتھ دلو کی بھی۔ اس کا سر، سادہ راتوں اور کارروائی افراد سمیت ہر فرد شیعہ سے ملنے والے ہاتھ دلو کیات سلسلے قیامت کے لیے ہوا رہا۔ یہ نئے آری تھے۔ ہاتھ صاحب اور بہت رات وہاں کی مستحق رہیں سوچ رہے تھے۔ چنانچہ ان لوگوں کے پاس فرصت ہی نہیں تھی کہ اس معاملے پر زیادہ جواب دہی ہو سکے۔ لیکن ان کو خود مراد میں سے بھی دو بار وکالات کا موقع نہیں مل سکتا تھا کہ اس سے مزید مصروفات حاصل کی جاسکیں۔ اسے جس فیصلہ کے جانے کیا تھا وہ اپنے طور پر کوشش کر رہا تھا لیکن اس کی طرف سے بھی اعتراض بھی کہ انکس نے اپنے ہوتوں کی لاپرواہی سے اس سب بکھائی انکس پر رشتہ نہیں۔ ان حالات میں جب شہر میں ہر خانہ اپنے گھر پر چڑھ کر ہوا تو ہستان میں واقع اس کے گاؤں کا گھر کھنکھانے لگا کہ وہ اپنے

شہر دار کو یہ خبر بہت پہنچائی۔ کئی رات ہی اس نے ماہانہ اپنا یہ فیصلہ سنا تھا لیکن اس وقت زیادہ بات کرنے کا وقت نہیں مل سکا تھا اس لیے اب وہ اگلی سے کل ناشتے کی میز پر یہ موضوع بکھیر بیٹھا تھا۔ خود اسے بھی آج ہی انکس جانا تھا اور اسے یہ پتہ تھا کہ اس کا کوئی اور گھر نہیں جائے گا بلکہ شہر میں خان ماہانہ اپنے گاؤں بھیجے گا وہاں اپنی ہی آجائے گا۔

”مجھے آپ کے کسی فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں۔“ ظاہر ہے کہ آپ سب میری خاطر ہی کر رہے ہیں اور یہ آپ کا مجھ پر اثر ہے۔ میں میری اپنی خواہش ضرور ہے کہ کہنے سے مجھے میری ایک ماہانہ سے ہوا ہے۔ یہ سے ملاقات ہو جائے گا کم از کم میں ان سے کوئی برائی بات کر لوں۔“ وہ اپنے دل کی خواہش ہوتوں پر سنبھلتی۔

”سوئی۔“ وہ سوچ رہا تھا حالات میں تو یہ لیکن نہیں۔ اس موضوع پر ہم پھر بھی بات کریں گے۔“ صاف انکار کرتے ہوئے وہ ایک دہری اپنی جگہ پھوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

”اچھا سو رہی اب میں چتا ہوں۔ اسکی شکل میں تو جلدی بھی جائے گا۔“ آپ کچھ خاموشی سے بیٹھے ساری کھنگو سے بے نیاز ہوا رہا کی طرف منانے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے اس نے ان سے کہا تو انہوں نے بھی جواب دیا تھا۔ ہاتھ بڑھا کر اس سے منانے کی۔ آج کل وہ بہت زیادہ چپ رہنے لگے تھے۔ میری حالت ان سے بھی زیادہ غراب تھی اور وہ اپنے بندوں سے بھی باہر آنے کے لیے راضی نہ ہوتی تھی۔

”تم بھی ذرا جلدی لگنے کی کوشش کرو۔“ شہر میں خان باہر تیار بیٹھے۔ جلد سے جلد یہاں سے روانہ ہو جاؤ تو پھر ہے۔“ وہ رات سے صاف کرنے کے بعد اس نے ایک ہر ہر خانہ کی طرف رخ کرتے ہوئے اسے حیات دی۔

”میری تیرہویں محل ہے۔ میں میں ڈرامہ کھانی سے مل لوں پھر روانہ ہو جائی گی۔“ اس نے جواب دیا تو دوسرا ہاتھ اٹھا کھنگھو دے سے ہر گھل گیا۔

باہر شہر میں خان کھڑا اس کی پہلے ہی سے کھاتی ہوئی گاڑی کو حراسے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے آتے دیکھ کر اس نے اسے سامنے کیا ہوا ہاتھ۔ ”صاحب! مجوزی ہاتھ اسے ہنکڑ میں بھی ہے۔ ہم نے انکی حراسے سب چیک کر لیا ہے۔ آپ باہر کی مشک نہیں ہوگا۔“

”تھک۔“ خان اب اس کی غرض شہر اور اسے داری سے کام لیتے ہوئے لیکن ماہانہ کو گاندے پہنچا ہوا۔

شہر میں خان کھڑا کھانے کا طویل سڑے کرنے کے لیے قہقہ کی

تھیں معلوم ہے کہ اس لڑکی کے لیے کتنا خطرہ ہے یہاں۔“ کھلے ہوئے دروازے سے گزرا کر سامنے کھ گیت پر پہنچے ہوئے اس نے حیات دی۔

”آپ گھر ہی نہ کریں صاحب! ہم نے اسے داری دھلی ہے تو پھر چاہے اپنی جان سے گزرا پڑے، ہم پیچھے ہٹنے والا بندہ نہیں۔ ہے جیسا دارالانہ میں ہوا سے دست لے لڑکی کی جان بچانے کے لیے اپنا جان دیا تھا وہ یہ بھی ہم بھی کر سکتے ہیں۔“ اس کی حاجت پر خان نے سید پھڑک کر دھلی کیا۔ اس کے اس دھبے پر تو لب سکرانے ہوئے اس نے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ گاڑی اڑت ہوئے ہی گیت پر سوچو گاڑا اڑت ہوئی تو اس کے دہانے کچلنے سے قہقہہ بھرنی سے گیت کھنکھو دینے کھلے گیت سے گاڑی پر ہر کھانے کے بعد بھی اس نے گاڑی کی کارروائی ہوتی لیکن ہر گیت میں سے اڑا دیا کرتے۔ ہر سے کے بے نیازانہ اثرات کے پر نہیں اس کا ذہن اس وقت پوری طرح اڑت تھا اور ٹھہری سلسلہ ایک اور سرور کے ذریعے پیچھے کے حراسے کا ہاتھ لے رہی تھیں۔ اس علاقے میں یوں بھی کھنکھو اڑا دیا کہ گھر نہیں تھا۔ دوسرے بہت کچھ کا وقت ہونے کی وجہ سے بھی کافی خانہ ہوا تھا اس لیے کوئی کھنکھو اڑا دیا گاڑی عقب میں ہوتی تو فوری ٹھہر میں آجاتی۔ فی الحال ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کی یہ اشیاء اس خیال کے پیش نظر تھیں کہ جن لوگوں نے وہاں کو جو رہا، کے گھر سے اٹھ کر لے گئے وہ کوشش کی تھی اور اس حقیقت سے واقف ہوں گے کہ وہ انکی تک انکی کے گھر میں ہے۔ اور وہ ملکر کرنے کی تو خیر وہ لوگ جرأت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اب کچھ مٹی پہلے کے ستانے میں بہت زیادہ دھانی ہو چکی تھی مگر انکس یہ اندازہ ضرور ہوگا کہ وہاں تو مستقل دہان نہیں رہ سکتی۔ اسے نہیں اور شہر ضرور کیا جائے گا۔ چنانچہ وہ کھ اس تاک میں ہوں گے کہ باہر کی مقام پر اسے ٹھہرا جائے۔ وہ چنگہ ہاتھ دلو کے معاملات سے براہ راست شہر ہو چکا تھا اس لیے اسے شک تھا کہ اگر کوئی فرد گھنٹی پر، سوچ رہا تھا اس کے پیچھے ضرور آئے گا لیکن اب کچھ نہیں ہوا اور وہ اسیساں سے گاڑی چلا رہا تھا۔ اسے سوڈ پر جا کر کہاں سے مشاہد خان کا گھر نہا کر رہا تھا۔ ایک تو وہ گاڑی بہت سست دھلی سے چلا رہا تھا اور دوسرے لگنے سے پہلے ہاتھ دلو کا ہر دلو کی کے لیے اسے خصوصی حاجت ہوئی تھی اس لیے سوڈ پر کھ کے بعد اسے زیادہ دھانکنا نہیں کرنا اور کرانے کی اس سب میں جو۔ یہ وہ خاص ہستان تک کا طویل سڑے کرنے کے لیے قہقہ کی

کئی جس مشاہیر خان آتا ہوا نظر آیا۔ بیپ کی کھل بشت ہے
 صوبہ پر گرام پر ہے یہاں سے ماہر لکھنوی کی۔ بیپ بخاری
 سے اس سوز پر ہے گزری۔ اس نے چونکہ اپنی گاڑی ایسے
 زوے سے گزری کہ کئی کی نظر میں نہ آ سکے اس
 لیے وہ لوگ اسے نہیں دیکھ سکے۔ ان کے سوز پر سے گز
 جانے کے بعد اس نے اپنی گاڑی اٹھارت کی۔ وہ دودھ سے
 تھک ان کے پیچھے جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ
 اگر کوئی ان دونوں کے پیچھے ہوا تو وہ بزدل میں ہی نہیں
 ٹھہرنے کی کوشش کرے گا اور پھر سے ہاتھ پٹے کا صوبہ میں
 دے گا۔ لیکن ایک کوئی صورت حال پیش نہیں آئی تھی اس
 لیے اسے پتہ نہ چلا کہ وہ جاتا تھا۔ پتہ نہ چلا اور وہ اس
 نے تہہ دل میں لیا تھا۔ گاڑی اشارت کر کے وہ دروازہ
 کا قاذور کرنے سے اس کی بیپ کے تعاقب میں آئے والی ایک
 مہتر سانگیں کو دیکھ کر اسے اپنے پیچھے کی طرف دیکھ کر اس پر
 اب سزا میں انداز میں جاری تھا کہ سب سے آگے مشاہیر
 خان کی بیپ تھی۔ وہ میان میں سوز سانگیں سوار اور پیچھے کوئی
 قاضی پر وہ گزرتا تھا۔ مکان روز شروع ہونے سے اس سوز
 سانگیں کی رفتار ایک دو تیر ہو گئی۔ وہ وہ بیپ کو ایک کرتے
 ہوئے تھری۔ آگے لگنے کی کوشش کرتے تھے۔ سوز سانگیں
 سوار کی اس حرکت پر اس کا جسم کڑوا گیا۔ اسے خطر محسوس
 ہوا کہ کبھی وہ اپنی بیپ میں مشاہیر خان یا ماہر لکھنوی
 نے کسی کو مشاہیر نہ کرے۔ اس نے خود بھی صحت اپنے داخل
 نکالی لی لیکن تھری گزری اور اس کے اندیشوں کے برعکس سوز
 سانگیں سوار بخاری سے آگے نکل گیا۔ اب مکان دروازہ کا قاذور
 ہو گیا تھا۔ اس دروازہ پر مشاہیر خان شاد و خوشنود کے علاوہ
 اس کے ایک مہتر، ایک ایک مکان اور پتہ اور کھانا بھی
 تھیں۔ ظاہر ہے کہ اس کے اس جملہ کے لیے یہ سارے
 مقامات مستعد ہوئے تھے۔ ان سارے مقامات پر روٹی
 لگانے آئے تھے۔ ان کے ہاتھ کی زحمت کرنے کے وہی نہیں
 تھے۔ چنانچہ ان احوال میں دروازہ پر بیپ و طریقہ میں ان
 اندیشوں کے مشاہیر خان دروازہ کی ہی اجارہ داری تھی۔ مکان
 دروازہ پر سڑکا قاذور کرنے والی پہلی سوار سانگیں تھی اس
 کے پیچھے مشاہیر خان کی بیپ تھی اور اس کے تھری گاڑی اس
 کی ہوتی چاہیے تھی اس سے اس کے ایک سوز سانگیں لگانے
 ہادی دانی۔ اب وہ سوز سانگیں لگا کر گاڑی اور مشاہیر
 خان کی بیپ کے درمیان سڑک پر تھی۔ کوئی طبع صوفی
 بات نہیں تھی۔ سڑک پر کسی ایک فرد کی گاڑی کی اجارہ داری
 نہیں ہوتی کہ اس کی جگہ کوئی دوسری گاڑی نہیں لے سکتی۔

میں لوٹ آیا۔ اس نے بھی اپنی گن سیدھی کی اور ایک فرد پر
 گولی چلائی۔ گولی اس کے زوے میں گئی اور وہ جگہ پر
 افراد کے زخمی ہونے کے اور جگہ پر گولیوں کو اب بھی مدد
 برتری حاصل تھی۔ سوز سانگیں سوار سمیت ان کے دو آدمی
 اب بھی اگلے کی سلامتی تھے۔ ان دونوں آدمیوں نے
 گھڑی سے شیر لکڑی آؤ میں پانے کی جگہ سوز سانگیں سوار
 نے اپنے ہتھیار سے مشاہیر خان کو کشتہ کیا۔ وہ اس وقت
 شیر لکڑی کے پیچھے چھپنے دونوں کی طرف بھاگا، چنانچہ سوز
 سانگیں سوار کو کشتہ لگا، کوئی سانگیں کی آواز کے ساتھ
 اس کے قریب سے گزری۔ اس دوران شیر لکڑی کے پیچھے چھپنے
 والوں نے شیر لکڑی کی گاڑی پر قاذور شروع کر دی تھی۔ ارادہ
 گاڑی میں بیٹھا رہتے تو گولیوں کا کشتہ میں جاتا۔ پہلا قاذور
 کرتے وقت ہی اسے معلوم تھا کہ جوانی قاذور کی ضرورت کی
 جانے کی، چنانچہ وہ قاذور کرنے کے ساتھ ہی قاذور اور آواز بھول
 کر اپنی سیٹ سے اتر کر بیٹھ گیا گاڑی کے کچھ حصے میں چلا
 گیا تھا۔ وہاں بھی اس نے شیر لکڑی والوں پر ہتھیار قاذور
 کی۔ اس ساری پھانسی میں شیر لکڑی لے لے اور مشاہیر خان کی
 زیادہ زخمی ہو گئی تھی۔ اس کے بعد ایک طرف سے ان کی
 پھانسی چھب کر بیپ تھی۔ وہ آگے چلتے ہوئے بھی تھے اور
 لہروں کو بھی چھب کر بیپ تھی۔ شیر لکڑی اور سوز سانگیں سوار
 قذور سے بھر پور تھیں تھے۔ وہ چلتے تو بان سے قذور بھی
 ہوتے تھے لیکن قذور سے وہ قذور کرنے کے لیے آگے لڑائی
 میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ وہاں نے قاذور کا سلسلہ
 جاری رکھا۔ آخر کار سوز سانگیں سوار کو کامیابی حاصل ہوئی اور
 میں اس وقت جب مشاہیر خان دونوں گھروں پر قذور کے
 ہتھیار اپنے قبضے میں لینے کے بعد انہیں اپنی بیپ کی بھی
 لکھت پر چھب کر پھرتا تھا۔ وہاں لکھت سانگیں سوار کی
 ہوتی آگ اور اس کے جسم میں جگہ سے ہو گئی۔ وہ ایک جگہ
 کھا کر سڑک پر گھر میں اس کا جسم بھی اس نے قذور اپنی گن
 ہاتھ سے چھڑی اور تھری ہتھ دانی۔ اور چنانچہ قذور
 ہتھ دانت سے کام لیتا ہوا بیپ کے پیچھے چھب گیا۔ اب وہ
 قذور سے کھنڈ چھٹن میں قذور تھیں اس کے بعد بیپ کی آواز
 اٹھاتے ہوئے دونوں گھروں پر قذور لکڑی آؤ میں چھپے اپنے
 دونوں ساتھیوں سے جانے تھے۔ ان لوگوں کے پاس تھیں
 پھر ہتھ دانی ہتھیار بھی سوز لکڑی تھے۔ چنانچہ ان کے اپنے
 ساتھیوں کے ساتھ شامل ہوئے تھری کی ایک ہم ی قاذور میں
 چھڑی آئی۔ وہ لوگ اپنی دونوں جانب قاذور کر رہے
 تھے ان حالات میں قذور مشاہیر خان بیپ کے پیچھے سے

نکل سکتا تھا اور تھری شیر لکڑی پناہ گاہ چھڑ کر آ کے جگہ سکا
 تھا۔ اس اور قذور قاذور کا سلسلہ جو جاری و ساری تھا اور
 اس قاذور کے ساتھ ان کے گھروں پر تھا۔ قذور پناہ گاہ پر
 قذور سوز اور پناہ گاہ پر بھی لکڑی ہوں سے اٹھنے والے
 سارے آواز کے وہی مکان روایہ اگلے ایسی ہی سوز سانگیں کا
 راج تھا۔ اس سوز سانگیں کی بیپ سے قذور لکڑی لکڑی لکڑی لکڑی
 کا ارادہ رکھنے والے قذور ہتھیار کی کام کر گزرتے
 ہوتے تھے۔ ان کے معلوم تھا کہ یہ سوز سانگیں دروازہ کی بیپ کی
 بجائے اس کے جسم سے پر لکڑی کر جانے میں زیادہ معاون
 ہوگا۔ قذور ہتھ دانی ہے۔ اب پہلے سے لوگ قذور کو کھنڈی پر
 لکڑی تھیں۔ اس سے پناہ گاہ کی کامیابی کر گزرتے تھیں
 زخمی سب کی کوئی پناہ گاہ تھی سے کہ جان و سارے خطر
 آیا، وہاں سے روٹ بھگتا گیا۔ چنانچہ وہاں کوئی سوز سانگیں
 لکڑی لکڑی ہونے کے لیے تھیں۔ ہتھ دانتوں کے سوا کوئی
 بھی خبر نہ تھی۔ یہ تھیں سوز سانگیں تھیں۔ سب کو معلوم تھا کہ جس کا
 ہاتھ رکھا اس کی قذور کا گارڈ بھی وہی دھنڈا ہے۔ گارڈ شیر لکڑی
 والے چاروں افراد کے وہ ہاتھ تھہر جانے کی وجہ سے ان کا
 زور ہوتا تھا۔ شیر لکڑی کا ساتھ دینے کے لیے مشاہیر خان
 بھی ان کی طرف توجہ دے رہا تھا۔ شیر لکڑی حاکمیت میں اس
 کی کارکردگی بھی قذور تھیں تھی اور اگر وہ اپنے عقب میں
 سوز سانگیں سوار کی طرف سے قذور ہو گیا تھا تو یہ ایک
 قاذور گرفت ہتھ تھیں تھی۔ سوز سانگیں اسے لے اس کی
 اس غفلت کا قاذور تھا۔ اور بیپ کی طرف ہوتا۔ پتہ نہ چلا
 جس میں موجود ہوا کو قذور کر کے اس کو لکڑی کا قذور کر
 چاہتا تھا۔ ہتھ دانی۔ ہتھ دانت اور سوز سانگیں ہتھ دانت نے اس کا
 قذور ہتھ دانت ہوتا تھا۔ چنانچہ وہاں کوئی گزرتے نہ تھے
 آئے تھے۔ ان کے پیچھے وہ بیپ کے کچھ حصے کی طرف چھٹا چھا
 تھیں۔ اسے امید ہوئی کہ لکھت کے کچھ حصے ہوئی ہوا کوئی
 قذور ہتھ دانی ہوئی اور وہی حاکمیت کا ساتھ دینے پتہ اس
 پر قذور لکڑی کی بیپ لکڑی اور قذور ہتھ دانی اسے لے
 آؤ۔ وہ چھپنے کی بیپ کے قریب چھٹا ایک راکٹ کی نال
 اس کے ہتھ دانت کے اگلے حصے پر تھری اور لکڑی کی نال
 بری حاکمیت چھٹا چھٹا چھٹا چھٹا چھٹا چھٹا چھٹا چھٹا
 چھٹا کی حاکمیت سے کام اس حصے میں راکٹ کی گولی نے
 اگل ہو کر ایک بہت بڑا سوز سانگیں لکڑی قذور سوز سانگیں
 قذور کے کی طرح خون چھٹا چھٹا چھٹا چھٹا چھٹا چھٹا
 میں حاصل کی تھی۔ اس کی قذور لکڑی کی قذور لکڑی کے ان قاذور

لغات میں اس کے کام آتی تھی۔ اس کی ہلکی ٹریک کے
 اور یہ اگر چہ کوئی بھی خط علم جہاںوں کے استعمال میں
 باہر تو نہیں جو سکا لیکن اس کو جہاں حال ہو جاتا ہے کہ
 لوہا داخل کی تیلی دیا کہ قزاق تھے۔ اس نے بھی لکھی کیا
 تھ۔ مشہور خان نے عسکروں سے چھین کر جیس کے تھیں
 جیس میں جو اسلحہ تھیں ان میں سے ایک اس نے اپنے
 قبیلے میں لے لی تھی اور وقت چلنے پر اس کا بڑی تھیر سے
 استعمال بھی کرتا تھا۔ اپنی اس کامیابی نے اس کا حوصلہ بڑھ کر
 رہا اور وہ لے گا اپنی جھڑپ سے اس کا ایک طرف
 رکھنے لگا۔ یہ واقعہ دیکھ کر اس کے میں شان ہونے کے
 ارادے سے نفست سے سنبھل کر بیٹھ گیا۔ سوڑ سا تھیں سوار
 سڑک پر کی جھڑپ کا طرح پر انوکھ پٹ ہو رہا تھا۔
 اس کے سامنے ابھی شیراز کی آواز لے ہوئے قزاق میں
 مصروف تھے۔ مشاہیر خان اور شیراز کے تھے جن وہ
 انکی پڑائیش میں تھی کہ اسے وہ ٹھک حال تھرا رہے تھے۔
 اس نے راکش کا ہوش انداز میں اپنے راکش شانے کے
 ساتھ ٹکا اور سانس روک کر ان کی طرف قزاق رو رہا۔ اس
 جھکی ناڈی سے اس کا ہوش کی جانچ کر لے گا دھتے دھتے سے
 درمست نکلتا لے سکتی ہے لیکن وہاں چار چار جھڑپ سے
 اور ایک دوسرے سے قریب جھکی تھے۔ اس نے جس شخص کا
 ٹکنا نہ تھا کہ قزاق کیا تھا اسے تو کوئی نہیں لگتی تھی اس کے
 ساتھ چند جڑ کر بیٹھا اس کا سامنے دو تھیں تھیں۔ اس کی
 کھوپڑی کے پچھے سے لگے اور بچھا نکل کر اس کے کی
 تھوڑے اس کے سامنے کے گھبراہٹ پر جا کر۔ جس شخص کو اس
 نے ٹکنا نہ جانے کی کوشش کی تھی اس نے سے چار بھرتی کا
 مظاہرہ کرتے ہوئے اس کی طرف چلی قزاقی سرخوشی کو
 سے وہ اپنے لیے ہوئے قزاق کے پچھلے سے پچھلے میں ناکام
 ہونے کے باعث نفست پر چاکری تھی۔ چند چھ پال پال تھی
 گئی۔ موت کو اسے قریب سے قزاق نے دیکھ کر ایک لمبے کے
 لیے اس کے ہاتھ پر حشہ سے چلے کر بھرا اس نے خود ہی
 اپنے آپ کو گھمایا اس طرح ہاتھ پر بھڑک چڑھا جانے سے
 زندگی کی جانچ کر لیں۔ وہ جس کو رواب میں جھکی تھی اس
 سے چھٹنے کے لیے اسے خود ہی بہت کرنی پڑی کہ وہ نہ ہو
 سکا کہ ایک وقت وہ بھی آجائے کہ اس کے جانی بھی
 بہت ہار کر پہاڑی اختیار کر لیں۔ پہاڑی میں ذلت اور موت
 دونوں کے سوا کچھ اس کو نہیں ہونے والا تھا۔ چنانچہ اس نے
 ایک بار بھر داخل پر اپنی گرفت مضبوط کی اور احتیاط سے سر
 اٹھاتے ہوئے پیچھے کی جانب دیکھا اسے کرتے دیکھ کر اس

پر نہ کرنے والا شاید یہ سمجھا کہ وہ کوئی کاٹنا نہ ہو بلکہ
 اس لیے اس طرف متوجہ نہیں تھا اور بہت سے طریت نہ
 دیر سے اچھے آگے کی طرف دیکھتا ہوا مشاہیر خان کی
 طرف بڑھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس نے راکش میں کی
 اور ہری احتیاط سے اس شخص کا ٹکنا نہ تھا۔ اس ہار اس کا
 ٹکنا نہ تھا۔ ہدف سے چوک کر کسی دوسری طرف ٹھیک ٹھاک
 گولی سڑک پر اتر رہے تھے جس کے پیٹ میں جا چکی۔ جس
 ساتھیوں کی موت نے جہاں عسکروں کے دوسراں خطا کیے
 وہیں شیراز اور مشاہیر خان کو بھی موت ہو گئی۔ مشاہیر خان
 تو خیر تھی جس نے کچھ سے زیادہ دھڑکی سے حرکت کرنے کے
 قتل نہیں تھا لیکن شیراز نے اسے قتل کا قندو اٹھایا باقی تھی
 جانے والے وہ افراد جواب تک اس کی طرف قزاق
 کر رہے تھے۔ عقب سے ہونے والے قزاق سے گھبرا کر پٹ
 کر اور احمد جھپ کی طرف قزاق کرنے لگے۔ وہ اپنے
 پہلے قزاق کا توڑ لے کر چل گیا اس لیے اس نے وہ قزاق کرنے
 کے بعد خود ہی چلے گیا۔ ایک کی گئی۔ جسے کسی سود مند ثابت
 ہوئی اور وہ کسی کوئی نہ دیکھتا تھا۔ اس دوران شیراز
 اپنی گاڑی کی آڑ سے نکل کر اس پر پڑا لیکن پہنچ چکا تھا کہ
 دونوں کو ٹکنا نہ تھا کہ گھر اس نے کوئی ہلاکت خیر قزاق کرنے
 کے بجائے ان کے گھروں کو ٹکنا نہ دیا ہی کافی سمجھا۔ ان
 دونوں کی جھڑپ کے ساتھ ہی مشاہیر خان، شیراز اور قزاق کی
 گولی بھی ختم ہو گئی اور پھر اس کی گاڑیوں کے ساتھیوں نے
 دیکھ گئے۔ اس سائز پر کان دھرے تھے وہ اپنی گاڑی کی
 غل بھاگ اور ڈھل پڑا۔ چار ہوا ہو گیا اس کا سوارانہ کا
 قبر داخل کیا۔ جب تک انہوں نے کال رہی تھی چلی گئی
 ساتھیوں نے اپنی گاڑیوں ان کے قریب آکر رگ بھی
 تھیں۔
 "زور و تعلیمات بتانے کا وقت نہیں ہے سوار ہوئی ا
 میں اتنا جانتا تھا کہ اسے میں بھرا فراوانے لہذا تو کو ان
 کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان افراد سے اچھا خاصا مسر کر رہا
 ہے اور میرے خیال میں تین تہہ دارے لگے ہیں۔ میرا
 ڈراما پر مشاہیر خان کی تھی دیکھی ہوا ہے۔ آپ کے گلے کے گم
 مسب روایت سارا معاملہ سننے کے بعد سوتے ہوئے چلے گئے ہیں
 اور قزاق یہ لوگ کارروائی کے ہم وقت حاضر کرنے نہ
 کوشش کریں گے میری آپ سے نہیں اپنی گزارش ہے کہ ان
 لوگوں کو قتل کر دیں گے کا انتقام کر دیں۔" اس نے جلدی
 جلدی غلام بیان کرتے ہوئے سادہ جھکی کیا۔
 "تو کس جگہ پر؟" انہوں نے بھی ذرا تھپت
 تھپت

میں جانے کے بجائے چھوٹی سے چھوٹی۔
 "مقتل رہا؟" شیراز اسٹول کے بالکل قریب۔
 اس نے بتایا۔
 "اور؟" میں اپنی تہیاری جان چھڑانے کا بندوبست
 کرتا ہوں۔" انہوں نے کبر کے ساتھ اسٹول پر آیا۔ فون سے
 قازم ہونے کے بعد وہ دھڑکی مٹ رہی تھی اس کی طرف متوجہ ہو کر
 وہ جھپ کے لیے سے نکل آیا تھا۔ اس کی ایک ٹانگ اور بازو
 پر گولیاں کی جھپ جس سے خون کی بہت بڑی تھلا دیکھنے کے
 باعث اس کے کپڑے سر پر لگ چکے تھے۔ وہ اپنے بے ہوش
 ہو رہے تھے۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھ کر
 "اسے سڑپاں سب کیا ہوا ہے۔ کیا آپ میں تاکتے
 ہیں؟" اس کی گاڑی اور اس سے اس کی اس جھپت کا نہ
 سکی گھر اس بات کا قندو زور ہو رہا تھا کہ وہ کوئی صاحب
 قوت آدمی ہے اس لیے اس کا ایک گولی پٹی جھپ پر لگنے
 چلی اس نے اس سے تھپتائی اسے انداز میں سوال کیا۔
 "اسے قی شہر رہا۔" شیراز کو پکارے جانے کے
 انداز پر قزاق سے براہ راست ہوئے اس نے اپنا قندو لے کر آیا
 اور وہ مشاہیر خان کی طرف بڑھتے ہوئے چلا۔ یہاں
 کیا ہوا ہے یہ تو چھوٹی دیر میں آپ کو آپ کے گلے کے کڑی
 آئی تھی سوارانہ صاحب خود تیار نہ گئے۔ لیکن آپ سب
 سے کچھ نہیں اور ناٹوں کو اسپتال پہنچنے کے لیے
 دیکھ کر اس کا بندوبست کریں۔" اس کا اپنا قندو اٹھایا۔ وہ سے
 ڈی آئی کی سی اس کے ساتھ ٹکنا نہ لے سے اس کا ایک
 سہ چلنا سامنے۔ سے چارے کی کھٹکھی آ رہا تھا کہ اس کی بات
 پر نہیں کرتے تھی یا نہیں۔ ایک آدھ صحت مند قزاق شہر دے
 کے بعد اس نے میں کو سب کچھ کہہ دیا کہ کچھ نہ کہہ سکتا
 چلا۔ جس بندے کے ہارے میں وہ مذہب کا شکار تھا
 وہ کچھ بگاڑا تھا تو کھڑکیں آ رہا تھا میں سے ایک طرح سے
 یہ بات بتا تھا کہ وہ اپنے بیان میں سچا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے
 سوارانہ پر بیٹھ بیٹھ کے گے گا کہ کرنے لگا۔ اس کال سے
 کارروائی کر اس نے اپنے ساتھیوں کو بندہ آواز میں ایک اور
 احکامات دی دیے تھے کہ وہاں پہنچے لگا۔ اس نے قندو اٹھا کر
 میں کال رہی تھی۔ اسے ہی لے کر اس طرح اپنی تھیں لکڑا
 کہ کچھ اپنی تھی صاحب فون پر اس سے صاحب نہ ہوں
 کہہ کر میں نہیں سہنے کر رہے ہوں۔ "تیس سر" کی روان
 کے ساتھ اس نے اس کی قزاق جہازات میں اس فون بند ہونے
 کے بعد ایک کبر سانس لیتا ہو شیراز کی طرف بڑھا۔ وہ
 مشاہیر خان کے قریب بیٹھ اس سے کوئی بات نہ کر رہا تھا۔

"ایمپریس ایسی تھیں تھیں ایسی ایسی صاحب؟"
 اسے اپنے قریب دیکھ کر اس نے پٹ پٹ کر پٹ پٹ کر
 "تیس نے کال کر دی ہے میرا نہیں پٹ پٹ کر ہی ہوئی۔" اس
 نے سادہ جواب دیا۔ اس وقت ایمپریس کا کھوسا ساتھی
 سٹائی دے لگا۔
 "تم میری گاڑی میں جا کر بیٹھو۔" اس کا یہ جملہ سن کر
 ایسی ایسی اور چشما دار فوجی کی طرف متوجہ ہوا۔ ایسی کی
 گاڑی کا ساتھیوں کی کہ وہ جھپ میں ہی دیکھ گئی تھی اور وہ وہ
 کچھ طرح سے بڑھ چکا تھا۔ بڑھ چکے تھے کے بعد وہ ایسی
 ایسی جھپ سے پڑ ہوئی تھی اس لیے ایسی ایسی کی ہلکی وار
 اس پر پڑ گئی تھی۔ شیراز کی جہازات کے مطابق وہ اس کی
 گاڑی کی طرف بڑھتی تھی تو اس کا ایک اوسانہ ٹھکروں سے اس کی
 طرف دیکھ کر وہ رہا لیکن دونوں پر کوئی سانس لےنے کی
 جرأت نہیں کر سکا۔
 "یہ خفاص بندہ ہے۔ اس کے طعنہ کے لیے ڈانڈ
 تو خصوصی جہازات دی ہوئی آپ کو۔" اپنی بندوں کے بارے
 میں بھی صاحب بندوبست کر کے۔ ہارٹ دیا و راستہ آئی
 آئی تھی صاحب کو دیکھنے کا آگے وہ جہازات دیں۔ ان پر
 حمل کیجئے گا۔ مشاہیر خان کو یہ دیکھ کر اس میں کھل گیا جہازات
 جب اس نے ایسی ایسی کو یہ جہازات دیں اور خود اپنی گاڑی
 کی طرف بڑھ گیا۔ گاڑی کی کھلی ٹکست پر بار بار دھکیلی تھی
 اور دونوں ہاتھوں میں چڑھ چھپا سسکیاں لے رہی تھی۔
 "کیا بت ہے۔" کچھ دور ہی ہوا "اس نے سوارانہ
 سے چھوٹا۔
 "میں نے جیس تین بندوں کو ہار دیا۔ اب پھر میں مجھے
 ان کے گلے کے طور میں پکڑ لے گی۔" اس نے حرہ ہار
 سسکیوں کے درمیان بیٹھ کر اپنے روتے کی دھتائی۔
 "اپنے ایسی میں کسی کو مارنے پر قزاقوں کی طرف سے
 کافی جھوت ہے۔ سچا کر سے تو کسی نے اب تک ایک تھہ بھی
 نہیں دیا تھا تو چھین کیں ٹکر ہو رہی ہے؟ اس سادہ
 سوانے کو وہ کچھ اپنے طرح سے پھینک کر لیں گے۔ چھین
 اس سے میں کھلی پٹ پٹ ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔" اس
 نے اسے کچھ اور گاڑی اشارت کر دی۔
 "اب ہر لوگ کہاں جاتیں گے۔ کیا ہاں ہی ڈی آئی
 کی صاحب کے گھر؟" اس کی تھی پڑا معلوم ہوتے ہوئے
 اس نے آگے کا کورم چارنے کی کوشش کی۔
 "نہیں۔" چھین جلد از جلد یہاں سے نکلا اب اور بھی
 ضروری ہو گیا ہے۔ قزاق سوارانہ کے مطابق ابھی کا کرے

ہی جاؤ گی۔ انہی اب مشاہیرم خان قصبہیں وہاں تک نہیں پہنچ سکے، چنانچہ اس کے مشورے سے یہ طے پایا ہے کہ میں خود قصبہیں بنام تک پہنچاؤں گا۔ وہاں سے قصبہیں مشاہیرم خان کا بھرتی آگئے لے جانے گا۔ اس کا بھرتی پندرہ ہے اور اسکے دو آکا جاتا رہتا ہے۔ مشاہیرم خان نے بتایا ہے کہ اگر میر کے نو موٹیل فون کر کے اس سے بات کرنے کی خواہش کریں تو بات ہو جائے گی ورنہ وہ نہیں جوا تو یہ خاصہ تو ضرور ہی پہنچ جائے گا۔ اس سے تہہ بہ تہہ اور پھر اپنے صوبہاں پر کوئی خبر وائس ٹرنے لگا۔ پہلے ہونے کے بعد اس نے ٹھکانے کا آواز کیا تو وہاں کو امانت دے ہو گم کہ وہ کے نو موٹیل کے فون پر بات کر رہا ہے اور اسے وہاں مشاہیرم خان کا بھرتی کیا ہے۔ اس فون سے فارغ ہونے کے بعد اس نے سجادہ کو فون کیا اور انہیں مدد سے اگلے کی تفصیل سنانے کے بعد مشاہیرم خان کا خصوصی فون کر کے ساتھ ساتھ مدد لے لی تفصیلات کو دہانے و درخواست کی۔ موزوں سے سفر کا آواز ہونے کے بعد اس نے سوبہ ٹکس اور ٹکس بورڈ پر ڈالنے ہوئے اپنا پوری توجہ اور دیکھ کر پہنچاؤں کر لی۔

"تم فریش ہو جاؤ، تم کوئی نہیں۔"

ایک طویل تھا اپنے والے سر کے بعد وہ لوگ بیٹھ کر سو گئے۔
پچھترے شامسیر پہ آدھی گئی۔ اوّل کے ریسپیشن روک کر اس
نے دو سنگ بیئرز والے آئیڈ کمرے کی جگہ کردائی اور
کمرے میں آنے کے بعد ماہانہ سے دو گنا ہالکوفی میں چا
مچا ہا کہ وہ بغیر کسی الجھ کے سولیت کے ساتھ خود کو سفر
تفان اور دھول مٹی سے نہات دلے گا کاہنوہست کر سکے۔
ایسے ممکن اور صبر کی قربانی کی داسے داری طویل۔ طرے
زیادہ جتان روڈ پر پیش آنے والے غریب تعداد پر فائدہ ہوتی
گئی اور نہ صرف ایئر کنڈیشننگ گاڑی میں ہے اسامہ اور سمیت
کے ساتھ نہ تھا۔ ہالوفی میں کمرے ہو کر اس نے کچے بچے
دو بکے سندھ پر ایک ٹھکر ڈالی۔ قہقہہ جاری رکھتے ہوئے
دو بکے سندھ کے بہاؤ کا شکا شاہد شام کے اسی دھندے

”ہم لوگ بدنام ہو گئے ہیں۔ آپ بتائیں وہاں کی کیا صورت حال ہے؟“ اس نے غمازاً مخاطب اس شخص کو کیا۔
 ”پک ٹیسا پر کھڑے ہو کر ہنگو کرنے میں یہاں جتنی داناڑی تھی۔
 ”تیساروں کو موٹر سے جاں بہت چکڑا دواغ اختیار کر چکی
 ہے۔ مہنگاں دواغ پر جن لوگوں سے چہارہ روناہٹہ چڑھا، ان کی
 حالت ہو گئی ہے۔ اد ایک ایسے ٹیگ سے قتل کر رکھے ہیں جو
 رام کے عوض خوارنگل و دھال دسب بہہ کرنے کے لیے تیار
 رہے تھیں۔ ان الزموں کی سمجھائی کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ
 انھوں نے ہی میرے گھر پر بھی حملہ کیا تھا۔ متعدد دلوں دفعہ
 ایک ہی تھا۔ دو لوگ ادبانو کو اغوا کرے چاہتے تھے۔ اس کام
 کے عوض انھیں بہت بڑی رقم ادائیگی چاہی تھی اس لیے
 ظلم کے ساتھ وہ رہ چکی ہو گئے۔“ اس نے داناہے بتایا۔
 ”اد گم کے لیے کام کر رہے تھے، یہ نہیں بتایا۔ انہوں
 نے؟“

”سب... کیسے؟“ وہی ضرب چوکا۔
 ”رات تو کی وقت... اسے پانی پینے کے لیے چراغ لگا کر
 گلاس پر اس کی کھانسی کا کدرا کافی پتلا اور صاف تھا۔ اس کی
 عود سے اس نے اپنی کھانسی کی دھنیں گات تھیں۔ صبح ہونے کے
 بعد ہی اس کی موت کا پتا چل سکا۔ پھر بے پاس اطلاع
 تمہارے روح ہونے کے بعد بھی گئی۔ لیکن کبھی صبح سے ہی
 پھر بے پاس بری اطلاعات آتا شروع ہو گئی تھیں۔ سارا دن
 میں، باہمی معاملات میں الجھا رہا۔ سینہ سندھ رام کے ہارے
 میں بھی جھپٹ چوری ہے۔ کئی ملکوں کا تیسرا سانسے تھی ہیں۔
 اس کی کوئی کے پیچھے ذاتی کوئی بھی اس کی نیکیت قل۔ اسے اد
 اپنے گورام کے طور پر استول کرتا تھا۔ خاص بات جو معلوم
 ہوتی ہے وہ یہ کہ اس عوام میں جو پکڑ اور کھ چاتا تھا، وہ مختلف
 کھیلوں کے ذریعے نظریاں سکھائی جاتا نام ہے۔ ایک کھیل
 سے معلوم ہوا ہے کہ پکڑے کے لیے خصوصی تھان، ایسے بھی
 ہوتے تھے جنہیں بازار پر آری کے افراد ہی خریدتے تھے۔
 مجھے شک ہے کہ پکڑوں کے ان تھانوں کے درمیان کوئی
 خاص شے رکھ کر پکڑین آری تک پہنچائی جاتی رہی ہے۔ وہ
 ہمارے ملک کے پکڑی راز بھی ہو سکتے ہیں کیونکہ سندھ رام کا جو
 گرواداب تک سامنے آیا ہے، اس سے تو کبھی اندازہ ہوتا ہے
 کہ وہ میراں وہ کہ بھارت کے نیچے چوسنی کے فرائض انجام
 دے رہا تھا۔ اس کے بچوں تک اس کے ہارے کی اطلاع پہنچا
 دی گئی تھی لیکن انہوں نے پاکستان؟ نے یا۔ پ کی جاکر اداس
 کوئی دھنیں ظاہر نہیں کی۔ سندھ رام کے پکڑے کے بارے
 میں بھی جو مصوات سامنے آتی ہیں، اس سے پتا چلتا ہے کہ
 بے تحاشہ کھانے کے باوجود وہ ختمی ہو گئے۔ کابے وہ مقرر
 ہے۔ یعنی وہ لکائی ساری کی ساری ہر دن تک ٹھہرا ہے بچوں
 کو پہنچا دیتا تھا اور یہاں جو کچھ ہے اس کی خدائی کے بعد اس کا
 لی سکتا ہے جس سے ہو گئے کہ فرض ہی ادا کیا جا سکتا ہے۔“ وہ

[illegible]

دو آدم کے لیے یہ کوکر ایک ایسی جگہ تھیں کہ ان کے لیے یہ تھا جہاں تک نہ چاہیں کی رہائی کی صورت دی خود انہیں نوٹ سکا۔

☆ ☆ ☆

"میں نے ایسے منظر صرف تکی و بڑن پر دیکھے تھے۔ میں بھی حضور بھی کچھ کچھ جی کہہ رہی تھی کہ یہ سب دیکھ سوں گی۔" وہ بڑے سادہ کے کادے پر موجود اس بڑے سے چتر پر بیٹھ کر کوشش کرتے ہوئے اس نے مانگی سے کہا۔

"جیسے سب بچاؤ ہو رہا ہے؟" وہ بڑے ہاتھ کا اپنے قدم پر نہ چڑھ کر بڑے زور سے کہنے لگی کہ اس کا سب نہیں ہو رہی، چنانچہ سہارا سے اس کی کوشش کو کامیاب بناتے ہوئے اس سے پوچھا۔ اس وقت وہ لوگ اس کی فرمائش پر ہی سوشل سے باہر نکل کر یہاں تک آئے تھے۔ کچھ کے اس پر جبکہ ابھی سورج کی روشنی چوڑی طرح نہیں پھیلی تھی، وہ بڑے سادہ کے۔ کادے پر بیٹھ کر اس کا نگاہ نہ ہوا تھی بہت خوب صورت لگی۔ ہاتھ۔

"ابھی تجھے تو میرا ایک ڈانگی تھی۔" بھئی کے سب بہت اچھا تھا۔ وہ بڑے۔ اس نے اسی سادے سے جواب دیا۔ "تو بہت اچھی بات ہے۔ جب تم مشاعرہ خانے کے بھائی کے ساتھ ہیں سے آگے جاؤ گی تو انور بھی کی خوب صورت صاحبزادی بننے کا کوشش کرے۔" بھئی اس پر کہ تھا راجا بھی اسی وقت یہاں گزرا کہ تم یہ دیکھ رہی ہو۔" وہ خود بھی اس کے قریب ہی چتر پر بیٹھ گیا۔

"صاحبزادی خوب صورت لڑکی تھیں لیکن اس سے بڑھ کر خوب صورت اور بڑے ہیں جو مجھے اپنے پیچھے چھوڑ کر آئے پڑے ہیں۔" اس نے بہت زیادہ اس کے نزدیک سے کہا اور بے کھلی ہنسی دیکھی۔ بھئی نے اس کی کئی خبر نہیں۔ اگر آپ مجھ سے میری خواہش پر چلیں تو میں ان سارے خوب صورت منظر کے مقابلے میں فیصل آباد میں موجود اپنے چھوٹے سے گھر میں اپنے ابا اور بے کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس کی "ادھر جی" کی آواز پر خوش ہو رہی تھی، ایک دم ہی اداس ہو گئی۔ وہ بچاؤ خانے سے نکل کر چائے کی کھانے کے قہار اس کی یہ خواہش بھی پوری نہیں ہو سکتی گی۔ وہ شہر اور شہر اسے وہاں بھی جانتے تو وہاں اس کے پیارے تو نہیں مل سکتے تھے۔

"انسان کی سادگی خواہشیں چوری ہوتی تو نہیں نہیں ہوتا۔ اپنی انوری خواہشوں پر یہ سوچ کر مہربان کر لینا چاہیے کہ

جو ہمارے لیے نیا وہ بڑے تھا وہ اللہ نے ہمیں حصار کر دیا۔ میری کامیاب زندگی کے لیے مجھے بھی سوچ کر رہا ہے۔ میرے بچے میں جب میں بہت کم عمر تھا، جب ہی ایک حادثے میں لاپتہ کر گئے تھے۔ ان کے بعد ماسوں جان مسمی اور بچاؤ بھائی نے ان کا خیال رکھا کہ میں کبھی ہوں گا بھائی ابھی میں بہت کم لوگوں کا گھما جاتا ہے۔ خصوصاً آفرین بھائی تو مجھ پر جان چڑھتی ہیں۔ ان کی تربیت کی وجہ سے میری شخصیت میں کئی ایسے رنگ ہیں جنہوں نے مجھے دوسروں سے کچھ بہتر بنا دیا ہے۔ وہ نہ ہو سکتا تھا کہ میں بھی ان سارے لوگوں کو مرعوب ہوا جو اختیار مجھ میں آجائے۔ میرے بھائی کی تیز فہم بیٹی ہیں۔ اللہ نے مجھ سے ماں باپ کی نسبت لے کر بدلتے سر انسانیت کا شعور عطا کیا ہے اور میں اس کے اس فیصلے پر راضی ہوں۔ کیا تم میں حصہ ہے کہ تم اللہ کے فیصلوں کو کچھ نہ کر ان کے آگے اپنا سر جھکا سکو؟" وہ بات مانتے ہوئے اسے دیکھ کر اس کا ہاتھ ایک دم ہی تھکے ہوئے ہوئے اس نے اس کے جواب کو بھائی کی کوشش کی۔

"ابھی مطلب؟ آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟ میری کیا ہے اور ابھی کہہ رہی ہیں؟" وہ اس کے سوال پر ہی حیران ہو گئی۔ "مجھے انہوں سے کہہ دے کہ میں نے اس کے لیے ان کے پاس سے کوئی ایسی خبر نہیں۔" اس نے جواب دیا اور بہت سہارے سارے حالات سے گواہ کرتے ہوئے۔ "میں نے ان کو کہہ دیا ہے کہ میں ان کے لیے انور بھی پتہ بھی نہیں چلا۔ اور انوں نے پتہ بھی نہیں چلا ہے۔" وہ اس کے لیے اس کی جان سے چپے ہوئے۔ کچھ دیکھ کر اس میں "ادھر جی" طرح سننے لگی۔

"ابھی کا تم سے کہہ دے۔" وہ غصہ صرف دو لوگ ہوئے ہیں جو اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی قدر نہ کر رہے۔ ان کے فیصلوں کو قبول کرنے سے انکار کر رہے۔ تم پر ایک مشکل وقت پڑا ہے۔ ان جانے کہ جب تم اس آزمائش سے ٹکراتے ہو تو یہاں انہیں اللہ سننے سے بڑے کام کو سہارا دے۔ ایسے کام جو تمہارے ساتھ ساتھ تمہاری ہے۔ بے اور ابھی بھی بخشش کا زور نہیں۔" وہ اسے بھانپنے لگا اور وہ حیرت زدہ رہی اس کی باتیں سن کر وہی۔ "اسراہیل بننے کے ساتھ رہنے والا اور بپ قول کر لکھ کر لے والا۔" وہ اس کی باتیں سن کر کہتا ہے، اسے کھلی آنکھ سے دیکھتا تھا۔ انہیں یہی اس کی صورت تھی۔

"چلو! ابھی چل کر شہر کرتے ہیں۔" بڑے سے بڑے چہرہ پر وہ ساریاں جاتا۔ شہر میں وہاں کا بھائی شام سے پہلے

چال نہیں بھلی کے گھر۔ تم سارا دن آرام سے یہاں کا نگاہ کر سکتی ہو۔" اس نے سنا کر اس کے دماغ پر تصویر بننا آسنو اگلی کی پیر سے صاف کیا اور اس کا ہاتھ بکڑ کر نکالتے ہوئے بولا۔ وہ سمجھتا تھا کہ میں اس کے قریب پہنچے تو کل تمام دشمنیاں پر نظر آنے والے فیر کی اپنی جیب میں روانہ ہوتے ہوئے نظر آئے۔ ان میں سے ایک نے وہ ہانوی کر لیا۔ دیکھتے ہوئے بھائی بڑا اچھا لگا۔ اس کی اس حرکت پر وہ لگت زور ہی ہوئی۔ شہر کے ماتے پر بھی نہ گوار کی کوشش نمودار ہو گئی۔ لیکن تھا کہ وہاں سے اپنے جاتے ہیں ان کی جیب حرکت میں آکر وہاں سے آگے بڑھ گئی، سو یہ ممکن نہ ہو سکا۔ اور ان وہاں سوشل بھائی کے اور بڑے کا آواز دے رہے ہوئے اپنے کمر سے سس پٹے کے تھوڑی اور بھلائی اور بھلائی ہو رہا تھا۔

"صاحب! کوئی اور بھی خبر ہے؟" میری بھئی نے اپنے ہاتھ سے ہاتھ کیا۔ بہت اچھی تھی۔ "ناشتے کے برتن لگانے کے بعد میرے نے اس سے پوچھے ہوئے قریب رہی۔

"ناکر کھانا۔ اگر پینڈا نہیں تو ملے میں گے۔" اس نے اپنی رضا مندی کا اظہار کیا۔ تھوڑی دیر بعد چار بجے، شے کے برتن لیے آیا تو اس کے ہاتھ میں ایک قبیلہ تھی۔ قبیلے میں سے چار بھائی لائے گئے۔ ان دونوں کو دیکھنے لگا۔ اس کے کمرے کے دروازے پر وہاں سے ایک بھی آگئی تھی۔ اس کی ہانک کو بھائی بھائی بھی تو کسی کے رنگ سے متاثر تھے۔ وہ بے زار ہو کر اس سے پوچھ رہے تھے کہ کبھی وہاں تھا کہ ایک سہارا پر نظر پڑی۔ اس چار پر بڑے بڑے ہاتھ لگے بھولے بھولے کاڑھے گئے تھے۔ اسے دیکھ کر اس کے سامنے رہا تو اس کی دیر یاد آگئی جس کے بغیر وہ وجود ہی نہیں تھی۔ اس نے فوراً وہ چار پر پڑی۔ کپڑے کی کاٹی اور کڑھائی کے مقابلے میں اس کی بہت بہت زیادہ دیکھی تھیں اس نے ہر دیکھ کر۔ جب وہاں سے اس کے برتن اور انساں سمیت کمر پر لگ کر آگئے تو اس نے وہ چار وہاں کو کھانے۔

"یہ میرے لیے ہے؟ میں تو کئی آپ اپنے گھر کے کسی فرد کے لیے لے رہے ہیں۔" وہ حیران ہوئی۔ "میں نے یہ تمہارے لیے ہی لیا ہے۔ تمہاری چار عام کے کمرے ہونے والے حادثے میں خراب ہو گئی تھی اس لیے۔" اس نے جواب دیا اور بھرتی سے اللہ کے کمرے سے باہر نکل گیا۔ شام تک کا وقت اسے گوارا کہ وہ زیادہ تر باہر ہی رہا۔ ساتھ ہوا بھی تو زیادہ ٹھنڈی تھی۔ شام کو شہر

خان کا بھائی اسے اپنے بیٹے چکا تھا۔ اس کے ساتھ وہاں ہونے ہوئے وہ کچھ اور بھی تھیں۔ شہر میں تھیں۔ شہر میں کادے کادے کچھ اور تھا اور وہی اپنی کئی نیکیاں۔ کوئی نیا سا کادہ تھا جو وہ ایک سے سفر پر روانہ ہوتے ہوئے اپنے ساتھ لے کر جا رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

"بچہ آیا وہاں سے مرکز صحت کی کتب خانے کا کام عمل ہو گیا ہے۔ سارا فریج، ضروری آلات اور وہاں وغیرہ ان دونوں کے اندر وہاں پہنچ کر جائیگا۔ اسطاف کے ایک کتب خانے کا بڑے کتب خانے کا کام عمل ہو چکا ہے۔ میں بڑی ڈاکٹر کے سامنے میں مشکل پیش آ رہی ہے۔ کوئی نئی ڈاکٹر کی اطلاع وہاں جا کر کام کرنے کے لیے راضی نہیں ہے۔ اس مسئلے میں ہم مشتعل احتجاج شروع کر رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے دو چار دن میں یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے۔" وہ اس کی اپنے طویل سفر سے واپس لوٹتا تھا اور آج دفتر میں موجود تھا۔ کچھلے کی دن کی ضروریات کی وجہ سے اسے ملائے میں چار کی کاموں کے بارے میں جاننے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ چنانچہ آج کئی فرصت میں اس نے فیصلہ لیا تھا اس مسئلے میں معلومات حاصل کر شروع کر دی تھیں۔

"ابھی پر گھر نہیں ہے۔ بڑی ڈاکٹر والا سترہ بھی اللہ اللہ جلد ہی ہو جائے گا۔ تم اپنا کردار اشد در میں بھی پیش کر دو کہ اس جانب کے لیے اہل قرار بنانے والی خاتون کو ان کی کئی سمیت رہائش کی سہولت دی جائے گی۔ مگر ناخوشیوں اور درواز خاتون میں جانب کرنے کے لیے بھائی اور رہائشی سہاکی کی وجہ سے ہی راضی نہیں ہوتیں۔ ہم یہ سہولت پر وہاں کرنے کی یقین دہانی کر رہے ہیں کہ تو اللہ اللہ جلد اچھا رزقت سامنے آئے گا۔" اب تک کی کارکردگی پر اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اس نے ایک خود بھی دیا جو فیصلہ لیا تھا اسے نوٹ کر لیا۔

"خود پر میں کیا صورت حال ہے؟ وہاں کا کام کیا چل رہا ہے؟" وہاں بھی تیزی سے کام چار ہے۔ چوہری بھتیہ کے خاتون کی وجہ سے وہاں میں بڑی سہولت ہے۔ امید ہے کہ جلد ہی وہاں کا کام مکمل ہو جائے گا۔" "گھر؟" اس اظہار پر اس نے خوشی کا اظہار کیا اور پوچھنے لگا۔ "چوہری بھتیہ اور تازہ کے فریج لگانے تو میرے پیچھے کوئی گڑبگڑ کرنے کی کوشش نہیں کی؟" اس سے باہر جانے والے ہاتھ پر ابھی طرح نظر توڑی جا رہی ہے؟ ۱۹۵۵ میں چلے

پر چٹک رکت بہت ضروری ہے۔ ہم ذرا بھی نڈر چرسے تو یہ
 اب بکھرے ہوئے ہو جاتے ہیں۔
 ”آپ بے فکر ہیں سراسر اس مسئلے میں مسئلہ وی
 ایس بی محکوم سے رابطے میں ہوں۔ آپ تکب و دام سے
 بھر چر دھن کر رہے۔ نہتہ گھرائی کی وجہ سے کن کی صحت
 نہیں کہ یہاں سے بکھڑا مگل کرنے کی کوشش کر سکتے۔ ویسے
 بھی باجوہ مسئلہ ہے اور چوہدری بھی بچنے والے ہیں اور ہر دور
 میں رہا ہے۔ اس لیے ان کا راجہ یہاں داخل بھی اکتیہ نظر
 نہیں آتا۔
 ”ابھی بات ہے۔“ اس نے ذرا سارے عینکس جو کر بیٹھے
 ہوئے کہ ”سو رہے ہیں۔“
 ”اور کوئی اہم بات... کوئی خاص مسئلہ؟“
 ”آپ کی غیر موجودگی میں اللہ داد سے کچھ لوگ آئے
 تھے۔ وہ لوگ شاد نواز کے ساتھ غیب ہونے والے لوگوں
 کی باز پائی کا مطالعہ کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ انھیں دینا
 اور اس کی پہلی کے بارے میں بھی تشریح کی کہ وہ لوگ کہاں
 غائب ہو گئے ہیں؟ آپ میں ان لوگوں کو اپنے ساتھ کر لیں
 کے لئے کی گئی ہے۔ یہ بات گاؤں والوں سے پیشہ منکر ہے۔
 اس لیے وہ عقاب کر رہے تھے کہ اگر دینا کر کا خاندان کسی
 جرم میں صحت بھی ہے، تب بھی ان لوگوں کے بارے میں
 کوئی خبر نہ ملتی ہے۔“
 ”اللہ داد والوں کے مطالعات اپنی جہ۔ مگر درست
 ہیں لیکن وہ لوگ اندازہ نہیں کر سکتے کہ یہ مطالعات کیا دیکھ
 ہے۔ اس معاملے میں میری کچھ مٹ جوتے کے جو شاہد
 مانے آئے ہیں اس کے بعد صورت حال کمر خفک ہو چکی
 ہے۔ ظہیر انجینئر اس مسئلے میں کام کر رہی ہیں لیکن فی الحال
 مجھے انکا کوئی خبر نہیں کہ میں غائب ہونے والے لوگوں کے
 مسئلے میں کچھ مانا سکتا ہوں۔ دینا گھر کی پہلی والے سوانے کے
 بارے میں انہیں میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کروں
 گی۔ انھیں تو جہاز صاحب نے اپنی طبیعت دیکھانے کے بہر میں
 باوجود مجھ سے دیکھا ہے۔ میری پوری کوشش ہوئی کہ ان...
 پہاڑوں میں جان بخشی ہو جائے۔ وہ ہے جہاز سوانے بیٹے کی
 طاقت کو بھگت رہے ہیں۔ اگر وہ نر کا شاد نواز کے بگاڑ سے
 تیار کر کم بلاست میں صحت نہ ہو تو خود بھی زندہ رہتا اور
 اپنے گھرانوں کو بھی مشکل میں ڈال دیتا۔“ عبداللہ ان کی بات
 کا جواب دیتے ہوئے وہ تھوڑا سا اداس ہو گیا۔
 جس وقت اس کی نظر میں چوہدری سے چوہدری
 سارے عبداللہ کی شکل محو کی گئی۔ اپنی عینک کے نیچے

آہ اور جی اور ہر سہ روزی سے قی کر رہے جانے سے
 انک کا سامنے سے اس کے ہر سہ روزی سے قی کر رہے جانے سے
 تھا کہ وہ شاد نواز جیسے عینک کے بگاڑنے پر اپنی ذات سمیت
 دوسرے بھی گئی افراد کی صحت کا سبب بن گیا۔ وہ ہر سہ
 ہونے والا وہ دم بلاست جس میں میرا عینک خود کش مملہ اور
 کے جوہر پر سامنے آیا تھا۔ اسے اب بھی کی حال دیکھی گئی فلم
 کے ساتھ حرکت کر رہا تھا۔ نئی بھر کی تو بات گئی وہ... لیکن
 اس ایک لمبا بھی گئی بیٹے جاتے ہوئے تھے۔ اپنی تیار گئے تھے
 اور نکلوں کی کے جسے میں عینک کی صفائی آگئی تھی۔ اس
 کر رہے والے ان لوگوں میں انظر کام بیٹے سے اور خوش
 عینک عبداللہ نے دینا دھار کر دوسری طرف سے نہ
 جانے والی بات کی بھر مانا تھا کہ وہاں پر ہاتھ دھتے ہوئے اسے
 اطلاع دی۔ ”چوہدری اللہ صاحب خاقت کے لیے
 تشریف لائے ہیں سراسر“ اس اطلاع کو سن کر اس کے ماتھے پر
 ناگہری کی شیشیں گھٹکی گئیں۔ اس میں سے خفا سے ہمیشہ
 طبیعت کے سراسر گورہ تھا لیکن میری ملازمت تھا۔ خفا سے
 انھیں پر بھی وہ شاد نواز کی کوئی پر توجہ کے لیے آئی تھا۔
 وہاں بھی اسے دیکھتے رہے کہ باہر نکال دینے کی خواہش تو وہ
 میں رکھتے ہوئے اسے برداشت کر رہا تھا اور اب بکھر دین
 کے خفا کو گورہ کرنے کے لیے اس کے خیر میں موجود تھا۔
 ”ہوا... دیکھتے ہیں کہ کس مسئلے میں چوہدری صاحب
 ہزاری یاد آتی ہے۔“ عبداللہ ان کی خود پر کی سوالیہ نظروں کے
 جواب میں پھر اس نے ملاقات کے لیے رضامندی دے
 دی وہی کر رہے تھے اسے سال خیر تھا کہ وہ رضامندی تو
 پر ہوا بھر کرتے ہوئے عینک کو نظر دے رہا ہے۔ بہرحال
 چوہدری کے اندر آئے تک وہ خود کو پہن کر کے چلتے تھے
 تاثرات کو بات مانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔
 ”نپا حال چل ہے“ اسے سی صاحب آتا ہے کل کی
 دیکھتی ہوئی ہے۔ یہ تو غلط بات ہے جب آپ کی غیر
 موجودگی میں ہوا دوسرے ملک کا انتظام کیسے میں سہ
 اب تو آپ ہی یہاں کے کر رہے ہیں۔ زیادہ لوگوں کے
 بے یہاں سے دور رہا کر رہا آپ کے پیچھے کوئی گورہ ہوئی
 تو ان دیکھو؟“
 ”مجھے خود بھی اپنی ذمے داری کا احساس ہے چوہدری
 صاحب لیکن آپ سے جہاز کو کچھ ہوئی کہ کچھ دنوں میں
 کہ نہ کرنا کسوس میں رہا۔ میں ان کو باکس سے صحت کر رہا
 دیکھتے میں ہوا وقت لگ گیا۔ آپ سنا میں آپ کی طرف آ
 سب ایک نوک ہے؟“ اس نے آپ کے بھی کچھ دنوں زیادہ

گاہک سے باہر رہے ہیں؟“
 ”چوہدری کی فلمیں بکھڑے کے جواب میں اس نے
 اشاروں میں اشاروں میں اسے بتا دیا کہ وہ جانتا ہے کہ بہت
 سارے ٹیکسوں کی اسے داری چوہدری پر ہوا کہ ہوئی ہے کہ
 چوہدری ڈھینڈہ تھا۔ اس کے جانے کا برائے بغیر
 منکرات ہوئے ہوں۔“ ”نڈ کا کر رہا ہے کہ میری طرف
 سب کچھ ایک نوک کی ہے۔ جو میں ہے، اسے بھی میں
 ایک کر رہا ہوں۔ اس وقت تو میں آپ کے پاس دو خوش
 خبریوں کے ساتھ حاضر ہوا ہوں۔ امید ہے آپ میں کر
 خوش ہوں گے۔“
 ”میں خوش خبریوں؟“ ”دو ذرا سا چنگ۔“ چوہدری اللہ
 جیسے عینک کی طرف سے نئے والی کوئی خبر کچھ خوش خبری کی
 ہوئی اس بات پر عینک کرنا تھوڑا مشکل ہی تھا۔
 ”میرے لیے تو بھی دونوں ہی خوش خبریاں بہت اہم
 ہیں لیکن پہلے میں آپ کو خبر دتا ہوں میں نے کر آپ عینک
 کر رہی کے کہ ہم نے آپ کا ایک اہم مسئلہ حل کر دیا اور ہمیں
 بھی اپنے مطالعے کی آگئی خبر ہے۔ ابھی آپ کو“ ”سہی
 طرح جواب دینے کے لیے اس نے عینک دیکھ کر شہرہ
 کے جس کو بکھڑا کرنے کی کوشش کی لیکن اس نے اپنے پیچھے
 اپنا کوئی تاثر نہ دیا جس سے چوہدری کو اس کی دیکھنی کا
 اندازہ ہو سکے۔ اس کے اس سے زیادہ اندازہ پر وہ تھوڑا سا
 جہاز تو بکھڑا لیکن اپنی بات جانی دیتے ہوئے ہوا۔
 ”نہ تھا کہ اسپتال کے لیے لینڈ کی ڈاکٹر کا بندہ دست
 نہیں ہو رہا۔ ہم نے سوچا ہم یہ مسئلہ حل کر دیتے ہیں، آخر کو
 یہ ہمارے مطالعے کا ہی مسئلہ ہے۔ آپ چاروں کی فوٹری
 میں یہاں کے مسائل حل کرنے کے لیے آئے لیکن رہے
 ہیں تو ہم تو خیر یہاں کے جہاز بھی گھرانوں میں سے
 ہیں۔“ ”دو بیٹیاں ساری تھیں اسے اسپتال دلانے کے لیے
 کر رہا تھا لیکن کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔ شہرہ کو اندازہ تھا
 کہ ہوا تو کہ ایک بار بکھڑا ہوا سے لگ جاتے پر وہ کتنا عمل
 ہوا ہے اور اب اس تھلاہٹ کے انکھار میں خود کو اس کے
 مطالعے میں زیادہ اختیار اور عزت وادبیت کرنے کے لیے
 انکا بائیں کر رہا ہے۔ دو کمال خیل سے کام لیتا ہوں اس کی
 ساری سوانہ لیاں مستعار۔“
 ”ہم نے آپ کے اسپتال کے لیے ایک قاض لینڈ
 ڈاکٹر کا انتظام کر دیا ہے۔ لینڈ ڈاکٹر کی رہائش کا انتظام اور
 تھوڑا بھر سب ہمارے سے ہو گا۔“
 ”یہ تو آپ نے بہت زیادہ محنت کی چوہدری

صاحب! رہائش اور تھوڑا کا انتظام تو سوتی والا صاحب کی
 چاند سے کا کر دوسرے کے ذریعے بھی ہو سکتا تھا... آخر
 اپنی کی تعمیر بھی تو ہی درست کے ذریعے ہو رہی ہے۔“
 چوہدری کے اس قدر جاننے پر اس سے برداشت نہیں ہو تو
 خود بھی بہت شیعے سے اسے بتا دیا کہ جہاں اسے بوس
 ہوئے اخراجات اس کے تھون کے بغیر ہوں گے جہاں وہاں
 یہ کام بھی ہو سکتا ہے۔
 ”تھک کی بات ہے جہاں اس بھانے کچھ تو اب
 ہم بھی نکالیں گے۔ ساری ٹیکس آپ کے جسے میں ہی بھی
 چاہیں یہ تو ہم سے برداشت نہیں ہو گا۔ کچھ نہ کچھ ہر تو ہوا
 بھی ہونا چاہیے اس کا رٹا اب میں۔“ اس کا جانا عینک کر
 کے وہ تھوڑی سا صحت میری طاقت کی کامیاب کر سکتے تھے۔
 ”میں جس میں آپ کی خوشی۔ اگر آپ بھی کتنا ہی
 چاہتے ہیں تو مجھے بھلا کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اب میرا ہی کر
 کے اور اچلی سے دوسری خوش خبری بھی سنا دیں۔ آپ کو
 علم ہی ہے کہ میں کتنے دنوں بعد آج وہاں آ جاؤں۔ مجھے کی
 سہلات پر توجہ دینی ہے۔“ ”میری پر نظر ڈالنے ہوئے اس
 سے ملاقات کو نظر کرنے کی کوشش کی۔
 ”دوسری خوش خبری دہلی لوہیت کی ہے لیکن آپ کو
 چنانچہ خوشی ہو گی کہ آپ کے دوست چوہدری بکھڑا اور
 ہار سے زمین میں بیٹھے داری قائم ہو رہی ہے۔ بہا بچہ بڑی
 شادی چوہدری خیر کی لیکن سے کر رہے ہیں۔“
 چوہدری کی دیکھنی ساری مطالعہ اور بچہ لکھ دینے والی تھی۔
 اسے علم تھا کہ چوہدری بکھڑا کی انکھار کا بچہ لکھ اور بچہ لکھ
 قربان میں دیکھنی رہتی ہے۔ خود چوہدری اللہ اور چوہدری
 بکھڑا کے درمیان تعلقات کی نوعیت بھی زیادہ ابھی نہیں
 تھی... لیکن ایک وقت تو ایسا بھی آیا تھا جب چوہدری بکھڑا
 نے مدایت سے انکھار کرنے کی کوشش کرتے ہوئے
 چوہدری اللہ کے دادا کے عرس کے سوتے پر سونے کے
 تاروں والی چادر چڑھانے سے اللہ کو دیا تھا لیکن بھو میں
 اسے پالی کے سیکے کی وجہ سے چوہدری اللہ کے سامنے کھٹے
 گئے پڑے تھے۔ ان حالات میں یہ شیعے داری قائم ہونا کچھ
 انوکھی بات تھی۔ فریڈ کی پندرہ والا سوانہ تو بچے اس لیے
 نظر انداز کیا ہو سکتا تھا کہ جس شخص کو وہ پسند کرتی تھی، اس کی
 شیشی سے اس کے بڑی کے تعلقات سے حد خراب تھی۔ بھر
 فریکس کی پندرہ پندرہ کو ایک تک کی شری گھرانوں میں بھی
 بہت زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی تو اسے یہ طریقہ بھی گاؤں
 کی پندرہ لوگ کی پندرہ گون پندرہ؟ لیکن ”دو کمال

چودھریوں کے درمیان و شیعہ داری حریت انگریزی۔ خصوصاً
اس لیے بھی کہ راجدھری تلخیز و حیثیت کے اعتبار سے چودھری
الکڑ سے بہت کمتر تھا۔

"تو راتوں کی گلی خیر ہے آپ کو مارا گیا ہو۔ میرے طبع میں نہیں تھا کہ آپ کے صاحب زادے امریکا سے شہر لٹا لائے ہوئے ہیں۔ نہ چھاپے، مجھے سن سے ملاقات کا موقع نہ ملے گا۔" اپنی حیرت کا اظہار کرنے کے بجائے اس نے چوہری کو مارا گیا یاد دلائی۔

"خیر یہ رنگ ابلیس آپ کا یہ اعزاز ملا ہے کہ چوہری
 مرزا یہاں آیا ہوا ہے۔ دو تو اس کا میں ہی ہے اور بہت
 مصروف ہے۔ پھر شادی بھی ہو گئی انکی ہندی میں رہی ہے کہ اس
 کا بیٹھا کھنٹی میں۔ رات کو کی کی وجہ سے زیادہ لوگوں کو
 دعوت بھی نہیں دی گئی ہے۔ مگر اس پاس کے ہی خاص خاص
 لوگ ہیں جن کو دعوت دے دیے ہیں۔ آپ کا دعوت نامہ
 میں بہ جو خاص خاص نے کر آپ کی دعوت میں حاضر ہوا
 ہوں۔" چوہری نے دعوت نامہ اس کے سامنے دکھا تو اس
 نے بے ساختہ ہی اسے اٹھ کر لیا۔ دعوت نامے پر دہلی کا
 نام چوہری بہادر علی محمد تھا۔ وہی بہادر علی محمد تھا جسے
 اس نے چوہری کی عیال میں ایک ایک بار مل کر کے کی
 حیثیت سے دیکھا تھا۔ ایک ایک بار مل کر کے دہلی کے عہد پر
 اس ایک بار مل کر کے کہہ دیا تھا اس کے لیے ایک شہرہ آفاق
 جھگڑا تھا۔ ساتھ ہی اسے یہ بھی یقین آ گیا کہ چوہری
 انکار سے کسی بھی وقت کوئی بھی غیر معمولی اور غیر انسانی
 کارنامہ سر انجام دے جانے کی امید رکھتا جا سکتا ہے۔ جس
 شخص میں انسانیت نہ ہو، بلا اس سے انسانیت کے احترام
 کی امید رکھنی بھی کیسے جا سکتی ہے؟ چوہری کے اندر وہ بھی
 انسانیت بولی تو آج، آج، آج وہ تو یہاں وہ بد میں ہوتی؟ اور
 جوں سادہ رنگ کو کھرا لے جانے سے کیوں جانتا؟ اس سے
 دہلی میں شہر یا تھوڑی دیر کے لیے وہ میں جانتا کہ مگر
 رک کر آیا تھا۔ وہاں اسے وہی کو کھڑے قہقہے کی اطلاع
 سننے کو ملتی تھی اور اس اطلاع کو سننے کے بعد یہ اعزاز ملا، مشکل
 نہیں تھا کہ اس سے خوف نہ لگتا کی موت کا ذرے وار کو ہر
 سکتا ہے؟ رشتہ کو کھڑے ایک ایسا کردار تھا جو پولیس کے ہاتھ
 آجاتا تو چوہری کے خلاف ایک مقدمہ کو گواہ ثابت ہو سکتا
 تھا۔ تاہم یہ یہ بات چوہری بھی سمجھتا تھا اس لیے اس نے
 خود کو بچانے کے لیے اس کا کام تمام کر دیا۔ موت کو
 بات یہ بھی کہ وہ لوگ یہ سارے خطرات جانتے تھے جس کو
 ان کی موت نہ ہونے کے باعث چوہری برا تھا اٹلے سے

مسعود تھے اور وہ ان کی بے لوثی کا ثناء دیکھتا اپنے ملازم
سے یہ چاہی کہ کہنے کے لیے ان کوئی سے مقرر ہو۔ چنانچہ چوہدری
ہزارہ کی شادی کے وقت اسے کی صورت اس کے فکر کا یہ
اور منظم اس وقت اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ حیران تھا کہ
ان کا وہ ثناء دیکھ کے اس کا خاندان کس طرح چوہدری جتوہ رہا
ان کی غصہ نہ دیکھنے والا ہو کہ اگر شمالی ہوا

☆ ☆ ☆

”ایسا کرمانی، میرے یہ کپڑے استری کرو۔“ میں جاہر جاکے ساتھ شرمیلی تھی، تب انہوں نے زبردستی مجھے یہ جوتا دلایا تھا کہ تجھ پر بہت اچھا لگے گا۔۔۔ پر حسبِ سیراجی ہی نہیں، چاہا تھا ایسا شرمِ رنگ پہننے کہ اسے عرصے سے اپنے ہی این پتھو کا ہے یہ جوتا، پر آج میری سہا سے پہننے کو۔ بس تو جلدی ہے اسے! ابھی طرح استری کر اسے۔“ اندر کی سے سرخ رنگ کا سوئچوں کے کام والا ٹیکہ ریڈی سینڈ سوٹ پہنا کر دینی کے ہاتھ میں شمالی کٹھن کی آڑا میں جی ٹیکٹ تھی۔ رانی نے اس کا ہاتھ بڑا جوتا ہاتھ میں تو نے نہ لیکن اپنی جگہ مذہب نہ لکڑی رہی۔

[illegible]

خدا عز و جل فرماتا ہے کہ جو لوگ میری آیات کو انکار کرتے ہیں، میں ان کو سزا دوں گا۔ (سورہ اعراف: ۱۷۸)

سوچتی ہوں کہ اب جان کی پی جاے تو کوئی بات نہیں ہے۔
 ہر گھنٹہ گھنٹہ کر جیسے سے ایک بار ہی مر جاتا ہے۔
 ہے مگر رتے وقت ہے کہیں تو ہو کر اپنی مرضی اور خوشی سے
 نکلی جاویں چند سال نہیں لینے کوں نہیں۔" گھنٹے نے اسے

طرز بتایا تھا کہ آپ سوت کی کھٹی پرواہ نہیں کریں گی۔
 "مگر کھٹی پانی کی بھری بوتل کو کھٹا آپ کو کھڑوہ دینے
 کی پرواہ نہیں کی ہو سکتی کہ آج آپ شادی میں جاتے ہیں۔
 آج کو تو اسے جو چھری صاحبہ کی جو کھٹی میں ہیں۔ ان کے
 ہوتے سارے ہو کر جا کر کڑوہ ہی بنیاد رہتے ہیں۔ ہمارا نکلتا
 شکل ہو جائے گا۔" وہ متھوہ بھر اسے سمجھانے کی کوشش
 کر رہی تھی۔

”آج تو رگ دانی آج میں اپنی خواہش پر نہیں آنے کے علاوے پر جا رہی ہوں۔ آج تو میں بار بار ہوا ہے کہ انہوں نے خود مجھے بلایا ہے، ورنہ اب سے پیسے ایسا نہ ہی دھڑک کر ان سے لئے جاتی تھی۔ اب انہوں نے غایب ہو کر کہے انکار کر دیں؟ آج تو میں رگ ہی نہیں کھاتی۔ آج تو مجھے ہر حال میں جانا ہے۔“

”لیجئے یہ قرآن: مومن! آپ کی مرضی۔“ اس کے ارادے کی مضبوطی اور کھٹے ہوئے ذائقہ غرضی نے ہر مان لے لیا۔

”جی اچھا لپٹی!“ اس نے تابعی زندگی سے جواب دیا۔
 ”جی ہاں، ہر مرد ہی تھا۔“

یوں انعام چنانہ ہو رہی ہے؟ اس سے پہلے ہی کہہ چکے ہیں ہم۔ تب کسی کو خبر ہوئی کہ خواب ہو چکا ہے؟ کبھی ہمارے گھر آج بھی خوش و خرم تھے۔ خیر، دانا کا کہنا ہے کہ وہ اس کاں خبر نہیں ہوئی اور ہم دانا کی بھی آواز نہ سنے۔ دانا ہوئی تاحیر ہے اس کا کہنا نہ دیکھ کر کھوٹے نے اسے سنی دینے کی کوشش کرتے ہوئے کیا کیا۔

”کی بی بی! ادا ہے اس کا مسک نہیں۔ یہ مجھے نہ
سے پہلے جا کر اگر سے ملنا ہوگا تاکہ وہ تیار رہے اور
پاکیزہ نہ ہوگی اور آخر کرنے کا ہذا دست کروے۔ آپ کو
معلوم ہی ہے کہ ادا اس کی بی بی دیکھ ہمال کے لیے چلے
ہوا ہے۔ آپ وہاں جائیں اور وہاں ہذا دیکھ لیں
میں ہوں۔“ اس نے فوراً ٹھیک جواب دیا۔

میں کوئی نہ تھا۔ اس کے کون سے بڑے بڑے
 "لکچر" ہے اور اس کے سارے کاغذ نے میری طرف
 سے رات تک تیری پہنچ گئی ہے۔ مطلب کے بعد نوٹ
 آجائے۔" مشورہ ہے اسے اجازت دینی۔ جب سے اس نے
 ہوم آف آفاز میں مقارنہ سہ پہر کے بعد حویلی آنے کی کوشش
 کی تھی۔ اس نے اپنی سفارش ہے اسے اس طرح میں ہوم میں
 کرنے کی اجازت دلائی تھی۔ وہاں سے کارخانہ کو روانہ

آئی اور پھر باقی کا وقت وہیں گزارا۔ اسے گھر اس کا دل
میں ایک آدمہ کھینے کے لیے ہی چاہا، وہاں تھا لیکن یہ معمول
اسے اس لیے زیادہ گراں گذر رہا کہ جو بھی اس کی حیثیت
کشور کی خاص غلامی نہ کی، جو بھی اس کی اور مشہور کا سلوک اس
کے ساتھ بہت اچھا تھا۔ اس وقت بھی وہ اپنے تمام تر
اندیشوں اور دوسروں کے باوجود کشور کے امکانات کی بے دریغ
کرنے کے لیے راضی ہو گئی۔ اگر کوئی دلت کے گھر چلا جیے
اس کو کچھ چھوٹی نیلی تو لے جانے کے لیے راضی کرنے کا
مرد ہمیشہ سب سے دشوار دیت ہوتا تھا لیکن وہ اب کھانا پانی محبت
کے واسطے اسے اور اور کوشش کی ہو گئی تھی، دلت کے دروازے
تیار کر دی تھی۔ آج بھی اس نے ایسا ہی کیا۔ صبح ہم
مغرب کے بعد اس کی حوٹلی میں اس کی بیوی کو سب کچھ بیٹ
ہونے کی خوش خبری ساتھ گئی۔ رات گہری ہونے کے بعد
سب کے اپنے کمروں میں چلے جانے تک کا وقت کشور نے
بڑی بے چنگی سے گزارا۔ صبح معمولی صبح رات سب کو ان
کے کمروں میں دودھ کے گلاس پہنچانے کی ضرورت پڑا کہ ان کے
کے چہرہ پر تھی۔ ایک سردی اور ٹھنڈی لگنا، دوسرے
اس کی دلی سے خود کو ستوانے کے لیے کی گئی چھو جھڑ... محل
مرد پر تیار ہونے کے بعد وہ اپنے کے سامنے کھڑی ہوئی تو
خود اس کی اپنی نظریں بھی اسے سر اسے نظیر نہ تھیں۔ دلی
اپنے کام سے توجہ دے ہونے کے بعد وہ اس کی تو اس نے بھی
برائیاں کی طرف کی۔ مگر وہ دونوں کچھ دیر بعد یہ طریقہ ان کے
چینے کے بعد کہ سب لوگ شہر آکر دودھ کی کڑی گھری بندھ سو چکے
ہیں اور رات کے لیے تیار ہو گئے۔ کشور کی سمیٹ اور نیچے
کا پرچہ پر اس انداز سے گاؤں بھیجے کہ ان پر چار پانچ بھلا
دلی تھیں جیسے وہ اور دلی دونوں سو رہی ہوں۔ دلی نے
بندوبست پر تھا کہ دلی کے کتوں کے علاوہ بھی اور شاد بھی
غریب اور گویاں ملا دودھ دلی تھیں۔ اس لیے رات میں انہیں
کسی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ وہ بے فکر سو چکی وہ دونوں
حوٹلی کے کچھلے حصے میں بیٹھ گئیں۔ جہاں بھی وہ اپنا سر ایک
دروازہ تھا جو حوٹلی کے کچھلے حصے سے کھل جاتا تھا۔ دلی کی
تہہ پر ان میں کھڑا تھا۔ اس دروازے پر ہر وقت ۳۵ چار ہوتا
تھا۔ کبھی کوئی دلی کی خواہش اپنے بزرگوں کی قبروں پر فاتحہ
چڑھنے قبرستان جاسی تو تب یہ ٹالا کھلا ۳۵۔ دلی نے ایک دن
چاہا کہ وہ کھیر کے پاس ہوئی تھیں۔ دلی نے ایک دن
دو شادی سے کام لینے ہوئے چاہا جس کے کچھ سے اس
دروازے کے آگے کی چالی اڑا لی تھی اور پھر ایک کھیر کے
کے بعد وہ اس کچھ میں پہچا دی تھی۔ اب قبرستان کی طرف

کھینچے والا بھی دروازہ کھینچ کر درخت کے لیے استعمال ہو رہا تھا۔ آج بھی وہ دونوں اسی دروازے سے گزر کر قبرستان میں پہنچیں اور رات کے پہلواک خانے کے اور قبرستان کی خصوصیت وحشت کی پرانے کے غیر قبروں کے درمیان سے گزرنے کے لیے تھیں۔ عام حالات میں کوئی کوئی قبیلہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ رات کے اس پھر کسی قبرستان سے گزرنے کی محبت کی شہید مرسوی نے محض دو ہر خوف سے آزاد کر دیا تھا۔ رات کی وقار کوئی بھانسنے کے لیے اس کا ساتھ دیتی تھی۔ اس وقت بھی ایک ہاتھ میں چارچق تھے وہ بڑی مستعدی سے اس کے ساتھ ساتھ چلی رہی تھی۔ ہر ایک کو مستش جڑے رکھنے کے لیے وہ دو تھوڑے سے بڑی لکڑی کے لیے روشن کرتی تھی تاکہ آگے کا راستہ واضح ہو جائے۔ مستقل روشنی کیے رکھنے میں کسی کے حوصلہ ہو جانے کا خطرہ تھا، چنانچہ وہ چادر میں اپنے اپنے وجود چھپے استعمال کرنے کے لیے خیریت تو یہ کہ میں نے قبرستان کو دیکھا اور اس مقام پر پہنچ کر جہاں آگیا تھے سمیت ان کا خطرہ تھا کہ وہ کوئی کدھر کر اس نے سلام کیا جس کا اس نے سر کی جنبش سے محض اشارے میں جواب دیا اور تاتے میں حواہ ہو گئی۔ رات کی بھی اس کے ساتھ ہی تھی۔ ان دونوں کے ساتھ ہونے ہی آگے تاتے کا حرکت دے دی۔ تار یک اور نشان دہاں سے گزرتا تھا طے شدہ منزل کی طرف دروازہ ہو گیا۔ سزا کا طویل نہیں تھا جتنا خوف اور اندیشوں میں گھرے ہونے کے باعث محسوس ہوا لیکن یہ احساس صرف آگاہ رانی کے لیے تھا۔ شہید ہر خوف سے آزاد آنے والے تھیں کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ آفتاب سے ہاتھ کر نہ مٹا اور اسے دیکھ اس کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی تھی۔ اپنی خوشی جس کے سامنے زندگی کی اپنی حیثیت بھی گھٹ جاتی تھی۔ جس کی نہ طرز زندگی قربان کر دیا بھی مہنگا سودا نہیں تھا اور کھلی پار کی طاقات نے تو اس کے انگ انگ میں نشہ سما بیٹھ دیا تھا۔ اس نشے کا سرور وہ اب تک اپنے اندر محسوس کرتی تھی اور اس وقت بھی ایک سرور کی کیفیت میں ہی اپنے محبوب سے ملنے جا رہی تھی۔ چنانچہ اسے خبر بھی نہ ہو کہ کہ راستہ کیسے اور سب ملے ہوئے دو رانی کی آواز ہو چکی تھی اسے منزل پر پہنچ جانے کی اطلاع دے رہی تھی۔ اس اطلاع پر وہ چمک کر رہ گئی۔ اسے پہلے اتاری۔ اس طرحی ہم کے دروازے پر آگیا جس کا مطلب تھا کہ آج آفتاب ان سے پہلے نکلی چکا ہے۔ رانی نے آگے بڑھ کر ہونے سے دروازے پر دستک دی۔ فوراً ہی دروازہ کھل گیا اور آفتاب کا چہرہ نظر آیا۔ اسے سامنے پار کر کے لاٹھک احمد داخل ہو گئی۔ اس کے اندر داخل ہوتے ہی

[illegible]

”ممنون... تمہیں۔“ وہ ہانڈے کی سلاخی کی طرف اس کے ہاتھ پکڑنے سے ٹک رہی تھی۔
 اور یوں خوف زدہ فکروں سے وہ ہانڈے کی طرف دیکھنے کی جیسے دوسری طرف سوت کا فرشہ جھٹک کر آیا۔

”دردِ اذیت کو کھولیں اور اگر یہاں سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ ہے تو آپ چلے گئے یہاں سے باہر نکل جائیں۔“

آفتاب کا بازو اچڑے چلے گئے عیسیٰ نے سر ہلاتے ہوئے اسے مشورہ دیا۔ آفتاب نے اس مشورہ سے ہرچمک کر اس کی طرف دیکھ۔ آنکھوں میں ناشی، دھشت، غولہ سے قمر قرین کا چہرہ بدلتا، دھشت زدہ ہو کر بے ترس و حیرت کان کا پڑا ہوا بیٹے کا چہرہ دیکھ رہا۔ ہر برائے کو بھی دوسری طرح کی کڑی سے سی آنے والے طوفان کی آہستہ سی پہچان ہو جاتی ہے۔ اسے یہاں سے بھاگ نکلنے کا مشورہ دے رہی تھی اور اسے طوفان سے بچ کر خدا اس کا سامنا کرنے کے لیے تیار تھی۔ اس اچھا اور خیرینا یاد رکھو! کوئی ایسا نامی و یا جاننا ممکن تھا۔ محبت!

حکومت و مملکت کی شکر۔ پہلا کی تلاش میں سرگرداں
ماہ بگو کی دلنہاں حیات کے وطن اکمل ماہ تر ہے

وقت کو بھر سائیہ آفتاب ایک تک اپنے قریب
 کڑی اس بڑی کو دیکھ رہا تھا جو اس پرانی جان تک لادینے
 کے لیے تیار تھی۔ وہ بیٹھ اس لڑکی کی شدتوں سے بڑا آفتاب
 نہیں اور اس سے کہنا تھا۔ "جیسا کہ تم نے کہا اس بات کا
 حتمی اندازہ وقت کے ان ہزاروں گھنٹوں میں ہی ہو سکا۔ کسی
 اپنی جان کا اندازہ اس شخص کا اندازہ جو جیت میں اس حد تک
 لے لے اس سے پتا چلا کہ اس کو کون سا ملک ہے؟ وہ اس اصول
 کوئی کے قریب کھڑا ہر موجودہ لوگوں سے ناقص ہو چکا تھا۔
 اور وہ اسے ہر ایک پر ہر ملک کی تو وہ ہر ملک کا۔ ملک بہت
 زار سے نہیں دیکھتی تھی لیکن رات کے سامنے میں زوردار
 محسوس ہو رہی تھی۔

"پلیز آفتاب! میں آپ سے کہہ رہی ہوں نہ آپ
 کسی طرح یہاں سے نکل جائیں۔" ہر زبان داخل زور
 کشور نے اس کا بازو چھوڑتے ہوئے سرگوشی میں اس سے
 احتجاج کی گھر اس نے اپنی جگہ سے ہٹنے کی بجائے اپنے بازو پر
 موجود اس کے ہاتھ کو ہٹانے سے بچا اور اندازہ کے کسی طرف
 نہ کرتے ہوئے قدرے ہٹا کر اس میں ڈالا۔

"پانچ منٹ انتظار کرو شیب! میں بی بی کو ساری
 صورت حال سمجھ دوں پھر تم لوگوں کو اندازہ ملے گا۔
 پریشان مت ہو، باہر کوئی دشمن نہیں بلکہ میرے دوست ہیں
 اور میرے ہاتھ پر ہی یہاں آئے ہیں۔" ابھی ابھی ٹھکراؤ
 سے اپنی طرف دیکھتی کشور کو اس نے نکل دی اور اس کا ہاتھ
 تھام کر فرش پر بھی اسی کی طرف لے جاتے ہوئے بولا۔
 "اور چل کر تھیں میں آپ کسب کچھ سمجھا ہوں۔"

اس نے خاموشی سے یہ بات مان لی مگر اس کی سواہ
 نظریں مسلسل آفتاب کے پیروں سے چمک رہی تھیں۔

"آپ جیتنے حیران ہو رہی ہیں کہ یہ سب کیا ہے؟"
 اس کی نظروں کا سوال پڑھتے ہوئے آفتاب نے ہلکا سا آواز
 کہا۔ "اوہ! کسی قسم کا تو کھیل تھا یہی پھر ہر چیز والی کیفیت
 میں اس کی طرف دیکھتی رہی۔ چند گھنٹوں میں وہ جس کیفیت
 سے ڈر رہی تھی، اس کے بعد دوسری کیفیت اور عجب صورت
 حال سمجھنے میں۔ یہ کافی دشواری تھی آری تھی۔ اور وہ اس پر
 دھک کی آواز میں گھر اس پر تھی قیامت کر رہی تھی، یہ تو وہ خود
 ہی جانتی تھی۔ اسے لگا کہ کوئی اس کے سر سے ہاتھ نہ لگے گا۔
 یہ لے لے رہی تھی۔ وہ اسی کی کوشش کر رہی تھی۔ کوئی اس کا
 تاقب کر رہا تھا یہاں پہنچے۔ اسی جلدی اپنی محبت کے
 چمک جانے کے خوف نے اس کے وجود سے ساری توانائیوں
 بچھڑی تھیں اور وہ ابھی تک اس خوف کے زہر پر ڈوب رہی تھی۔

دوسرے کا تب دیکھی۔
 "میں سنا چاہتا ہوں کہ میری بہن سے آپ کو تکلیف
 پہنچی ہو۔" آفتاب نے اس کی حالت کو بھانپتے ہوئے
 مددگار کی۔

"خدا! مجھے متاثر نہ کرنا۔" اسے آفتاب کا
 سنا تھا کہ ہرگز بھی گوارا نہ ہو سکا اس لیے خود پر قابو پاتے
 ہوئے فوراً ہی اسے ٹھیک۔

"اسل میں بات یہ کہ ایک قسم کی جہالت تھی ہاں تو اس میں
 کرنے کے بجائے زور دینا کہہ رہا تھا۔ آپ پر اصرار تھا کہ آپ
 میری بات سامنے سے نہ لیں کہیں کہیں کی اس لیے باقی کے
 انتظامات پہلے ہی کر دیے تھے۔ اس لیے اس کا حکم ملے ہوگی۔
 آپ میرے اندازہ کے برخلاف تھوڑے فاصلے سے جہاں
 پہنچیں وہ نہ یہ صورت حال پیش ہی نہیں آتی۔" وہ تھکے
 ہاتھ سے لے لیں اس تھکے سے کشور کے لیے اصل سانس تک
 پہنچا لیکن نہیں تھا۔

"آئی آئی حوصلہ میں ہی موجود تھا جس نے ہم بہت
 سی احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے بعد یہاں تک آنے کی راہ
 نکال رکھی۔ احتیاط کا وجہ یہ ہی دور میں زیادہ ہو گئی۔" خود
 لیکن میں ہونے کے باوجود اس نے فوراً اپنے ہاتھ سے
 آنے کی وضاحت پیش کی۔

"میں کچھ سمجھ رہی ہوں کہ آپ کو یہاں تک آنے کے لیے
 تھی دشواریوں سے گزرنا پڑا ہو گا۔ یہی ہے ہمیشہ آپ کو رہنا
 رہا لیکن آج کی طاقت ہے کہ ضروری تھی اس لیے میں نے
 آپ کو کھڑے میں والا بھی گوارا کرنا۔"

"اسکی کیا بات ہے آفتاب! آپ مجھے بتاتے ہیں
 نہیں؟" اس بار وہ اپنے ہاتھوں پر سوال آنے سے متراکب
 تھی۔ کچھ دیر سے وہ اپنے خوف کی گرفت سے آزاد ہونے کے
 بعد وہ اس کے روئے سے ابھرنے میں پڑ گئی۔ جتنا آفتاب
 نے ایک گہرا سانس لیا اور کہنے لگا۔

"ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، اس امر میں
 کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی ہے۔ اور یہ بات بھی
 اپنی جگہ حقیقت ہے کہ وہ چاہتے والوں کو ایک دوسرے کی
 طلب بھی ہوتی ہے۔ ہاں یہی سچا مذاق میں جو کچھ ہوا۔
 اس محبت اور طلب کی کارستانی تھی۔ مجھے یہ سب میں کوئی۔
 نہیں کہ وہ میری زندگی کے سب سے خوب صورت شے
 تھے لیکن آپ سے جدا ہونے کے بعد ایک ایسا کج صورت
 سامنے آکر ہوا کہ میں اس صورت کی طرح جو یہ خودی میں
 پہنچے تھے اپنے بہت صورت میں اس کو دیکھ کر شرمندہ ہوا۔"

ہے۔" وہ کیا کہنا چاہ رہا تھا، اس کے لیے کچھ مشکل تھا۔
 وہ اس کی زندگی بھر کے لیے جس شہر سب سے بڑا
 شہر ہے تھا کہ لیکن آفتاب کی زندگی میں کوئی اور صورت تو
 نہیں۔ کوئی ایسا صورت نہ تھا جس کی ان کی زندگی میں نہ ہو اور
 وہ اس کا حق کشور پر نہ تھے کہ بعد شرمندہ ہو رہا۔

"محبت کے ساتھ طلب کا ہونا شہر نہیں اس طلب
 کے ساتھ قانونی اور شرعی دھتے میں بند ہے پھر یہ جانا تھا
 بڑا گناہ ہے کہ یہ محبت و محبت لکھنے کی حق دیکھیں رہی۔
 میں کہنے لگتی ہے اور مجھے اپنی محبت کے اس میں یہ واضح
 گوارا نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ محبت کے اس میں یہ اس
 رابطہ کو دھونے کے لیے ہم کھڑے کے بند میں بندہ
 جائیں۔ اگر آپ میری یہ بات سامنے کے لیے دیکھیں تو
 میں ابھی شیب اور اپنے دوسرے دوستوں کو اندازہ لگاتا
 ہوں کہ وہ آپ کے لیے جو کاروبار کھول رہے ہیں۔ میں آپ کو
 یہاں سے جانے سے روکوں گا لیکن اگر یہ بھی آپ کے
 بے خبری آگاہی نہیں۔" اس کے اندیشوں سے بے نیاز
 اپنی بات مکمل کرتے ہوئے اس نے آخر میں دو ٹوک لہجے میں
 اپنا فیصلہ سنایا۔ اس کی طرف سواہی ٹھکروں سے دیکھنے لگا۔ وہ
 خود بھی اسی کو دیکھ رہی تھی۔ فرق صرف اتنا کہ اس کی
 نظروں میں کوئی سوال نہیں بلکہ ہے اپنا عقیدت تھی۔ یہ
 حقیقت ابھرے دوسرے آئینوں کی اس کی آنکھوں سے
 پہلے تھی۔

"فیک بے آفتاب! آپ نے یہ بات کہہ کر مجھے کتنا
 متاثر کر دیا ہے۔ میں آپ کو کتنا شکر کرتی۔ میری ابھی محبت
 میں اتنی اہمیت نہیں تھی کہ میں آپ سے یہ کہہ رہی تھی۔ اب
 آپ نے کہا ہے تو اس میں ہر وہ کہ میں کی بڑی کوشش میں
 جھلکی۔ محبت کرنے والے ہر صورت کے درمیان اگر کھار
 کے دو ہوں نہ ہوں تو وہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی ہمیشہ بھی
 خوشی سے گزر رہے ہیں۔ آپ کا شکر ہے کہ آپ نے مجھے یہ
 بھی خوشی حتمیت کرنے کا سوا۔" مذکی بولی آواز میں اس
 نے آفتاب کے سامنے پہنچنے کی بات کا انکشاف کیا۔

"اوس کے آپ فیک سے چار۔ اور وہ کہنے جانے
 میں ان لوگوں کو اندازہ ہوتا ہے۔" اس کا ہر ہاتھ کشور
 کے ہاتھ ہوئے۔ انھوں کو اپنی ابھی کی پھر اس پر فتنے لیکن
 ہر کھڑے شیب اور دوسرے لوگوں کا خیال تھا۔ ہر وہ لوگ
 کھار جو حوالے کے ہتھ کھڑے تھے اور جن کا کھار ہوا تھا۔
 ایک ہند کر کے میں چاند کرات میں مصروف تھے تو یہ ابھی
 کا کسی صوبہ صورت حال تھی۔ چند کچھ کشور کا منہ پاتے ہی

فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کر دوڑنے کی طرف لگا۔ دو اور گھول
 گھر اس نے شیب، شہر سے آئے ہیں دوستوں اور کھار
 خوش کو اندازہ لگایا۔ کھار خواہ کر کھار کر کھار کھار کھار
 حال میں چھاپا جاتا ہے۔ اسے اپنے واسے آفتاب کے
 دوستوں نے پہلے ہی سوائے اس بات کے کہ لیکن گاؤں کے
 مالک چوہدری انور خان شاہ کی بیٹی ہے سب کا ہاتھ لگایا تھا۔
 لاہور کے رہنے والے ہیں کھار خواہ کر کھار کھار کھار کھار کھار
 چوہدری کے نام کا تھا۔ وہ نہ ہی نہ لیکن کی اہمیت نہ تھے
 سے لیکن۔ وہ فتنے اس کی کوشش میں یہاں آیا تھا۔ اسے
 آفتاب کے دوستوں نے دیکھی تھی اور کھار کی تمام لکھن کے
 حتمیت میں کی گئی زیادہ تھی۔ بعد میں کوئی مشکل پڑتی تھی تو
 اسے بھی کہنا تھا کہ مجھے کیا معلوم ہے کہ گاؤں کی رہنے والی
 ہے۔ میں تو ہاں میں رہتا ہوں اور میرے پاس تو کوئی سچ
 گواہان خود ہی کھار کے لیے آئے تھے۔ اس نے یہ جگہ
 کار کر دیا۔ میں کا ہر وہ بڑا بڑا افکار دیکھنے کے بجائے اس
 نے لیکن کوئی دلوں کی صورت میں بھول کر پھا۔ یہ بات
 خدہ ہے، وہ تو کوشش نہ تھی۔

آفتاب نے کشور کی سہولت سے بے رانی کو بھی اندر
 لے لیا تھا اور اب وہ طرف اور خوشی کی اپنی کیفیت میں اپنی
 باتیں کے کھار میں شریہ تھی۔ آفتاب کوئی کے مراحل
 نے ہونے کے بعد کھار خواہ سے کشور کا کوئی پھر شیب
 نے اپنے ساتھ لایا اور گھاتی کا وہ گھول کسب کا سہارا
 کر دیا۔

"بھائی! ابھی تو ہم نے آپ کوئی کی گھولی تو کچھ
 ہونے اس سنا ہی ہر زارہ کر لیا ہے لیکن یہ بات کان کھول کر
 سن میں کہ دیکھ کی دولت آپ کو کھول پر ایم ہے اور وہ آپ
 نے نہیں ضرور مطالعہ ہے۔ وقت کی طرف سے لیکن کوئی کھار
 نہیں۔ اگر آپ ہمیں اتنی ہی محبت و محبت دیکھ لیں کہ اس
 دولت میں ہمارا کوئی نتیجہ نہیں بھی ضرورت کے لیے وہ میں
 آپ کو بھی ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔" سولی کہاتے
 ہوئے آفتاب کے ایک دوست نے شروع لہجے میں بڑا
 راستہ اور گھٹ کی آواز میں بھی کشور سے مطالبہ کر تو اس کے
 ہاتھوں پر گلوب کی سہولت دہو گئی۔ اسے کتب کے
 دوست کا خود کو بھائی کہہ کر طلب کر رہا تھا۔ کھار
 کے دو ہاتھ اس کی اور آفتاب کی محبت کوئی مضبوط
 کیا تھا کہ وہ رشتہ بھی اس کی جیسو میں ہوا۔ لے رہے تھے
 کے دے میں وہ بھی سولی بھی نہیں کی کہ اسے کجی ل
 پائیں گے۔

جا کرہ لینے لگی۔ گرم بیہوشات، اس کے دوسری کی کتابیں، موسومہ
سرہ میں استہلال ہونے والے ٹوہفو کے علاوہ کچھ تفریحی
رسالہ وغیرہ بھی موجود تھے۔ اس نے بعد خیال سے اس
کی ضرورت کی تمام مشابہتیں تھیں اور ان کی الجاس اسے اس
سامان میں سے کسی کی تھیں لیکن بدھ کی پھر بھی دل کچھ
اوس سا ہو رہا۔ دل میں غرضی ہی تھی کہ کاش اس مارے
سامان کے بجائے وہ خود جس کی قیمت معلوم کرنے میں
تھیں نہ تا لیکن پھر وہ خود ہی اپنی اس غرض پر اپنے آپ
کو کمر بستہ کرنے لگا کہ اسے یہ شہر عادل جیسے اور بھی قیمت
والے تھیں کیا ضرورت پڑی گی کہ وہ اس جیسی معمولی لڑکی
سے ملے اس اور اور از گاہ کیا تھیں؟ اس نے اس قیمت کے
تے سے یہ سب چھوڑ دیں لیکن تو یہی اس کا بہت بڑا
سامان تھا۔

”مگر، میں نے ایسی قسم دی تھی کہ میں اس کی ہر بات سن کر ہنس کر رہ جاؤں۔“

☆☆☆

چڑھیاں ملے کر گئے، داہری منزل تک پہنچنے کا مقصد کچھ دور
 تھا۔ اس ٹوکے سے ملتا جلتا تھی کہ چھلک رات چوہری بھڑاد
 کی لہکن میں کر چوہری میں آئی تھی۔ چوہری کی غراتیں کہ یہ تو
 سلوم تھا کہ چوہری بھڑاد کی شادی کو دھڑ کے زبردست
 چوہری بھینچے رہی تھیں۔ سے ہو رہی ہے لیکن یہ رات کسی کے
 لئے نہیں پڑی تھی کہ چوہری بھینچنے والے اپنی لیکن کی شادی
 ایک ایسا ہونے کے سے کرنا جیسے حضور کر لیا۔ تاہم اور
 حضور نے خیر ظاہر کیا تھا کہ ہونے والی میں ضرور کوئی
 عیب تھا جب وہ یہ کہہ سکتی تھیں۔ وہی چوہری کے لہکن
 میں ٹوکی خود بھی چلی تھی۔ شادی کی ماں نے اس کا خیال تھا کہ
 چوہری بھینچنے والے چوہری بھینچنے کا مقصد تھا اور اس نے عرض
 حال کر اس کے سے کہہ لیکن کوئی چڑھا۔ عرض بر فرد نے
 وہ اپنے اپنے صورت میں شادی کے بارے میں کوئی نہ کوئی
 خیال آرائی ضرور کی تھی۔ حقیقت کا کسی کو علم نہیں تھا۔ یہاں
 تک کہ رات کے ساتھ بھی چوہری کی شادی کی صورت کو نہیں لے جایا
 گیا تھا۔ چوہری کے ساتھ اس کے چند خاص ملازمین، اس
 پاس کے دیہاتوں کے ایک دو زبردست اور چوہری بھڑاد کے
 اولیٰ کاموں کے سے تھے ملازم نے ہی رات میں شرکت
 کی تھی۔ اسی ملازم نے لیکن کو رخصت کر کے لے گئے کے بعد
 داہری منزل پر اس کے کر کے تک پہنچنے کو عرض بھی کیا
 تھا۔ جب تک چوہری بھڑاد کی رات نہیں تھی۔ اس کی اس
 نہیں تھی کہ خود سے چند بیڑوں کا قاصد لے کر کے اور یہی
 حوال تک چلا جاتا لیکن کشور کے جس نے اسے زیادہ خبر نہیں
 کرنے دیا اور وہی ہی کج چلے بھی جا رہے لوگ سوائے
 اس تھے اور یہی منزل پر جا پہنچے۔ اس وقت وہاں بھی شانا
 چلا رہا تھا۔ اس نے سب سے پہلے چوہری بھڑاد کے
 گھر کا رخ کیا۔ اور اداغند سے بڑھ کر تھا۔ اس نے بکا
 سارا دلاؤ تو وہ کھٹا چا گیا۔ اس نے کئے اور اسے سے
 اندر جھانک کر دیکھا تو اسے بھڑاد اپنے چنگ پر گہری خند میں
 دیکھا نظر آیا۔ بہتر پر اس کے ساتھ اس کا چھپتا ہو لوہی سورج
 تھا اور اس سے سے بھالو کی گردن میں اپنی بانٹیں ادا
 دلاؤ دلیا۔ سے ہے خچر۔ بچے تالین پر اس کی ملازمت میں
 بھی گہری خند ہو رہی تھی۔ کرے میں ابھی کا کوئی نہ وقت ان
 نہیں تھا اور نہ ہی اب کوئی اجڑا کھڑا تھا نہ کسی کو فوجی
 لیکن کے استقبال کا چاہتا۔ نہ کوئی حجاب تھی پورے پہلو
 چٹان کا جھرو۔ وہ بھی کوئی نہ وہاں سے ہونے لگی۔ چاہے
 لیکن کا سنا تھا کہ لیکن وہ لائی ہی نہیں تھی۔ جس کی ماری
 وہاں تک کہ رات کے وہاں ہونے کے انتظار میں جاتی

دی جی اور اس نے خود اپنے کمرے کی کھڑکی سے بڑی سی چادر میں بیٹھ کر اونچی چوٹی میں اترتے دیکھا تو لیکن وہ جس کی دیکھ کر حاکم کی جی ہاسٹہ کے کمرے میں موجود تھا۔ اب بھی سوچنا چاہتا تھا کہ وہ کمرے اور کمرے میں ہے۔ اس خیال کے اٹھان میں اتنے ہی دیر ہو چکی تھی کہ وہ کمرے کے دروازے کھول کر چلا آئے۔ کمرے میں صوفی خانہ تھے۔ اوپر ہی چوٹی پر چوٹی پر چوٹی کے استعمال میں تھیں اور ان کی اور ان کمرے کے استعمال کی قربت صرف ایک وقت آتی تھی جب عورتیں یہ یہ خواہش جہان ہوتے تھے۔ مگر اب یہ سالہ عرصہ کے سوچنے پر ہی نہ تھا۔

ہوتا تو ادنیٰ بڑے ایک بنی۔ اس ملائی کا یہ عزہ لے کر کوئی تہیہ
 اندھ نہیں کر سکتی تھی۔ آفتاب کو ہانے کے بعد اس نے دھب کی
 آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا تھا اسے وہاں جب کی چمک نظر آتی
 تھی۔ لیکن یہ لڑکی تو ایسا لگتے تھا کہ گھر سے نکلا ہو، کوئی مرد
 ہو۔ شہ اس کا یہ حال اس نے دیکھا تھا کہ اسے رات بھر جات کے
 طور پر چہرہ بڑا دکا ساتھ ساتھ ادھار دیکھتی طور پر یہ ساتھ کسی
 بھی ہوش مند لڑکی کے لیے کاپی توں نہیں ہو سکتا تھا۔ اس
 نے شدت سے شرم کی کہ اسے اپنے دل میں ہمدردی محسوس کی
 اور اس کے سر ہانے جیسے کچھ اپنے ہاتھ سے اس کے کمر سے
 ہونے والی سنوارتے ہوئے ہوئی۔
 "مجھے معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ زندگی بھر کی ہے۔
 ہزاروں کی صورتہ، علاقوں میں تھا، ملائی کو تمہارے ساتھ نہیں
 لے سکتی تھی کہ چاہے تھا۔"
 "تمہیں کب خبر کہ تمہارے باپ نے میرے ساتھ سکا
 یا آخر کیا ہے؟ اس طرح کا ہند ایک دن اسے کیا اس کے بارے
 خاندان کو چکا ہے؟ گ۔" نہایت غبی سے کہنے سے اس
 نے کٹھن کاٹھن ہنسا اور اپنی دست پر ہنسی۔
 "مصور مراد لپٹائی کا تو نہیں۔ تمہارے گھر والوں
 نے بھی تو جانتے ہو مجھے نہیں، ہزاروں سے چاہا ہے۔ تمہیں ہوا
 رہی ہے تو آئیں گی۔" اسے اپنے خاندان کو ہند دیکھا
 لگا تھا اس نے اسے ٹوک تھی۔
 "جانتے ہو مجھے نہیں، مجھ کی میں اپنی عزت جانے
 کے لیے انہیں یہ فیصلہ کرتا چلا۔ وہ میرے بھائی تو سخت
 ناپسند کرتے ہیں تمہارے ملائی کو۔ عام حالات میں تمہارے
 اس دھب بھائی کے بجائے اگر ولایت سے اگر کسی لانے
 والے بھائی کا پیغام بھی آتا تو میرے بھائی مداف ایجوکر
 دیتے، پر ابھی تو وہ مجھ کو دے گئے تھے۔"
 "او کیسے؟" مسکراتے جھرت سے پوچھا۔
 "میرے بھائی کی قربانی ان کی مجھ کی میں تھی۔" اس
 نے اداسی سے جواب دیا۔
 "میں تمہاری بات کا مطلب نہیں سمجھتی۔ تم اس طرح
 پہنچاؤں بھگوانے کے بجائے ذرا کھل کر تفصیل سے سب کچھ
 کہیں جانتی تھیں؟" وہ تھوڑا سا جھجھکی۔
 "پر میں جسیں کچھ بتاؤں گی کیوں؟ تم کون جانتی ہو
 میری؟" وہ ہنستے سے کہنے لگی۔
 "کتنے دن گئے کہ چھوڑ دو۔ اگر تم نہ ہو تو ہم ایک دوسرے
 کی سہیلیاں بن سکتے ہیں۔ کچھ میں بھی تمہاری طرح اس
 جرم میں غما ہیں اور تمہاری طرح میرے بھی بہت سے

حلقوں میں ہیں۔ میں نے اسے زندگی کی جتنی خوشیوں سے
 رکھنے کی کوشش کی جانتی رہی ہے۔ اس کی میں کاٹنے والے بغیر
 روزی۔ یہ ہائی تو وہ دیکھ رہا تھا۔ اسے پانچے والی خمروں سے
 دھکتی رہی پھر لڑکی۔
 "تم نہیں ہو تو میں تمہاری جگہ کاٹیں کر سکتی ہوں۔ اگر
 تمہارا کیا جھوٹ بھی لگا تو میرا کیا لگا ہے گا۔ میرا تو جھوٹ
 ہوتا تو وہ ہو چکا۔"
 مسکراتے اس کی بات کے جواب میں ہاتھ میں کیا،
 جس سخت نظروں سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔ "تو کار اس
 نے تیار شروع کیا۔
 "میں فریہ ہوں۔ خود پور کے چہرہ ہتھوڑی
 ہمواری اور لکھوئی نہیں۔ میں اپنے بھائی اور خیریت سے بہت لڑتی
 تھی۔ قربان ساتھ والے ہند میں تھی، جتنا کھنڈ شے زار کی
 کے بارہا دیکھ دیکھنے کی وجہ سے ہمارا آپس میں خفا بھی نہیں
 تھا۔ اقبال سے میں اور قربان ایک دوسرے پر ایک دوسرے سے
 نے تو فریبیک دوسرے کی محبت میں ہلا ہو گئے اور دشمنی کے
 راجہ آج بھی میں نہیں چھپ چھپ کر ملے گئے۔ قربان سے ہونے
 بھائی میں کو یہ کچھ بتا دیکھ تو وہ میرے پیچھے چلا گیا اور قربان کو
 مجھ کرنے لگا کہ وہ مجھ سے بات تو نہ لے۔ قربان نے دیکھا تو وہ
 پہلے دیکھیں، ہر افریقہ میں خفا سے پہلے کی کوشش کرنے
 چلا۔ میرے لیے بھی ایک دوسرے سے ملا نہیں ہو سکا۔ مجھ کو
 تو دوسرے میں اور قربان ایک دوسرے کے ساتھ تھے کہ میں
 نے نہیں سمجھا تھا۔ اس روز قربان اپنی گھوڑی پر دھک کر کھڑے
 ملے آئے تھا۔ اس نے دیکھا کہ میں نے خون سوار ہے تو اس
 نے مجھے اپنے ساتھ گھوڑی پر بٹھا اور گھوڑی دوڑا دی، پر یہ
 جاتے کہاں؟ وہاں میں سے کسی کے بھی گھر والے ہمارے
 ساتھ تو کوئی کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔ اپنے میں قربان کے
 اہن میں کیا کچھ آہ پڑھتے ہیں اور وہاں میرے سر کے سر۔
 میں پانے پیتے ہیں۔ اس کا بھائی تھا کہ میرے حواس میں پانہ
 لے لی تو پھر چہرہ ہتھوڑی ہتھوڑی ہتھوڑی ہتھوڑی ہتھوڑی ہتھوڑی
 ملانے کے سب سے دوسرے چہرہ کی حالت میں جانی تو
 کسی میں حالت کی عزت نہیں رہتی، پر چہرہ نے تو
 ہمارے ساتھ جب ہی چال چلی۔ اس نے قربان کے کمر
 والوں کو ہدایت کرنے ان کے حوالے کیا اور مجھے اپنے ذمے پانہ
 تہہ کرنے کے بعد میرے بھائی کو پیغام بھجوایا کہ اگر اپنی
 چپ چٹا چاہتے ہو تو اپنی مین کا کھار میرے بھولے ہتھ
 سے چھانے کو تیار ہو جاؤ ورنہ لڑکی تو ہمارے ہی ہتھ میں
 ہے، اگرچہ چاہیں گے اس کے ساتھ وہ سوگ کریں گے اور

پھر نہ بھی لکھیں گے۔ ہمارے چارے اس دیکھ کر کون کر
 ڈر گئے۔ مجھے جانتا تو ان کے لیے کہ صورت لگن نہیں تھا، وہ
 انہوں نے میں بکھر بکھا کر اپنی جگہ چھوڑ دی۔ میں نے ان
 کی خاطر چھوڑ ڈال دیے اور نہ گئے ہے کہ ہمارے ملائی کا
 کوئی فیصلہ ملا تو دور کی شے ہے، میں تو اس میں کچھ نہ تھا کہ بھی
 پسند نہیں کرتی۔" اس کے لیے میں شدید غرت تھی اور مشور
 کے خیال میں وہ اس غرت کے لیے حق جواب بھی تھی۔ جس
 سے اس کی محبت میں میں کراں کا دوسرا ایک اب، دل انسان کے
 جانے کو رہا تھا، اس ملائی کے پاس خود سے زندگی کرنے
 والے کے لیے غرت کے ساتھ وہ بھی کیا سکا تھا۔
 "میں شرمندہ ہوں فریہ کہ میرے اپنی نے
 تمہارے ساتھ اتنا دھوکا کیا لیکن میں شرمندہ ہونے کے سوا
 اور کچھ کی سکتی ہوں؟ میں تو خود وہ تھا کہ اب وہ ہند میں
 بکڑی ایک کڑو لڑکی ہوں مجھے خود ہر پہ کی ایسے روزن کی
 تلاش رہتی ہے جہاں سے کچھ نہ ہو اور وہ تو اندر آئے۔"
 "میں جانتی ہوں، یہ ہی تو تمہیں تمہارے باپ کا
 وہ روپ نہیں دکھائی دے دیکھنے کے بعد تم شرم سے زندہ
 زمین میں دیکھو جانے کی خواہش کرنے لگوں۔" اپنی بات
 کے جواب میں میں نے فریہ کی بات نے اسے بکری طرح
 چلا دیا۔
 "کیا مطلب؟"
 "مطلب یہ ہے کہ وہ تمہاری کراہی ہوں۔ خراجی دیو
 میں میرے لیے نہ تھے تو اپنی کراہی کراہی کراہی کراہی کراہی
 کہ اسے بات کو انہیں ہند کے دیکھنے کا حکم سے اب دن
 میں تو انہیں کھولنے لے اور کچھ ہاتھ پر چلائے۔" اس کے
 لیے میں طرح کی بات تھی اور انداز میں بکھر ہوا تھا۔ وہ پھر
 گھوڑی پر پیسے ایک لپٹائی تھی اور کھائی رہتی تھی اسے کوئی
 چٹ کھائی ہوئی تھی نہ وہی تھی جس کا میں نہیں پتا کہ کس
 طرح خود کو چٹ لگانے والے سے اسے اسے اس سے یہ
 سب کہہ کر مکمل کرنے میں میں تھی لیکن کچھ نہ ہو گی نہ
 کچھ والے انداز میں اس ابھی بکلی کے مل کے لیے وہیں
 چلی کوئی سار کھوڑی روٹی۔
 ☆☆☆
 دیکھ کر تقریب میں شرمیک شرمیک مختلف دونوں سے
 ملاقات کرتے ہوئے اور کہہ لگتی جا رہا تھا۔
 تقریب میں بہت زیادہ لوگ شرمیک کھنڈ تھے۔ صرف مقامی
 اہلکار، زمینداروں اور شے داروں کو ہی مدعو کیا گیا تھا۔
 ایسا عجیب وقت کی وقت اور وہاں کی ذاتی حدوں کی وجہ سے

ہوا تھا وہ نہ چہرہ انہو جیسا ہند تو سوتے کی تلاش میں
 رہتا تھا کہ کس طرح انہم خفیات سے تعلقات اور دوسرا
 یہ جانے کے مگر آج اس تقریب کا رنگ بیکہ تھا۔ پہلے تک
 کہ کچھ کامیابی چہرہ بکھرا دی وقت میں شرمیک نہیں تھا۔
 اسے سوچ نہیں مل سکا تھا کہ چہرہ بکھیرے سے ملاقات کے
 لیے جاتا اور اس سے جو ملاقات کے بارے میں احتیاط کرتا۔
 خود چہرہ بکھیرنے کی طرف سے بھی شادی کا عزت نہ سمجھیں
 ملا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ دیکھنے کی تقریب میں ملاقات ہوگی تو
 وہ چہرہ سے اس طرح کی بات دریافت کرے گا کہ کچھ بھی نہیں
 ممکن نہیں ہو سکا۔ چہرہ بکھیرنے والی اہلی عسکاری اور چہرہ
 کا ملاقات میں اسے تقریب میں شرم سے انکار ہو گیا تھا۔
 شہرہ کے گرد سے دونوں کا جھگڑ پناہ تو اس کی نظر
 آفتاب پر پڑی۔ وہ بھی اس تقریب میں شرمیک تھا۔ ایک
 خازم سے کہہ کر اس نے اسے اپنی بکلی پر بٹھوایا۔
 "کیا حال ہے؟ آفتاب؟ مجھے ایسے نہیں تھی کہ تم سے
 یہاں ملاقات ہو گئی۔" آفتاب کے قریب آئے پر اسے
 پیچھے کا اشارہ کرتے ہوئے اس نے اس سے کہا۔
 "میں ہاں، امید ہے مجھے بھی نہیں تھی کہ کوئی کی کسی
 تقریب میں مجھے مدعو کیا جائے گا لیکن شہ ہزاروں سفیروں
 کی کی وجہ سے ہماری کھانسی نکل آئی۔" اس نے ہنستے
 ہوئے جواب دیا۔
 "وہ ہزاروں سفیروں کو یہ کہ چہرہ بکھیرنے کے لیے
 سمیت ہاں کی؟ اور سفیر آتے تو ساتھ میںے والا بھی
 آتے اور یہ بات خوب سمجھتی کہ چہرہ صاحب نے اپنے
 ذاتی حضور لیے کا کھانا ایک چھوٹے زمیندار کی محبت مند لڑکی
 سے کیا ہے۔ وہ لوگ اصل اسٹوری بھی کھجے کی کوشش
 کرتے کہ یہ کھار ہوا کیسے؟ ایسے میرے ذہن میں نہیں تو
 ختم ہو گا اس اسٹوری کا؟" اس نے بڑے یقین سے آفتاب
 سے سوال کیا تو وہ انکار نہیں کر سکا اور مشور کی زبانی طم
 میں آئے ذاتی تمام معلومات فراہم کر دیں۔
 "مجھے پہلے ہی شک تھا کہ کوئی نہ کوئی تڑپ ہے۔
 چہرہ بکھیرا رہے ہے چہرہ بکھیرا کی انہوں میں کھنڈ
 رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ کہ اس سے چہرہ کی مجھوری سے
 فائدہ اٹھالیں۔" ساری شخصیں سن کر اس نے دانت چکچکا تے
 ہوئے اسوں کا اظہار کیا۔ اس وقت وہ اور آفتاب بکلی پر غما
 تھے اور کھنڈ میں دیکھ کر دانتیں ہر دھنکی اس لیے کی اور کے
 بہت کم لپٹے کا جھل نہیں تھا۔
 "چہرہ بکھیرنے کی شے انہی کوئی دھنکی بھی نہ تھی تو نہیں

سرا ہم لوگ تو خود اس کی اس غفلت کا مظاہرہ دیکھ چکے ہیں۔" آفتاب دھکے لیجے میں بیٹا۔ اسی وقت ملازمین نے کہا: "لگا شروع کر دیں۔ ان کی میز پر کھانا لگا چکا تو چوہری خود نیک کران کی طرف آیا۔

"بہر حال مجھے اسے ہی صاحب! آج اس غشی کے موڑے پر بھٹک پلک کی گئی تھی۔ آفتاب کو کھل طور پر نظر انداز کرتے ہوئے اس نے شہرہ راسے کہا اور خود بھی ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ایسا ساری میرے راجی میرا انتقاد کر رہے ہیں۔ میں ان کے پاس جا کر بیٹھتا ہوں۔" آفتاب طوری محذرت کرتا ہوا وہاں سے اٹھ گیا۔ اس نے چوہری کی تاکاری پر جواب دہی کی کہ اسے ایک سمونی اسکی بیکر کا اس جگہ بیٹھنا چاہی نہیں لگا تھا۔

"شروع کیجیے جناب! میں وہ رہے آپ کے ساتھ لیٹے کے بعد ہی ہماریوں کا ساتھ دیتے ان کے درمیان ہا کر بیٹھوں گا۔ میری انی خواہش تو یہی تھی کہ آپ سب معززین ایک ہی جگہ بیٹھ کر کھانا تناول کرتے ہیں۔ چوہری صاحب نے فیض ظاہر کیا کہ آپ ان کے ساتھ جتنا پسند نہیں کریں گے۔ لیکن فی صاحب نے بھی آپ کے تعلقات بہتر نہ وہ خود گھر لائیں اس لیے میں نے بھی مناسب سمجھا کہ آپ صحت و ایک میز پر بیٹھ جائیں تو صحت نازی جائے۔ تاہم چوہری کے ساتھ ہوا کیا خاک لگے گا کیا جاتا ہے۔" اسے کہنے کی ترغیب دیتے ہوئے چوہری نے خود بھی اپنے لیے ایک پلیٹ میں تھوڑا سا مین کال بنا۔ شہرہ راس نے بیٹھ جاؤں لیتا پھندا کیا۔ یہ چہرے تھے چوہری کی وہ بھٹکی سی کھانسی۔ ایک تو چوہری کی کالی میں جہان کی آمیزش کا خیال دوسرے پر احساس کہ ایک معمولی بڑی کے ارادوں کی رانچ پر غشی کی پر غفلت پر پانی لگی ہے۔ اسے اپنی طرح بھٹکے لگا رہا تھا۔ لیکن اندر ذہان خالص تھا۔ شہرہ راس کے حور پر ادھر ادھر پھر سے چوہری ہلکا ہوا دیکھ کر تو اندازہ لگا ہی جا سکتا تھا کہ اس شادی سے اس سے بڑی کیا گزری ہوگی۔

"آپ نے تو بھٹکنا ہی نہیں۔ ذرا سا چمک کر ہی ہاتھ سمجھ گیا۔ بھٹک اور بھی کیجیے۔" اسے ہاتھ کیچتے دیکھ کر چوہری نے شکل پر موجود انواع و اقسام کی ڈاکٹر کی حریف اشارہ کرتے ہوئے اصرار کیا۔

"میں چوہری نہ جب ایچے ہوک نہیں ہے۔"

"اچھا تو یہ ذرا سا بیٹھو ہی بیٹھ لیں۔" اس کے اظہار کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے چوہری نے زبردستی اس کی پلیٹ

میں بکھرا ال دی۔ چوہری نے دو تین لمبے ٹکڑے کھانے کی پڑی۔

"اچھے اچھے کھائیں گے۔ آپ کا اس طرح سامنے کے انداز میں کھانا کھانا۔ بہر حال میں آپ سے زبردستی نہیں کر سکتا۔ آپ بیٹھیں، میں ذرا دوسرے مہمانوں کو بھی دیکھ لوں۔" چوہری وہاں سے اٹھ کر اس دوسری میز پر چلا گیا جہاں راجہ اور تارڑ کے علاوہ چوہرے مقامی افسران بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بازم شہرہ راس کی میز پر سے کھانے کے برتن پھینکے۔ ابھی برتن کھل طور پر سچے گئی تھیں گئے تھے کہ اسے بیٹھ میں ابھی ہی تکلیف سمونی ہوئی۔

"لگے ہے چوہری کا حور مہمانی مجھے بھڑک رہا ہے۔" اسے سے بڑا ہوا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ فی صاحب نے پوچھا کہ اس کی ادواب حور یہاں رکھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اسے کھڑا ہوتے دیکھ کر چوہری دیکھ مہمانوں کو بوجھ کر ٹپک کر اس کی طرف آیا۔

"اوسے کیا اسے ہی صاحب! آپ اتنی جلدی جانے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ ہمارا ارادہ تو آج کی رات آپ کو ہمیں روکے گا۔ دوستوں کی تفریح کے لیے چاہیے۔ خاص انتظام کیا تھا۔" آپ چوہری کی درخواست پر دمک جائیں تو وہ بے لطف اندوز ہوں گے۔" ایک آنکھ دھانستے ہوئے اس نے حق پر غور کیا۔ اسے ترغیب دی۔

"میری طرف سے محذرت چوہری صاحب! میرا ایک کسی تفریح کا سوا نہیں اور طبیعت بھی بھٹک نہیں لگ رہی۔" بیٹھ میں اپنے دایں ہاتھ کی شہرہ راس کو برداشت کرتے ہوئے اس نے انکار کیا۔

"آپ کی مرضی میں تو میں زبردستی نہیں کروں گا۔ آجے میں آپ کو آپ کی گاڑی تک چھوڑ دوں۔" اس کے چہرے کا بخور جاننا دیتے ہوئے چوہری نے چشموں کی آڑ میں اس کے ساتھ ساتھ چلے گئے لیکن شہرہ راس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قدم کے ساتھ اس کی تکلیف میں اضافہ ہی ہوتا جا رہا ہے۔ اب تکلیف کے ساتھ ساتھ شہرہ راس کی بھی تکلیف ہونے لگی تھی۔ اس نے قدم بڑھانے سے گئے۔

"آپ کی طبیعت تو زیادہ ہی خراب لگ رہی ہے۔" اس نے کہا۔

"میں آج رات سنبھل سکی ہوں۔ آرم آجائے تو کل صبح وہیں چلے جائے گا۔" اس کی حالت دیکھتے ہوئے چوہری نے چشموں کی آڑ میں

تے ہوئے۔ چوہری فوراً ہی اپنے ملازمین کو اندر دے لگا۔ ملازمین اس کی آواز سن کر دوڑے چلے آئے۔ مہمان بھی حیرت ہو گئے۔ حیرتوں نے والوں میں آفتاب بھی شامل تھا۔

"اسے ہی صاحب کو اندر لے جائے اور اسپتال سے ڈاکٹر کو لے کر آؤ۔" چوہری نے ہدایات جاری کیں۔ چشموں پر فوراً عمل درآمد کیا جانے لگا۔ شہرہ راس کی ہر بات پر وہی جی کی کردار اپنی کوئی رائے دینے کے قابل نہیں رہتا تھا۔ اس کی اور میں اس کی صحت نہیں تھی کہ چوہری کی رائے کے سامنے اپنی رائے دے سکتا۔ اس کی صورت حال کے مطابق اس نے چھانکات جاری کیے تھے۔ وہ صاحب سی مضمون ہوتے تھے۔

آفتاب اپنی پیشکش میں جڑا تھا کہ ایک شہرہ راس کی ترقی زورہ طبیعت سے خراب ہو گئی۔ کہنے سے کئی قورہ اس کے ساتھ بالکل ٹھیک کی کہ بیٹھا بیٹھ کر رہا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد چوہری نے چوہری اس کی یہ بات ہو جانا اسے شک میں مبتلا کر رہا تھا کہ نہیں کہنے میں تو کوئی گڑبگ نہیں۔ لیکن اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ کہنے میں چوہری خود بھی شہرہ راس کے ساتھ شریک تھا۔ اگر کھانے میں بھٹکا ہوا تھا تو اس پر بھی اثر ہونا چاہیے تو جبکہ وہ بالکل ٹھیک تھا کہ خراب آ رہا تھا۔ ملازمین شہرہ راس کو اندر لے گئے۔ اس کی حالت سے ظاہر تھا کہ وہ اس قدر فاصل پر چکا ہے کہ تقریباً بائیں بے ہوشی کی حالت میں ہے۔

"آپ سنبھلے گا، صاحب! اس کا رگہ ٹھہرے گی کہ اندر آئے دیا جائے۔" شہرہ راس سے پیش کو پیش لائی ہو گی۔ آفتاب جو بے اختیار ہی شہرہ راس کی رائے جانے والوں کے پیچھے لگا تھا اسے ایک ملازم نے دھک کرے ہوئے شہرہ راس میں چھوڑ کر دے دیے۔

چوہری کی اہمیت کے لیے زبردستی اندر داخل ہوا لیکن شہرہ راس دیکھنے لگی بات ایک طرح سے سنبھل گئی تھی۔ شہرہ راس کے کمرہ میں جو تھوڑا سا کھانا کھانا تھا اس کے پاس اس کے پاس وہ پیش کشی اپنے کے مجھے زحمت نہ جاتا ہے۔ وہ پریشان سا دیکھتا ایک کرسی پر جا بیٹھا۔ چوہری کے بندے نے فوراً ہی حور کو صحت سے ڈاکٹر کو لے کر آئے۔ ایک بیڈی ڈاکٹر بھی تھوڑا دیر میں ہی حور کو یاد پڑ گئی۔ لیڈی ڈاکٹر کے پیچھے چوہری کا ایک ملازم اس کے پاس پہنچ گیا۔ شہرہ راس نے شہرہ راس کے کھانے کے آفتاب سے کچھ سی ہوئی اور وہ لوگوں کے درمیان سے نکل کر باہر نکلے جس میں شہرہ راس نے یہاں آئے والے مہمانوں کی گاڑیاں پارک کیں۔ ان گاڑیوں میں شہرہ راس کی گاڑی کی شناخت کرتے ہیں اسے کوئی شکل پیش نہیں

آئی۔ وہ چلتا ہوا اس گاڑی تک چلا گیا۔ دروازے تک پہنچ کر شہرہ راس کے بجائے کوئی اور دروازہ موجود تھا جو بیت کی پشت سے سرنگا کر اسے سے سورا تھا۔ اس نے کھڑکی کے کھلے کھلے سے ہاتھ اندر ڈال کر ڈاکٹر کا شانہ بلایا۔ وہ بڑا بڑا کمریڈ سے جاگا۔

"تھوڑے صاحب کی طبیعت خراب ہے اور تم یہاں حور سے دور رہو۔" ڈاکٹر کے کھٹکھٹے سے اس نے زبردستی کا کہنا کیا۔

"یہاں صاحب کو؟" وہ پریشانی کے عالم میں گاڑی سے نرلا۔

"معلوم نہیں۔" اس کھانا کھ کر باہر نکل رہے تھے کہ اپنے ایک ہی طبیعت ہو گئی۔ چوہری صاحب انہیں اپنے بندوں کے ذریعے اندر لے گئے ہیں۔ اسپتال سے ڈاکٹر کو بھی بلوایا ہے۔ ڈاکٹر بھی اندر ہی ہے۔ آگے مجھے نہیں مضمون کہ کیا دل ہے؟" اس نے پوچھا۔

"میرے خیال میں میں اپنی اسے صاحب کو اس بات کی اطلاع دینی چاہیے۔" ڈاکٹر پریشانی سے بڑا آفتاب کو اپنی صحت کا احساس ہوا۔ پریشانی میں اسے خیال ہی نہیں آیا تھا کہ عبد اللہ ان کو کون کر دے۔ اسی ایک ایسا شخص تھا جو شہرہ راس کا سہاوی خواہی تھا اور جسے وہ کتا چوہری کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔ وہ اپنا موبائل نکال کر عبد اللہ ان کا نمبر تلاش کرنے لگا۔ دوسری طرف میں جاری تھی کئی کئی کال پر یہی نہیں کر رہا تھا۔

"فی اسے صاحب کال دے بیٹھیں۔" اس نے ڈاکٹر کو بتایا۔

"آج ان کی سالی کی شادی ہے۔ وہ ادھر گئے ہوئے ہیں۔" اس کے شادی کے بنگے میں نہیں فون پہنچا گا تھا۔ وہ نہ چلا۔ آپ دوبارہ کوشش کر کے دیکھیں۔" ڈاکٹر نے اسے مطلوبات فراہم کرتے ہوئے مشورہ دیا تو وہ بھی انداز میں سر ہاتھ دیکھتے ہوئے ایک بار کوشش کرنے لگا۔ ڈاکٹر کی فراہم کردہ اشارے سے شہرہ راس کی بیان آئیے موجود کی پر بھی مدد کی اس دلی تھی اور وہ صحت مند من اس کے ساتھ ہی ہوتا تھا۔

دوسری ہاتھ پیش کرنے پر بھی کوئی مثبت نتیجہ نہیں نکلا۔ آفتاب نے کچھ دیر سوئے سوئے موبائل دیکھی جب میں دکھائی۔ موبائل جب میرا کھینے ہی پہنچ گیا۔ اس نے کال کر دیکھ تو دیکھ میں یہ مہمانان کا ہر جگہ رہا تھا۔ اس نے کال دے بیٹھ کر لی۔

پرانیہ سڑکی پر گئے ہوئے آلاب نے اور بلیٹ کیا۔
 "ہاں کل ٹھیک ٹھاک ہوں۔ اگر عہد انمان آرام پر اتنا
 زیادہ اصرار نہ کرتا تو میں آج آفس چل جاتا۔ معمولی سا
 فوڈ ہاؤس تھا۔ اسٹریڈ مارک کے فرینٹ سے فوراً سٹروال میں
 بھی آگیا۔ کس سارا دن تھک کر دہلی کا احساس ضرور ہوا لیکن
 آج تو میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔" اس نے مسکراتے
 ہوئے جواب دیا۔

"بھئی کئی گز دور کرنا مناسب تھا۔ عہد انمان صاحب
 نے بالکل ٹھیک مشورہ دیا۔ پر سو رات آپ کی جو حالت
 ہوئی تھی، اسے دیکھ کر میں ادھی گئی تھا۔"
 "مجھے تمہاری پریشانی کا کچھ ہے۔ تمہاری فون کا کال پر
 عہد انمان کو آدمی رات کو درہنگی پر تھی۔ بے چارہ صبح تک
 جانتا رہا پھر مجھے اندیشہ لگ کر یہاں آیا۔ یہاں بھی سٹروال
 کی کڑی غرائی میں ہوں۔ میرے آرام کے خیال سے وہ کسی
 کو جان ہی نہیں کے لیے نہیں آئے دے رہا۔ کچھ چوری
 انکو روکھی جا رہی ہے ہال چکا ہے۔ تمہیں دیکھ کر خصوصیت
 سلاش پر اجازت ملی ہے۔" اس نے جیسے ہوئے کہا۔

"نئی ہل، اچھے ٹیم ہے۔ کل میں نے فون پر پھر سے
 مصروفی تھی، شب ہی انہوں نے یہ بات واضح کر دی تھی کہ۔۔
 فائل آپ کی سے مارت نہیں کر سکتے تھی لیکن آٹا آیا
 ہوں۔" آلاب نے مسکراتے لیون کے ساتھ ہاتھ بھر بیچ کر
 اختیار کرتے ہوئے پوچھا۔ "ایسے آپ کی اس طرح لہجہ تک
 طبیعت آلاب ہو سکتی تھی؟ آپ نے انہیں آنے کے بعد کسی
 اور انہیں سے چیک اپ کروا دیا؟"

"یقیناً کہنے سے میں کوئی ہرجائی ہی ہو گئی ہوں۔
 شاید میں نے وہ پھر کو جھٹکا کھا تھا، وہ صبح سے ہنسنے لگا
 تھا۔ اس پر میں نے دعوت کا کھانا بھی کھا لیا تو سہرا
 برداشت نہیں کر سکا۔ وہی کسی زور آور سے چپک اپ
 کروانے کی بات تو اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔
 اسٹریڈ مارک انہی دن آخر ہے۔ میں اس کی جھج نہ کرنا دیکھتا
 ہے۔" انہوں اور بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔" اس نے بے

پرانیہ سے جواب دیا۔
 "یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد وہاں کے کھانے
 میں ہی ہو۔ چوری انکو جیسے شخص سے کسی بھی بات کی توقع
 بھی پڑ سکتی ہے۔" آلاب نے اپنے اندر سے افسوس بھرے
 ساتھ کوئی ایسی دیکھ کر حیرت کرنے کی کھلی نہیں کر سکا۔ وہ اپنے
 بھی مجھے یہ تکلیف پہنچا کر اسے یہ فائدہ دینا سکتا تھا؟ اپنے

عہد انمان اسی لحاظ سے معاملات کی پیٹنگ کر رہا تھا۔ یہ کسی
 کوئی اطلاع نہیں تھی کہ جس سے یہ ٹھیک کر دے کر کھنے کا شوق
 کر کے ان کو کھانے ملے۔ اس نے ہال پر دھڑک کر کھانے کی
 کوشش کی، مگر یہاں ایسا ہی ہو رہا تھا کہ وہ ایک انوکھی سی تھا۔
 "ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو رہا ہے۔ چوری انکو ہال پر انتظار کرنا
 بہت مشکل ہے۔ میں نے چوری میں سے سوچ پرست تھی
 نہیں دیکھا۔ چوری ہلو کی شادی کی مثال سامنے ہی
 ہے۔ چوری بھنگار سے جلد بیٹے اور اس کا سراپہ آگے
 جھکے کر دیکھنے کے لیے اس نے ایک مصروفی کی زندگی بسر
 خرچ کرنا کر رہی ہے، یہ ہم سب ہی جانتے ہیں۔" آلاب
 اب بھی مشکوک ہی تھا۔

"واقعی یہ معاملہ ہے جو بہت افسوسناک ہے۔ لیکن وہ
 کی وجہ اس میں ہونے والے اس نکلان کو کچھ بھی نہیں کیا جا
 سکا۔ ہاں، اگر کڑی غور اس مسئلے میں کوئی نتیجہ کرے تو ہم
 اس کی بدولت سکتے ہیں۔" اس نے خیال ظاہر کیا۔
 "میں کھانا کے ذریعہ، چہ فریڈ، کو یہ پیغام بھیجوں گا کہ وہ
 آپ کے پاس انصاف کے لیے کھڑی درخواست لگا دے۔
 اگرچہ اسے درخواست بھیجی جا چکی تو کشور اس کام میں اس کی
 عمر چھوڑ کر نہیں دے گا۔ تو یہ حال اس قدر کے خلاف اپنے
 طور پر اس طرح سے اس احتجاج کو نکلنا تھا کہ چکا ہوں۔ آپ
 نے لاہور سے گئے والے کس کے اخبارات تو دیکھ دیے
 ہوں گے؟"

"اور ہاں، اچھا تو یہ تم جیسے جس نے چوری ہلو کی
 تصویر کے ساتھ خبر اخبار کے اخبار تک پہنچا دی تھی۔" آلاب
 کے حواس پر وہ چپک کر رہا۔ وہ انہاں اس تپاوری کے ساتھ ہی
 تین چار ماہ سے کی طرح رہا، اتنے چلتے چوری ہلو کی
 تصویر بھی طور پر ایسی ہی کی گئی تھی اس کی طرف سے کچھ
 ہونے لگی۔

"نئی ہل، یہ میری کامیابی۔ میں دعوت میں شرکت
 کے لیے وہاں پہنچا تھا۔ میری تقریر چوری ہلو کی ہزاروں پانی
 حویلی کے دائیں بازو میں اسے لے کر اپنے ساتھ چلا
 میں داخل ہوئے اسے لے کر وہاں چلا گیا۔ اس بات پر مجھے
 غیب کی دھمکی ہو گئی وہاں دیا جائے۔ ملازم اسے کھانے
 رہے کہ انہی زبان خائے میں ہے اور اسے دبا ہوا اس میں
 نہیں لے جا کر جاسکا تو وہ سامنے کے لیے تیار ہی نہیں تھی۔
 حد میں آکر اس نے بچے کو دیکھ کر بہت گریباں آگئی
 شروع کر دی۔ میرے پاس سوچا تو سوچ دی تھا۔ مرنے
 کا کھانا انکا کر میں نے چوری ہلو کی تین چار ماہ

تصویر پر کھینچی تھی اور جس اخبار کے لیے لکھتا ہوں، اس کے
 ایڈیٹر کو قسم میں اس خبر SEND کر دیتی۔ آپ نے دیکھا
 ہوگا کہ خبر میں چوری ہلو کی انکار کا کس کر نام نہیں تھا۔ صرف
 یہ لکھا گیا ہے کہ بھنگار کے ایک دور انکو کاڈل کے
 چوری کے بیٹے کے ویسے کے مرنے پر لیا گیا وہاں کا
 خصوصی پورے تحصیل میں کی اتنی درج ہے کہ ایک ہاں انکو
 جائیداد نے اپنے ایک ماڈل بیٹے کی شادی کر دی تھی ایک
 صحت مند لڑکی سے کروادی۔ وہاں ایک صحت مند لڑکی بھی
 قسم کی لڑکی سے شادی کرنے کا سنا تھا ہے اس کا اندازہ
 اس تصویر پر کچھ کرنا چاہتا ہے۔"

"آلاب نے غصہ سے کہنا تو وہ بیٹے کا بھائی اور
 سی تشویش سے پوچھا۔ "میں خود ہی یہ عزت نہیں کھینچتی تھی
 چاہے۔ چوری اخبار کے ایڈیٹر سے یہ بات کی کوشش
 ضرور کرے گا کہ اس کے خلاف کے خبر میں لکھائی ہے؟"
 "کر دیکھے کوشش۔ ایڈیٹر سے یہ بات تو اسے یہ
 جواب دے گا کہ بھنگار میں نہیں معلوم کہ یہ خبر آپ کے
 خلاف ہے۔ ہارے ایک فریڈ اسٹرکٹائی نے نہیں بھنگار کی
 حوالے کے خبر بھیجی تھی، وہ میں نے چپ دی۔ مصروف ہونا
 کس خبر کا حق آپ سے ہے تو آپ سے تصدیق کر لیتے۔
 ویسے تو خبر صحیح ثابت کی تھی اگر آپ کے مطابق بھولی ہے تو
 بھائی اس قسم کی حوالے کے ہے تیار ہیں۔ آپ ایک حد
 قریبی ہی ہوں اسے دیکھیں اسے کسی اپنے اخبار میں چھاپ
 دیں گے۔"

"اور یہ چوری ہلو کی خبر نہیں سکتا۔ اس کے
 قریبی ہونے کے مطلب ہوگا کہ میں ڈاکٹر کو مل نہیں
 نہیں بھی معلوم ہوگا کہ خبر چوری ہلو کے حوالے ہے۔
 بہت خوب۔۔۔ دست و دیکھائی تم نے چوری ہلو کو۔ اچھے
 میں کتنے شریف اور سہارے سے روئے تھے ہو لیکن ہونا
 جڑت۔ لیکن نہ میں اپنی اسبیت دیکھتی جانتے ہو۔" وہ
 بے حد صدمہ لگا۔

"اور میں نے انہوں میں آپ مجھے چلا کر اور ہونا
 ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن تو یہ ہے کہ جو
 حقیقت تھی میں نے تو کھول کر بتائی۔ وہ تو چوری ہلو کی
 جیسے لوگ۔ یہ ہیں۔ میں نے دیکھا تھا کہ ہلو چوری کے
 گھر جانے پر ملازم اسے انہیں لے گئے تھے اور پھر وہ
 تقریباً آخری کمرے کے اندر میں ہی وہاں نظر آ رہا تھا۔ وہ بھی اس
 حال میں کہ ہلو انہیں اسے اسے کوئی خاص میڈیکل دینی تھی
 جس کی وجہ سے وہ بالکل گھبراہٹ ہو گیا تھا۔ پاپ واپس کر

رہا تھا اس کے ساتھ۔۔۔۔۔ سوچو ملازم اس کے کان میں کہتا
 چارہ تھا۔" بھنگار چاہی انداز اختیار کرتے ہوئے اس نے
 خبر دینے کی کوشش کی، مگر مجھے اس کی طرف مڑنا کر دلی۔
 "واقعی یہ تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔۔۔۔۔ چوری نے یہ
 بہانہ دینے ہی نہ تھا کہ وہاں کی طبیعت کچھ ساڑ ہے اس
 لیے جو لوگ حقیقت سے واقف تھے انہیں چھوڑ کر ہائی لوگ
 بھی گئے ہوں گے کہ خرابی طبیعت کی وجہ سے وہاں بے چارہ
 کچھ سے سست پھر آ رہا ہے۔" اس نے داد دینے والے
 انداز میں آلاب کے گھر سے بے لگائی کیا۔

اس وقت ایک ملازم نے اس کی فریڈ لیے اندر داخل
 ہوا۔ اسے بھی کرنے کے ساتھ اس نے ایک ذہنی لحاظ بھی
 ضرور کے سامنے رکھا۔ ملازم کی اس حرکت پر وہ چپک گیا۔
 کسی لحاظ کی اس چوری میں اس کی کسی نہ کسی اس طرح
 چپکنا چنا معمول کے خلاف تھا۔ وہاں اٹھائے لکھنے نظروں
 ہی ٹھہراں میں اس کا چہرہ دیکھنے کی قریبی شہر کے ڈاک
 خانے کی سرنگار سے اس سال قریبی اس پر دیکھے اس کے زہر
 کے ساتھ سوچا اس کی اور سوت اور جنت کے احاطہ اسے
 خاص نہ رہے تھے۔ اس نے ہاتھ جاتر قریبی اخبار اور رات
 کر دہری طرف پھیلنے والے کام دیکھنے کی کوشش کی لیکن
 وہاں کوئی عام سوچ دیکھ نہیں تھا۔ اس نے کسی نہ کسی بھنگار
 کرتے ہوئے خلاف چپک کیا، ہاتھ ڈال کر اس کے اندر
 سے کارو سامنے ایک تصویر پر رہ گئی۔ انکو اس کے لیے
 بے حد دھماکا پڑا تھا۔ وہ اس کی طرح ٹانگہ ہوا تھا کہ پنے
 چرے کی ہتھی ہوئی رنگت کی چھانے میں کامیاب نہ
 ہو سکا۔

"نہایت بے سراسر؟ آپ کو پڑھان لگ رہے
 ہیں۔" آلاب کی آواز کا فونل میں چلی تو اسے خیال آیا کہ
 وہ اس تہ پر تھا لیکن ہے۔ اگرچہ چپک تصویر سے نظر ہی
 جتا کر کرے گا جانا دیا۔ ملازم اس کی چپکا تھا جبکہ آلاب
 کوئی چپکا سے کچھ نہیں نظر آتا تھا۔
 "لیکن مری آلاب آپ چپکے تھے۔ میں حیرت
 آپ کو اتنے نہیں اسے سکون لگا۔ لیکن پڑھان آلاب
 سے جتنا اور دیکھ رہے ہیں ہر گز۔" ابرہتھے اسے وہ حوالی
 لاف اس کے ہاتھ میں تھا، انداز کے اسے لگنے والی تصویر
 اس نے فانی اندر والی دی گئی۔

197
 2010ء
 198
 2010ء

چارہ۔ پہلی کی آفر بھی اعلیٰ کر دی لیکن مجھے اس کے اس
 طرح پیچھے ہٹانے سے کچھ چڑھائی اس لیے میں نے ہمارے کار
 کردہ۔ آہستہ آہستہ اس کا حصار و زمینیں میں بند کر دیا۔
 جب میں ان زمینوں کو بھی خاطر میں نہ لائی تو میرے ساتھ
 وہ کچھ چل چلی گئی جس کے بعد میں ان کی بات دہانے پر مجبور
 ہو گئی۔

"کیسی چال؟" وہ بولنے لگے اچانک خاموش ہو کر
 اپنی جگہ کی کھڑوں کو کھینچنے لگی تو شہر بارگاہ سے لوگ نکلا۔
 "ایک دن اسپتال ہاتھ ہاٹے مجھے راستے میں اغوا
 کر لیا گیا۔ اغوا کرنے والے کون تھے، مجھے کچھ معلوم نہیں
 تھا۔ میں چند گھنٹے بے ہوش کی حالت میں ان کے قبضے میں
 رہی پھر ہوش میں آئے کے بعد مجھے دکان پر لے کر بیٹھا دیا
 گیا۔ چونکہ یہ سب چند گھنٹوں میں میرے اوپر آ رہا تھا تو میں ہوا
 تھا اس لیے کئی کئی محسوس نہ ہو سکا۔ خود میں نے کئی گھنٹوں
 تھک کر میرے انداز سے کے مطابق کچھ نہیں دے مجھے کوئی
 نقصان نہیں پہنچایا تھا لیکن اگلے ہی دن ایک سے دو محسوس
 ہونے لگے وہ اپنی طرف سے محسوس ہونے لگے تھے کہ مجھے کس
 طرح نہ پہنچا گیا ہے۔ اس واقعے کے بعد میں ہوا دے دے
 سے اٹھ کر وہی جگہ میں آئی۔ خود کو بدنامی سے بچانے کے لیے
 مجھے یہ طریقہ دیا گیا۔"

"اور یہ؟" وہ ایک سیٹک سے ڈر کر اب نے میرے
 خیال نکلیے جانے والے ارادے کا حصار بنائی منکر کر لیا۔
 شہر سے تھک کر اٹھا۔

"کی ہاں۔" اس کا جواب تھا۔ "میں واقعی مجبور ہو گئی
 تھی۔ بدنامی کے خوف سے میں نے وہ ارادہ کر لیا کہ وہی جس
 کو کھڑا کر آپ کی خدمت پہنچاؤں اور آپ بے ہوش ہو گئے۔ پھر
 آپ کی بے ہوشی کے دوران ہی یہ شرعاً کچھ تصویریں بھی کھینچ
 لی گئیں۔ میں نے اپنے طور پر احتیاط طور پر کیا لیکن پھر اپنی
 تصویروں نے مجھے خاموش رہنے پر مجبور کر دیا۔ ان لوگوں
 نے مجھے کئی دہائیوں آپ کے ساتھ چھپی جانے والی تصویروں
 میں میرا چہرہ دھونڈ لیا۔ دیکھ کر اس لیے مجھے کوئی حشر نہیں
 ہو گیا۔ وہ دھونڈا لی گئی لیکن سہ اپنی ذہانت کی وجہ سے
 حقیقت سمجھ گئے۔"

"ذہانت کی بات نہیں وہ بالکل سیدھا سادہ معاملہ
 ہے جو اس طرح کر کے ہر کسی کی شخص کی کھینچ آ سکتا ہے۔
 لیکن آپ بتائیں کہ آپ نے اپنے بارے میں کس سوچا ہے؟
 اکابر مگر ان لوگوں نے صرف مجھے نہیں دیکھا کہ ان کے
 لیے تو کئی ایجنٹ کیا ہو گا۔ حالات سے ظاہر ہے۔ وہ آئندہ

بھی آپ کو اس قسم کے کاموں کے لیے استعمال کرتے رہیں
 گے۔ آپ چند تصویروں کی وجہ سے سب تک این کے ہاتھوں
 کو پکڑ لیں گی؟"

"میری خواہش نہیں ہے کہ میں کیا کروں؟" اس کے
 ہاتھ پر وہ اپنی انگلیاں سر دھرتے ہوئے بولی۔
 "تھوڑی سی بہت کرنا۔ آپ بہت تر کے جان
 رہے گا کہ وہ اپنے ہر قسمی ہوجا میں تو کم دھونڈ لیں کہ چھوٹی
 کے خلاف نہ کیجئے ہیں۔"

"کسی صورت میں نہیں۔ جو کچھ میں نے آپ کو بتایا
 ہے، وہ وہی رہے گا۔ پھر وہ اپنا دورانیات میں چھوڑنے کے
 سامنے بھی اسے نہیں ڈر سکتی۔" آخر وہ بولنے لگا
 اٹھ کر گیا۔

"کیسی بھاری؟"

"اور اس سے کہ اب تصویروں سے کئی بڑھ کر پھر
 ایک کڑوری اس کے ہاتھ میں ہے۔ میں نے آپ کو نہیں
 بتایا کہ میں جہاں آتا ہوں وہ اپنی ہی کو ساتھ لے کر لاتی ہوں۔
 مجھے یہاں اور جہاں آتا ہے وہی جگہ کی خواہش بھی کہ وہ اپنے
 تمام احباب سے اپنی ملاقات کر کے اور کھر کا ضروری
 سامان سمیٹ کر لے جائے۔ میں نہیں دیکھ سکتی۔ آج تک میں
 نے ان سے فون پر رابطہ کرنا چاہا تو دوسری طرف سے کئی
 ایجنٹ نے پھر کال کر لیں کہ وہ مجھے تھک کر میری گئی اس
 کے قبضے میں ہیں۔ اگر میں نے کئی بھی دھڑلے میں نہ جان
 کھولی تو پھر کئی کی جان خطرہ میں پڑ سکتی ہے۔ میں نے
 جو کچھ آپ کو بتایا ہے، وہ اتنا نیت کے تھے صرف یہ سوچ کر
 تھکا ہے کہ آپ اپنے خطرہ کے لیے بڑھ کر کھینچتے ہیں وہ کہ
 میں۔ میں بہر حال آپ سے اس کے واسطے کوئی تعاون
 نہیں کر سکتی۔" وہ ایک دم ہی اذہن ہو گئی تو وہ سوچ میں پڑ گیا
 پھر بڑی سے ہلا۔

"تمہیک ہے۔ آپ کئی تو میرے ساتھ تعاون نہیں کر
 سکتیں لیکن کچھ سوالات کے جواب تو اسے سنی ہیں؟"

"کیسے سوالات؟ آپ پوچھ کر دیکھیں۔" اس نے
 کئی سوالات کے جواب دینے پھر وہ میری گئی کے لیے
 نقصان دہ نہیں ہے تو میں آپ سے تعاون کروں گی۔" اس
 نے کئی امانت میں جواب دیا۔

"آپ کئی نہیں، اب کچھ نہیں ہو گا۔" شہر بارگاہ
 سے چھوٹ کر وہاں پہنچا گئے پھر وہ ان دونوں کے درمیان
 سوال جواب کا سلسلہ جاری رہا جس کے دوران وہ اپنے
 سامنے کچھ کھینچتے ہوئے کچھ ضروری فوس لیتا رہا۔ پھر وہ صحت

پھر اس نے مطمئن ہوتے ہوئے اٹھ کر وہی کو وہاں سے
 جانے کی اجازت دے دی اور طوفان پر مصروف ہو گیا۔

"کیسی صاحب! یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ آپ کا کھلم
 آکر کیا کرنا پڑ رہا ہے؟"

"میں کچھ نہیں جانتا کہ آپ کس بارے میں ارشاد
 فرما رہے ہیں؟" وہ بڑی ہی کھلم کھلی سے کہہ رہے تھے
 گئے سوالات کے جواب میں اس نے غصے سے کچھ میں ہے
 لپٹائی کا تار دیتے ہوئے پوچھا۔

"خود گھبراؤں کی تو کڑوری کے بارے میں بات کر رہی
 ہوں میں۔ کیا کھلم کھلی میں کس پاس کرنے کے لیے کوئی
 دوسرا کام نہیں رہا ہے جو آپ کو اب ان معلوم افراد کے پیچھے
 لگے ہیں؟" وہ بڑی ہی کو پکڑنے اس کی یہ بے نیازی نہ کر
 کر رہی تھی چنانچہ اس کا جواب کچھ اور خراب ہوتا۔

"یہ ایک نام نہاد حکمت کا معاملہ ہے۔ میں پھر کچھ
 پوچھ نہیں پوری جان لطافتی ہے۔ کام کر رہا ہے۔" اس پر آئی گئی
 تھوڑے سے نہایت عجیب سے جواب دیا۔

"آپ کچھ نہ سمجھتے۔" وہ بڑی ہی سے ایک استہزا
 سا بھرا ہوا جواب دیا۔ "آپ یہ کس کیسے کہتے ہیں کچھ ہی معاملہ
 ہے جس کے پیچھے آپ کچھ نہیں پوچھ سکتے۔ اس مسئلہ نہ رہے ہیں۔
 آپ کیا سمجھتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے اور آپ کے داماد نے
 پکڑ لیا اور پکڑ لیا ہے، مجھے کئی شہر کا ہی معلوم ہے؟"

"مجھے کئی کوئی فائدہ نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ
 پھر سے مجھے میں ایسے کئی لوگ ہیں جو مازمت تو پوچھیں کی
 کرتے ہیں لیکن خدمت سیاست دانوں کی انجام دیتے
 ہیں۔ آپ کو بھی آپ کے کئی شک خود نے بہت کچھ دیکھا ہو
 گا لیکن میں آپ کو بتاؤں چاہتا ہوں کہ جو کچھ کیا چاہا ہے، وہ
 کئی ملاقات میں ہی ہو رہا ہے۔" کھلم کھلا اسے نہایت سے
 لکھ کر امانت دی۔

"سیاست دان ہونے کا عنصر تو اس کی جی صاحب! سیاست
 دانوں کو آپ کے سمجھتی تھیں ہی ہیں اور شاید ہی
 جو سے آپ کے داماد کی۔ لی کرتے پھر رہے ہیں۔ انہیں تو
 لاطرہ پھوٹ لگتی ہے لیکن وہ کچھ نہیں سمجھتا کہ کچھ ہانک
 پکڑا ہے کئی شخص نے کچھ سمجھا ہے۔ اگر اس کی جی کے اٹھ اور
 صحت کے پیچھے خواہش کر لیں تو کئی تو اس کا مطلب
 ہو سکتا ہے کہ وہ پھر کچھ کے خواہش کر لیں کہ کچھ دیکھ کر دے۔
 پھر اس نے پیسے ہی اس سلسلے میں کچھ خاصا طوفان اٹھایا ہوا
 ہے۔ خود گھبراؤں اس کے پکڑنے کھینچنے میں دوسرے جانے کا

میں نے بڑی شدت سے تو شہر بارگاہ۔
 "میں کچھ نہیں جانتا کہ آپ کس بارے میں ارشاد
 فرما رہے ہیں؟" وہ بڑی ہی کھلم کھلی سے کہہ رہے تھے
 گئے سوالات کے جواب میں اس نے غصے سے کچھ میں ہے
 لپٹائی کا تار دیتے ہوئے پوچھا۔

"خود گھبراؤں کی تو کڑوری کے بارے میں بات کر رہی
 ہوں میں۔ کیا کھلم کھلی میں کس پاس کرنے کے لیے کوئی
 دوسرا کام نہیں رہا ہے جو آپ کو اب ان معلوم افراد کے پیچھے
 لگے ہیں؟" وہ بڑی ہی کو پکڑنے اس کی یہ بے نیازی نہ کر
 کر رہی تھی چنانچہ اس کا جواب کچھ اور خراب ہوتا۔

"یہ ایک نام نہاد حکمت کا معاملہ ہے۔ میں پھر کچھ
 پوچھ نہیں پوری جان لطافتی ہے۔ کام کر رہا ہے۔" اس پر آئی گئی
 تھوڑے سے نہایت عجیب سے جواب دیا۔

"آپ کچھ نہ سمجھتے۔" وہ بڑی ہی سے ایک استہزا
 سا بھرا ہوا جواب دیا۔ "آپ یہ کس کیسے کہتے ہیں کچھ ہی معاملہ
 ہے جس کے پیچھے آپ کچھ نہیں پوچھ سکتے۔ اس مسئلہ نہ رہے ہیں۔
 آپ کیا سمجھتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے اور آپ کے داماد نے
 پکڑ لیا اور پکڑ لیا ہے، مجھے کئی شہر کا ہی معلوم ہے؟"

"مجھے کئی کوئی فائدہ نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ
 پھر سے مجھے میں ایسے کئی لوگ ہیں جو مازمت تو پوچھیں کی
 کرتے ہیں لیکن خدمت سیاست دانوں کی انجام دیتے
 ہیں۔ آپ کو بھی آپ کے کئی شک خود نے بہت کچھ دیکھا ہو
 گا لیکن میں آپ کو بتاؤں چاہتا ہوں کہ جو کچھ کیا چاہا ہے، وہ
 کئی ملاقات میں ہی ہو رہا ہے۔" کھلم کھلا اسے نہایت سے
 لکھ کر امانت دی۔

"سیاست دان ہونے کا عنصر تو اس کی جی صاحب! سیاست
 دانوں کو آپ کے سمجھتی تھیں ہی ہیں اور شاید ہی
 جو سے آپ کے داماد کی۔ لی کرتے پھر رہے ہیں۔ انہیں تو
 لاطرہ پھوٹ لگتی ہے لیکن وہ کچھ نہیں سمجھتا کہ کچھ ہانک
 پکڑا ہے کئی شخص نے کچھ سمجھا ہے۔ اگر اس کی جی کے اٹھ اور
 صحت کے پیچھے خواہش کر لیں تو کئی تو اس کا مطلب
 ہو سکتا ہے کہ وہ پھر کچھ کے خواہش کر لیں کہ کچھ دیکھ کر دے۔
 پھر اس نے پیسے ہی اس سلسلے میں کچھ خاصا طوفان اٹھایا ہوا
 ہے۔ خود گھبراؤں اس کے پکڑنے کھینچنے میں دوسرے جانے کا

خواب سرائوں میں سے کچھ ایسے افراد بھی تھے جو پردی ملک کے لیے چاہتی تھیں کہ انہیں انعام دے رہے تھے اور ان کو جن افراد کا دل بیلانے کے خواہش تھی مسلمات حاصل کر کے پردی ملک تک منتقل کر دے تھے۔ سندھو رام کی جتن کس میں تیار کر دیا کپڑے کے چند مخصوص قاتلوں کا اصرار آرمی کے ہاتھ ہی فروخت کیا جانا ایک بہت ہی قاش خور بات تھی۔ نتیجہ کپڑے کے یہ تمام مسلمات کی خرید و فروش کا ارجح ہے رہے تھے۔ سندھو رام کی موت کے بعد چونکہ یہ مسئلہ کچھ پریشان تھا اس لیے اس مسئلے میں کئی محنت تو کوئی نہیں تھا۔ اس واقعہ کی ترمیم کو سامنے رکھ کر ہی قیاس دانی کی جا سکتی تھی۔

"میں چاہتا ہوں کہ کچھ نہیں کی طرف سے آپ مجھے اس مسئلے میں یقین دہانی کروائیں کہ اب شہر کے کئی خوب سرگرم لوگ ہیں کیا جانے گا کہ کس احتیاج کے لیے آئے ہوں گے مگر میں نہیں... روتے یاد رکھیے کہ آپ کا ٹھکانہ میڈیا کی زبردست تنقید کی زد میں آ جائے گا۔" اس کی سوچ اور یہ پتا چلتا تھا کہ یہ خبر اذیت دہانی لگائی ہی کیے جا رہے تھے۔

"ٹھیک ہے۔ آپ کر لیں اورو۔" ملازمہ راتے جان پھرائی۔

"آپ نے اور آپ کی پردی نے اس سے پہلے کب عوام سے کیا ہوا کوئی وعدہ ہوا تھا ہے جو اس ایک وعدے کے پورا نہ ہونے پر کسی کو حیرت ہوگی۔" یہ اس کے ذہن میں ابھرنے والی اور سوچ تھی جس کا اس نے وزیر اعلیٰ کے سامنے اختیار نہیں کیا اور کھٹک کا سلسلہ ختم ہو جانے کو یقینیت جانتے ہوئے ریسیور ابھری کہ کراپے کا میں مصروف ہو گیا۔ انکی مشکل سے چند دھنست ہی مڑے تھے کہ کوئی ایک بار پھر جگ اٹھا۔ ریسیور اٹھانے پر اسے دوسری طرف سے ذی آئی تھی سہارا دے آئے انکے ہونے کی اطلاع ملی۔

"ٹھیک ہے۔ بات کرو۔" اس نے مصروف سے انداز میں اجازت دی۔

"ایک بیٹہ خود بچا گل۔" اس کی جگہ کے عذاب میں سہارا دہانی کچھ پریشان تھی کہ ان کی ساری دی۔

"کیا؟" اس نے چمک کر پوچھا۔

"کل رات جس خوب سرگرم کو توڑ کر دیا گیا تھا وہ چلیں کھڑی میں سر گیا ہے۔"

"کیسے؟" اس نے اطلاع پر دو دو چمکے دیکھے۔

"جی طور پر تو پست دھم کے بعد ہی کچھ کہا جا سکتا

ہے لیکن ناش کی ظاہری حالت دیکھ کر بھی کہا جا سکتا ہے کہ موت کا سبب زہر خوردانی ہے۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ گرفتاری کے بعد اس شخص کی شکل جتنی ہی تھی اور اس کے پاس موجود معمولی سے مسموم شے بھی قتلے میں لے لی گئی تھی اس لیے یہ نہیں سوچا جا سکتا کہ اس نے اپنے پاس زہر رکھ رکھا تھا جسے کھاتے کھاتے خود کھائی گئی۔ نتیجہ اس کی موت کا سبب بنے والا زہر باہر سے آیا تھا اور یہ بات ہمارے گلے کے لیے بدنامی کا سبب بن سکتی ہے۔"

"تو تم نے بہت تشویشک بات بتائی ہے۔ اس ایڈووکیٹ کو کہ تو میڈیا بہت طرفان پر اثر ہے۔ اپنے ہی ہم پر مسلسل تنقید بھری ہے۔" انکی نگاہیں پھیلے ہی میری وزیر اعلیٰ سے بات ہوئی ہے۔ وہ دہری طرح پر ہم ہورے تھے کہ ہمارا حکم کیوں ہاتھ دھو کر خوب سرائوں کے پیچھے چل گیا ہے۔" وہ ہنسنے والا کو وزیر اعلیٰ سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں آگاہ کرتے گا۔

"یہ تو واقعی بہت بڑا مسئلہ ہو جائے گا۔ چنانچہ ذمہ داری کے بعد ایڈی خود کو سنبھالتے ہوئے کام کر رہے ہیں جو پار ہے ہیں۔ ان کی محنت فی الحقیقت اس واقعہ میں کسی سیاسی لحاظ آرمی میں الجھ سکیں۔ ان حالات میں اگر وزیر اعلیٰ کی میڈیا کے ساتھ جھگڑے تو ہمیں بہت مشکل ہو جائے گی۔" سارنی بات میں سرسوار ہانے تشویش کا اظہار کیا۔

"مگر کوئی کچھ بھی نہیں ہے۔ وزیر اعلیٰ ہر ماں میں میڈیا کے ساتھ ہی کھڑے ہوں گے۔ میں اس شخص کو انکی طرح جانتا ہوں۔ سستی شہرت حاصل کرنے کا کوئی بھی سوچ خارج کرنے والا آدمی نہیں ہے۔ وہ بہر حال قلمی افلاں سب سے پیچھے طور کی موت کے وقت دہری پر موجود مسئلے کی تسکین کے حکامات جاری کرے گا۔ ایک ایک کو یہ یقین دلا دیا جائے کہ غلطی کے مرتکب ہونے والے افراد کے خلاف انگریزی کی چال چلی ہے۔ ساتھ ہی کوئی نہ کرنا کہ وہ بددعا بکرا جائے جس کے ذریعے وہ ہرایا گیا۔ نتیجہ یہ نکلے مسئلے میں سے ہی کوئی فراہم ہوگا۔ میں اس دوران اور بہت کرتا ہوں۔ ہم سب مل کر یہ کام کشمکش کر سکتے تھے وہ کر لیں اب انکی جتن کے اثر و رسواں سوائے میں انہما میں لیٹا تا کر ہو گیا ہے۔" ملازمہ راتے جان دہانت جاری کرنے کے ساتھ ساتھ اپنا جگر پر دھرا گیا تھا۔ جس کی سہارا انا موجودہ حالات میں جو حالت نہیں کر سکتا تھا وہ اس کی دلی خواہش تھی کہ اپنی جتنی کے کس میں موت ایک ایک کر کے اپنے انھوں کھل کر کر دیکھ جائے۔

"اور اس کے بعد میری صاحب اپنے اپنے ہی صاحب کے کیا حال ہیں۔ مجھے وہ رات نکالنے کے لیے قہر کم ہو گیا ہے۔" صوفے کی پشت سے ٹپک ٹپک کر رہیوں ٹانگیں خوب لپکتا کر چلتے ہوئے مسموم تاروں پر چلا۔

"میرا تو چلا ہے۔ یہ چارے اسے ہی کاہل بنائے تھے اس نے انکو دیکھ کر پوچھ کر لے لیے۔" تاروں کی بات کا جواب دے کر چھری نے جتن کی نے منہ سے نکالی اور اسے مدد طلب انداز میں ہونے والے انداز میں ایک نیا کس نکالا۔

"پھر کیا تو اسے قہر مانا ہے؟ کب ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے ہم پریشانی میں چلا گئے۔ ان کو توں کا کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ سب بندے وہ چھڑا دیں۔" انکی پیٹنے تشویش کا اظہار کیا۔

"اوسے نہیں تارو صاحب! ہنسی کرتے ہو۔ ذرا کڑی چوری طرح ہر دے۔ پتہ نہیں ہے۔ وہ انکی کوئی قلعی نہیں کرے گی کہ نہیں مشکل بن جائے۔ آپ تو بس اب اطمینان سے اس دن کا نظارہ کرنا اب اسے ہی ہمارے سامنے رک سے گھیر کر رکھ لے گا۔ اس وادی میں دیکھا ہے مجھے کہ کس کا کچھ لیکن لیکن ہی نہیں۔ بڑے سدا لے خاندان کا سہوت ہے۔ ہم سے ان کی نگاہ کر اپنے خاندان کی عزت رونے کا خطرہ نہیں مہاں سے گئے گا۔" چھری نے مدد طلب کیا۔

"بات تو آپ کی جگہ ٹھیک ہے۔ اب یہ تاہم کہ کب اس مسئلے میں سے فحاشات شروع کر دیں گے؟"

"وہ چاروں کر رونے دیں پھر بات بھی کر سکتے ہیں۔ انکی جلدی کیا ہے؟ انکی تو ہم چند دن اس اسے کے پیچھے کے تو بچے کا تماشہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ انکی خیریت ان کی ہیں اس نے ہر دن اب بھلاں آدمی کی جوت جگامانے۔ انکی آج بچہ ہمارا اس انجمن میں چھٹا ہوگا کہ تصویر میں ہم نے کھائی تھی یا کی اور نے اس کی ہے ہی کا تو شادی بچنے کے لیے ہی تو میں نے ان تصویروں کے ساتھ کوئی حد پڑھیں کچھ تھا۔

"کب ہے کب اسے ہر ہی سے نہیں خواہے کس کچھ پھرنے کی ہمت تو نہیں کر سکتا۔" چھری کی خوشی اس کے انک انک سے پھوٹ رہی تھی۔ شہر پار جس کے چھوٹ اس نے بیٹھ رکھ اٹھی تھی اب اپنے رات میں چھٹا نظر آ رہا تھا تو یہ کوئی معمولی بات تو نہیں تھی۔ اسے یقین تھا کہ ان تصویروں کے اوروں کے شہر پار کو ایک سیکر کے اس سے اپنے کی مصائبات پھر سے کرواتے جاتے ہیں۔

"اہل میں بات یہ ہے چھری صاحب! انکی پیٹنے ہوا ہو کر بیٹھتا ہوا اور انا کھٹکدار۔" اپنے ہاتھ صاحب

کچھ پریشان ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ چند روزہ میں معاملے کو ختم کیا جائے۔ تو ان کی جگہ بھی ہو سکتے۔"

"ایک تو بچہ ہے۔ نے پریشان کر رکھا ہے۔ اور احوال میں اس آدمی ہیں۔ مجھے یہ ہار دیاں کرنے سے کون کھا رہا ہے۔ اب آپ اسٹاف میں ہار کر گئے ہو۔ میرا تو سوچ رہا ہوں کہ چھری ان میں بندے سے۔ اپنے ہی سرا سب کی نظروں میں آگیا ہے۔ جان ہو کہ تو بھی پریشانی میں رہے گی نہیں۔" چھری نے ہاتھ گواہی دے کر کہا۔

"بچہ کا بھی خیال ہے کہ آپ اس سے جان چھڑانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کچھ سے کھات کر ہاتھ کر چھری صاحب کا رویہ کچھ برا جا رہا ہے۔ کچھ سے کھات سے بات نہیں کرتے کہ نہیں لیا تو نہیں کہ مجھے اس سرا سے بیٹاپ ہے انکہ کرنے سے پھر نہیں ہوں۔"

"تو آپ اسے بتا دیں کہ ان کا خیال ٹھیک ہے۔ فورسٹ آفیسر کا یہ ہے۔ ان کو جگہ جگہ بندہ آئے گا کام اسے پانچ کر لیں گے۔ خواہ وہ ایک ٹھیک کی زد میں آئے بندے کو اپنے ساتھ بھی رکھنے کی ضرورت سے نہیں۔ بہت کچھ لیا کر لے رہے ہوتے ہوتے کہ اب اس کی اور کوسج دے۔"

"یہ آقا آرمی بھی ذہن نہیں دگا چھری صاحب! جو کچھ جانے گا۔ ہو سکتا ہے کہ میرے شہر آکر دو کوئی ایسا قدم اٹھاے جس کے بعد ہمارے منہ مٹی سامنے آ جائیں۔ انکی تو جو کچھ ہے صرف ٹھیک کی حد تک میرا ہونے کوئی اقبالی جان دے تو ہم بڑی طرفان نہیں جائیں گے۔" تاروں نے اسے سامنے کی کڑا کٹ کا احساس دلیا۔

"میرے خیال میں اب یہ بھی اپنی طرف سے نہیں کر رہے ہیں۔ ہاتھ نے اپنی تشویش کے ساتھ یہ دیکھ کر بھی آپ کے کانوں تک پہنچائی ہے۔" چھری نے ہنسنے سے ہونے والی شکل دیکھ کر خود بخود چمک کر۔ ایک طرح سے اس کی طرف سے اعتراض تھا کہ انکی باجور نے انکی کوئی دیکھ لی ہے۔

"جی یہ معاملہ مجھے یہ پھوڑا دہانی میں صاحب! میں آپ باجور سے کھاتوں گا۔ کچھ نہیں کرو۔" چھری نے ایک دم ہی موڑ بدل کر اور نرم لہجے میں اسے کئی دینے کے بعد ایک باز موڑ کر دیا۔

"اچھا ہے! انکی پی صاحب کے لیے کھا ڈھانڈا لگوا۔" تاروں نے کھاتے اپنے جتن کے ساتھ بچہ کر کھانا نہیں کھایا۔ اس کے انداز سے تاروں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ اب حیرت میں موصوف پر کوئی بات نہیں کرے گا اور واقعی اس

نے کھانے کا شوق نہ تھا۔ اس نے کہا اور قیدی کو پہنچا دیا۔ صبح کے قریب میں نے پھر گانا پڑھنا شروع کر دیا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ دیکھنے میں کوئی کمزوری تھی۔ ہونے کی صورت میں ہنسنا کر لگے بے وقوف بن گئی ہے۔ مگر ایسا نہیں ہو سکتا اور وہ کچھ سمجھ نہیں آتا۔ وہ بھی کہتا تھا کہ میں نے اس کو پہنچا دیا تھا کہ وہاں سے چند روز سے نہ کر سکتا تھا۔ اس نے چلا گیا۔ میں نے کہا کہ وہاں سے کچھ دیر کے بعد چھپ کر رہیں گا اور دیکھیں گا کہ معاملات کی صورت اختیار کرتے ہیں لیکن وہ اتنے میں ہی دھڑکا گیا۔

اس نے ایک سال میں ہی سب کچھ کہہ ڈالا۔ جادو رانہ کی خبر بگڑا کر یہی کہی پولی گراف مشین کی طرح اس کے لیے وہ ایک ایک فقرہ کو پڑھتی رہی۔ ان کا تجربہ کہہ رہا تھا کہ اس نے جھوٹ سمجھ لیا۔ واقعات اس ترتیب سے پیش آئے ہیں جیسے اس نے بتایا ہے لیکن مصیبت یہ تھی کہ اس کی عزت اور لاف کی وجہ سے صرف وہ نہیں سمجھ سکتے تھے بلکہ ایک اہم قلمی بھی ہاتھ سے نکل جاتا تھا۔ ان کے تجربوں نے کی دن کی صحت کے بعد جہر لڑی کے دھندے میں سوٹ اس خیر نہ سہا کر پنا لگا تھا۔ حقیقی سے منسوب ہوا تھا کہ یہ خود سرا کچھ بڑے عہدے داروں تک بھی رسائی دیتا ہے اور انی بیزار اسے ملو کہ قرار دیتے ہوئے کہہ دیتے تھے کہ یہ تو کون ہے جو پچھلے جاسوسی کا کام انجام دے رہا ہو۔ اگر وہ لوگ اس کی زبان غفلت میں کام لیا ہو جاتے تو اس شخص تک رسائی ممکن ہو سکتی تھی۔ میں نے عرض کی کہ سب یہ کہہ رہے ہیں کہ اس کی بدست سے سارا منصوبہ ہی دھماکا ہو گا۔ البتہ اس بات کی تصدیق ہو گئی کہ اس کی وہ معلومات ایک اہم سربراہ جس کے ہاتھوں اپنے پہلے سے ملنے ہی نہیں ملے خود ہی اسے بخا دیتا تھا۔

”نے جاؤ اسے اور چپک کر دیکھو کہ اس نے کیا ہے“
 ”لکھ ہے یہ نہیں۔“ وہ جانتا تھا کہ اس کا یہ علم ہے مگر وہی ہے لیکن تو یہ کہ وہ جوڑہ تھا تو اس کی صورت تو لگتا ہی تھا۔
 ”میں تباہی دات کا مطلب نہیں لگتی۔“
 ”پاکل سیدھی سادی تو بات ہے۔ میں تباہی دات کی بات نہیں کہی ہوں اس لیے کہ یہی ہوں کہ کم اپنی اس زبردستی کی ہے جوڑہ داتی کے خلاف قانونی دھماکے کرنے کے لیے درخواست دو۔ درخواست میں لکھ دو گی کہ تم صرف دھماکا کر دو۔ تباہی دات درخواست کا آگے پہنچا۔ میری ذمہ داری ہے۔“
 ”فرہ دے کہ تم تباہی دات کے لیے شہید کی بات کا جواب نہ دیتے“

وہاں سے دیتے ہوئے اس نے ایک بار پھر اسے ساری بات کہانی۔
 ”لیکن تو میں کہہ رہی ہوں کہ میں ۲۲ فروری کو اسے کیا ہوا۔ اس کے کہنے پر ہی مگر وہاں کے خلاف مجھے اسکا رہی ہو۔“ وہ عرض کرنے لگا۔ اس نے کہا کہ وہاں کے درمیان حیثیت کا کوئی واضح فرق تھا اس کے وجہ سے اسے قلعہ کرنے کے لیے ”تم“ کا سینہ استہسان کرنا پڑا۔
 ”میں سمجھتا ہوں کہ تم نے اس کے خلاف نہیں دھم کے خلاف اسکا رہی ہوں۔ ایک ماہی دیا تو اس کا کہانی صرف پر پیمانہ دھم سے نشان اس کے ساتھ ہر اسرا اضافی ہے۔ میں جانتی ہوں کہ اس قدر اور انسانی کے خلاف آزاد اتھانے میں تباہی دات تھا۔“

”مگر تم یہ سب کہہ رہی ہو۔“ فرہ بھی تو میری طرح اس حوالی سے تباہی دات پر شک کرتی تھی۔ یہ وہاں پر تباہی دات کوئی نادرہ سیدھی دھماکا تو اس کی سرکاری دفتر تک پہنچا دے گی لیکن درخواست پر غور کون کرے گا؟ سارے اسرار قانون وڈے چور چوری کی ملٹی میں ہیں۔ کسی کی دھت ہی نہیں ہوئی کہ اس میں کچھ نہیں ہو سکتا۔
 ”اس بات کی تم فکر نہ کرو۔ مجھے تو سمجھے ہیں انہوں نے یہی مجھے تم تک پہنچا دینے کے لیے کہا ہے۔“

”کون؟ کون ہے وہ؟“
 ”اس بات کو دیکھو۔ تم صرف درخواست لکھوانے کی بات کرو اور پھر انتظار کرو کہ تمہیں یہاں سے نجات ملے گی۔“
 ”یہاں سے نجات ملے گی تو کیا فائدہ ہوگا؟ میرا جہان تھکانا ہوا تھا۔ وہ تو جی چکا اس صورت کے بدلے میں اس میرے بھائی بھی پچھل جاتا ہے۔ میں نے پہلے ہی انہیں دوا دکھ دیا ہے۔ اب وہ ان کی لڑتے خراب نہیں کر سکتی۔ اب جو بھی کرنا ہوگا اس آپ ہی کرواؤ۔“
 ”یہ بولتے مت ہو۔ تم کچھ نہیں کر سکتی۔ یہاں صورت کسی چار کی طرح ہے یہی ہے۔“ اس کے انکار پر کھڑا چھوڑ کر رہی۔
 ”تم نے دو گز تو نہیں ہو گئی تاکہ وقت آنے پر جیانی بھی جانی کو کھات لگے۔ میں میں بھی وقت کے انتظار میں ہوں۔“
 ”ابھا تم کچھ ہے۔ مت ناو میری بات۔ ابھا کرو کہ مجھے اپنے اس تڑپ قربان کا پتا ہے۔ تم اگر تم میں اس ہے

چارے کو تباہی داتی کوئی خبر نہ ہو۔ اس نے کہا۔ اس کی جلد دیکھتے ہوئے کھڑے ہات کا سر سوزا ہوا۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ قربان کا نام سننے پر فریاد کے چرے کا رنگ بدل گیا۔ اس بار اس نے ہاتھ میں دھت کے اس کے سوال کا جواب دے دیا۔ پھر یہ دیکھ رہی تھی کہ اس کے ہاتھ لگے۔ اس کی کیفیت کو دیکھتے ہوئے کھڑے ہو گئی۔ اسے عرض پہنچا دیا۔ سب میں کچھ اور دیکھنے کے لیے اٹھ گئی۔ بہتر شاہ کے کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس کی نظر پھلے دروازے سے اندر گئی تو اس نے وہاں فریاد کو اس کے ساتھ دیکھ کر ہی مچھلے مچھلے ہوئے دیکھا۔ بہتر شاہ لیکن کو اپنے ساتھ کھینچے پھر بہت خوش تھا اور اس خوشی کا اظہار اس نے بجا کر کر دیا تھا۔ فریاد کے ہاتھوں پر بھی مسکراہٹ تھی لیکن یہ مسکراہٹ خود پر کھانچے کرنے کے بعد اس نے اپنے ہاتھوں پر چائی ہو گی۔ کھڑا کھینچ کر ہی۔ دل میں میرا مسکراہٹ لیے وہ اپنی منزل سے اتر آئی۔ بیڑیاں اترتے ہی اس کا جی چور تھا اسے سامنے ہو گیا۔

”وڑے! ابور ہے ہیں تو ہی بھادو کے۔ جب دیکھو تب اور جاتی آتی نظر آتی ہے۔ وڑے چور کی صاحب نے ملنے بھی کیا ہے کہ اس سے زیادہ مکمل ملاپ کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو میری مت میں تو پکھا داتی نہیں ہے۔ جو میں میں آئے ہے اسی کوئی پکھلی ہے۔“ اسے بیڑیاں اترتے دیکھ کر اس نے فوراً تسلی کی۔

”نہ وہ کہہ جاتی ہوں اس میں چورے دن میں ایک ہی پیر تو لگتا ہے کہ یہاں کا اور تو میں بہتر شاہ کے لیے دیکھ لکھی گئی تھی۔“ وہی چور تھا اس سے بگاڑا مناسب تھا۔ یہ بات وہ بھی سمجھتی تھی کہ یہی زنی سے ذرا لڑا ہوا ہے۔ لکھ میں بولی اور اپنے کمرے کی طرف چو گئی۔ کمرے میں کھڑی کر اس نے دروازہ اندر سے بند کر دیا اور لہجہ میں پتھروں کی تھک سے کہہ دیا کہ میں اس کا کیا سوچاں نکال کر آؤں گا۔ ذرا دیر میں وہ آتھا کہ آج فریاد سے ہونے والی ملاقات کے بارے میں بتا رہی تھی۔

”آپ اسے بھانے کی کوشش کریں۔ اس طرح چپ رہ کر وہ اپنے ساتھ جہنم کمری ہے۔“
 ”میرے خیال میں یہ کام میرے ہتھ سے نہیں ہے قربان زیادہ بہتر طریقے سے کر سکتا ہے۔ میں نے فریاد سے اس کا ہاتھ ملو کر لیا ہے۔ آپ اسے پھر جاکر قربان سے نہیں۔ کسی دن سوچ دیکھ کر کم میں دونوں کی سواہل پر بات کر دیا دیکھا گے۔ قربان سمجھنے کا وہ وہ سادے ڈر خوف بھولی کر

باز کی بات ماننے پر راضی ہو جائے گی۔ اس نے آتھا کہ قربان کا پتا ہے۔ اسے اس کا پتا ہے۔“
 ”جو حکم مجھ پر ہے۔ اب آپ کے حکم کا نام ہے۔ آپ میرا کس کی دیہا کر رہے ہیں؟ کیا بات ہے۔ آج کل آپ کی طرف سے ملاقات کا حکم ملتا ہو گا؟ اب ہم سنکر ہیں اسے کسی پیام کو آپ کی طرف سے تو خوشی ہے۔“
 ”لیکن یہ بات کرنے کرتے ہو تو پکھلی خوشی پر اتر آیا اور کھڑا ہو گیا۔“

”اب اسی کھڑے سے اتر کر ملے ام میں ملے گا۔“
 ”میں جانتا۔ اب بھی نہیں ملے گا۔ ایسے احوال میں جو ہمارے رشتے کے شایان شان ہو۔ جب سے میرے نام کے ساتھ آپ کا نام جڑا ہے۔ اچھا آپ تو مسٹر لکھ ہے کہ کسی عام سی جگہ پر آپ سے ملنے کے لیے آئے گا۔“
 ”نہ تو میرے لیے کچھ میں جاتا ہوں۔“

”بہت خوب! ایسی ہی اب ہے۔“ اس نے کہا۔
 ”آپ نے ایک سے ملنے کو کہا۔“
 ”کوئی طرح نہیں۔ دیکھ لکھی جانتے کہ یہاں کبھی نہ مل سکے۔“
 ”اس کے دل میں فکر کا احساس ہو گا اور وہ مصلحتاً خوشی سے ہوں۔“
 ”جواب آتھا اس سے کہ بھانے اس سے ملنے ہی کمرے کے دروازے پر دھک کی آواز اٹھائی۔ کھڑے لے جلدی سے ہاتھ کاٹ کر سوجا۔ ایک دروازہ لگا اور دروازہ کھول دیا۔ سامنے بھی کھڑی تھی۔

”کیا بات ہے؟“
 ”یہی کہی ہوئی بات ہے۔“
 ”آپ کے کمرے کی صفائی کرنے کے لیے آئی تھی۔“
 ”اس کے لیے کچھ کی تھی کہ اس میں لائے بغیر اس نے جلدی ہوئی باتوں کے ساتھ تھا۔“
 ”کوئی ضرورت نہیں ہے۔“
 ”میرے کام دانی کر رہی ہے۔“
 ”اس نے کہا اور کھڑی سے اتر کر۔“

”میں تباہی داتی میں مل رہی ہوں۔“
 ”کے لیے کہہ رہی تھی۔“
 ”وہ کچھ ہے کہ میں کہہ رہی تھی۔“
 ”کئی دنوں سے آگے جودگی۔ کھڑا دروازے پر ہی کھڑی ہو کر سوجا انداز میں اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ لیکن اسے کچھ تھا کہ یہی چہ جہان اس کے ساتھ چلے گا۔ کوئی کہیں نہیں رہی ہے۔ وہ ملنے لگے کچھ نہیں لکھی تھیں آئے ہاتھ اسے اپنی ضرورت کی کہ وہ اس کی عمرانی

کی طرف سے غافل نہیں ہے۔ وہی ہی دل میں خود کو حریف قرار دے کر چھین کرتے ہوئے کشور بھیج کے تھروں سے قابو ہونے پر دروازہ سے پلٹ کر واپس اپنے بیوی آ کر بیٹ کی اور باپ نے بھی ایک کتاب لکھ کر پڑھنے کی نصیحتیں یہ پڑھنے والی لکھی تھیں جس کی کتاب سے خود کو پیدا کر نظر انداز کی جا سکتی۔

"ڈاکٹر ماریا کے مطلق آپ کی مطلوبہ معلومات حاصل ہو گئی ہیں سر! آپ نے جو ایلو پیتھوٹ کر دیا تھا وہ لاہور کے ہی گھر میں رکھی ہوئی تھی۔ مجھے والوں کے مطابق دو اور ان کی والدہ سنجیا تحریقا تین سال سے اس گھر میں رہ رہی ہیں۔ مجھے والوں سے ان لوگوں کا زیادہ ملنا جلتا نہیں البتہ مستحکم آتے جاتے آس جاتے ہیں انوں سے تھوڑی بہت بات کر سکتی تھی۔ پھر بھی صور پر مجھے والوں کے مطابق دونوں میں بنی شریف اور یہ طرہ فرما رہی ہیں۔ ڈاکٹر ماریا کے آواز آنے کے بارے میں مستحکم نے ایک دو مجھے راتوں کو بتایا تھا اور یہ آواز وہ طرہ کیا تھا کہ چند دن بعد وہ خود بھی بیٹی کے پاس چلی جائے گی۔ سنجیا تحریق آئی تو ان لوگوں نے بھی خیال کیا کہ وہ آواز چلی گئی ہے۔ جن لوگوں کے ذمے شہر نے یہ معلومات جمع کرنے کا کام لیا تھا۔ انہوں نے ڈاکٹر ماریا کے گھر کا جائزہ لیا ہے۔ گھر کا کافی سامان بندھا چڑا ہے جس سے اندازہ لگا دیا گیا ہے کہ کچھ نکل جانے کی تیاری میں تھے۔ ڈاکٹر ماریا جس ایجنسی میں چاہ کر رہی تھیں وہاں سے بھی ایجنسی اطلاع ملی ہے کہ وہ بہت اچھی قسم میں چاہ پھوڑ کر رہی تھیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے ایجنسی سے اپنے راجہات بھی وصول کر لیں کیے۔ "عبداللہ بن نے جہر پورٹ بھیجی کی وہ ڈاکٹر ماریا کی اپنے بارے میں سب کچھ رو بہ معلومات کی تصدیق کر رہی تھی۔ اس نے ایک گھبراہٹ سے لیتے ہوئے کہہ کر بی بی بیٹ سے ٹھیک لگا اور بھی آواز میں لایا۔

"ٹھیک ہے عبداللہ! ابھی ایسے ہی کہہ کر مارے داری سے انہما رو گئے ان لیے میں نے اسے تھکارت پہرا کیا تھا۔"

"مجھے آپ کے اس انداز پر خوشی ہے سر! ابھنے نے جاہا تو میں آئندہ بھی آپ کے احکام پر چلاؤں گا۔" اس نے سوز و غم سے اپنے گھر ذرا وقف کے بعد بولا۔ "کیا بات ہے سر! آپ مجھے کچھ پریشان نہ کر رہے ہیں؟ کیا آپ کو ڈاکٹر ماریا کی قسم کا کوئی شک ہے؟"

"نہیں! اصل میں میں ان کی والدہ کے مسئلے میں

معلومات حاصل کرنا چاہ رہا تھا۔ ڈاکٹر ماریا کے مطابق انہیں کسی نے جس بے جا نہیں رکھا تھا وہ ہے اور یہی خیال انہیں ایک مسئلہ کر رہا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ ان کی قسم کی مدد کرنے سے کس پہلے تھک کر انوں میں سے کسی ایک کو اس کے "تصویروں والا معاملہ" کا تذکرہ کر دے اسے لی اٹھان عبداللہ بن سے بھی شیئر کرنے کی کھت تھی کہ وہ اس لیے صرف اتنی بات کہہ کر اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

"ابو! آئی سی۔" عبداللہ بن نے ہونٹ کھنکھارے پھر پوچھنے لگا۔ "کیا ڈاکٹر ماریا نے کسی پر شک ظاہر کیا ہے؟"

"بہت سال پہلوں میں تو نہیں لیکن مجھے ان کی باتوں سے ایسا لگا تھا کہ شاید وہ چھری انھوں کی طرف سے انہما پر جان کیا جا رہا ہے۔" اس نے ایک بار پھر گرج کی دوا پانے ہوئے پھر جواب دیا۔

"پھر آپ نے کیا سوچا ہے؟ اس مسئلے میں ہمارا کیا لاگو نہیں ہونا چاہیے؟" عبداللہ بن نے مستحکم نظر آنے لگا۔ "لی! لگاؤ تو ہم قاضی رہیں گے۔ اگر ڈاکٹر ماریا کی والدہ دو تین دن میں کوئی دوا نہیں آجاتی ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ پھر کوئی کارروائی کر رہی ہے۔" اس کا یہ جواب اس کی فطرت کے خلاف تھا جسے عبداللہ بن نے غصے تو کیے لیکن حریف کوئی سوال کیے بغیر اس سے اجازت لے کر باہر چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد بھی شہر و رات کی دیر تک سوچ میں آوا دیا رہا۔ تصویروں والا یہ معاملہ کتنا بڑا سیکشن میں سکتا ہے، وہ وہ چلا تھا۔ اس سیکشن کے سامنے آنے پر ان کے خاندان کی ساکھ کو ہر گز چالی گھر مستحکم ہے تو کہ اسے صرف تصویریں بھیجی گئی تھیں۔ پیچھے والے نے نہ تو اپنے تعارف کروایا تھا اور نہ ہی کوئی ذخیرہ سامنے رکھی تھی۔ ان حالات میں وہ چھری انھوں سے براہ راست اس معاملہ پر کوئی بات کرنے کی چوڑی نہیں تھی تھا۔ وہ صاف کرچا کہ یہ ہمراہ کام نہیں۔ وہ ہزار دہ کے لیے یہ اپنے ساتھ چلے آئے والے والے کا دل بھی دتے تو بے کار تھا۔ وہ تصویریں اسے بھیجی گئی تھیں ان میں تو ڈاکٹر ماریا کا چہرہ نظر آ رہا تھا وہی کوئی اور انہیں شے کوئی دے رہی تھی جس سے بات کی جا سکتا کہ تصویریں حریف کے اندر بھیجی گئی ہیں۔ وہ عجیب مشکل میں پڑ گیا تھا۔ ہر کوئی بھی گھر والی تھی کہ جانے ان تصویروں کی بنیاد پر کون سا صاحب کر دیا جائے۔ لی اٹھان تو انہیں صورت حال میں چھین گیا تھا کہ انہما کو نہیں سکا تھا اور اقرار کرنے کا مطلب دشمن کے سامنے ہونے کی حقارت رکھنا تھا۔

"ڈاکٹر ماریا آپ سے بات کرنا چاہتی ہیں سر! لی! فون کی کھنکھاس اس نے چمک کر دیکھ کر اٹھایا تو دوسری طرف سے اسے اطلاع ملی گئی۔

"ٹھیک ہے۔ بات کرنا نہیں۔" ڈاکٹر ماریا کا نام سن کر اس نے اجازت دی۔ "ہلو! آئی سی صاحب! کیسے طراغ ہیں آپ کے؟" رابطہ بننے پر دوسری طرف سے ڈاکٹر ماریا نے اس سے پوچھا۔ پھر اس کی طرف سے کوئی جواب دیا ہے جانے سے ہی ہوئی۔ "خاطر ہے آپ پر جان ہوں گے۔ میں نے آپ کی پوچھنی کا سوچ کر ہی آپ کو فون کیا ہے۔"

"ٹھیک ہے سوچ۔" وہی اٹھان نے بھی کچھ کہہ کر اپنے ڈاکٹر ماریا کے فون کرنے کا ذکر کرنے سے اسے کیا فرق پڑا تھا۔ اپنی بھولتی بات کر کے بھی قسم کے تعذیب سے پیچھے ہی صاف انکار کر چکی تھی۔

"ٹھیک ہے وہ سب کچھ تو سب میں آپ کو اپنے پاس سوچو ایک دھیر دست خبر دوں گی۔"

"بھئی خیر!" اس کے لیے میں وہ جوش اٹھ کر اس کے کہہ دینی کر رہی پھر ان کے سیدھا ہو کر بیٹھے ہوئے ہی چلے گا۔ "آپ کا فون تو کھٹکا ہے نا؟ یہ نہ کہہ کر پھر یا کوئی اور ہماری منتظر ہوں گے۔" اس نے خیر خیر سے کہا تھا کہ

لے کر اپنی بات پہنچا تو آپ میرے سوا کسی پر کال کر لیں۔" اس نے اپنے سوا کسی پر نہ کر دیا۔ "ٹھیک ہے۔ میں ابھی کال کرتی ہوں۔" اس نے کہا اور فوراً رابطہ قطع کر دیا۔ چند سیکنڈ ہی کے بعد اس کے کہ اس کا سوا کسی کال آنے کی اطلاع دی کر لے گا۔ اس نے محبت پر کال دینی کی۔

چھری نے آپ کی تصویر یہاں ان کے کھنکھارے چمک کر لے لی۔ چھری کے بارے میں سوچو نہ خانے کے ایک کمرے میں طبع پھوڑ رہی ہے۔ اس گھر کی میں وہ اپنے خاص خاص کاغذات اور دوسری بی بی قیمت اشیاء رکھتا ہے۔

آپ کی تصویر یہ بھی اسی گھر کی بندرگاہ کی تھی۔ "آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟" ڈاکٹر ماریا کی پوچھش کے لیے میں نے ہم کردہ معلومات کو اس کے سامنے سے پڑھا۔

"اکل بات میں چھری کے بارے میں اس کے رخصتی ہو چکی۔ شراب کے نشے میں چھری وہ دوسرے گھر اپنی سب باتیں کر رہا تھا میں نے سنا وہ کچھ کر اس کے ساتھ یہ موضوع پھیل دیا۔ میں نے کہہ۔ چھری صاحب! آپ نے اسے شہر یا ر کو جو تصویریں بھیجی ہیں ان کو دیکھ کر اس کا مارا شک تو آپ پر جائے گا۔ وہ بڑا اتھار آ رہی ہے، پھر معلوم نہیں کہ آپ کی حریف کو دیکھ کر حریف اپنے پر اثر آئے۔ جواب میں وہ یوں کہہ کر اٹھ اٹھی کہ میں بھی پھر بھی اگر کسی طرح پر نہیں ہو جاتا ہے تو اسے ہی کے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ میں نے وہ تصویریں بھیج دی تھیں۔ اسے لی طبع پھوڑ رہی تھی جس سے کچھ کچھ اس کے لیے ممکن بنی تھی۔ بس پھر میں نے اس کو اس حریف جانی فون میں اٹھا دیا کہ اس نے خود اپنی خیر خبر گیری نے بارے میں ساری تفصیل اگل دی۔ مگر غیبٹ ہے بڑا چاہ۔ آپ کے بارے میں تو زبان کھول دی لیکن پھر ہی اس کے حق کچھ نہیں اٹھا۔ اب کوشش کروں گی کہ اس کی ہمارے اس کی زبان کھول سکوں۔"

اس کا مطلب ہے آپ کا مستحق چھری کی عظمت میں آجاتا ہے؟

"خیر ہے، میں سمجھ رہی ہوں۔ میری خدایاں اس کے ہاتھ میں ہیں اس لیے مجھے اس کا مطالبہ بھی ماننا پڑتا ہے اور انہما بھی اس وقت تک رات بے جا جب تک میں خود کو سن کر رہوں سے چھکارتا ہوں۔"

"میں کوشش کروں گا کہ آپ کی اس سلسلے میں کوئی مدد کر سکوں۔"

آپ اس کے سامنے سے بہت جا نہیں۔ مراحت نہ کرنے کی صورت میں آپ کی تصویر پر بھی مھر پر نہیں؟ نہیں گی اور آپ کو اندر اور آرام سے بھی نواز جائے گا۔ اگر آپ انتظار کرتے ہیں تو بیٹے میں دوسرے قاضوں کے ساتھ اپنی تصویر پر بھی دیکھنے کے لیے تیار رہے گا۔ دوسرے بھی اس بار بہت بڑے پلانے پر پہلے کا اجتماع کیا جا رہا ہے۔ کئی سیاسی اور سماجی شخصیات مدعو کی جائیں گی۔ میڈیا کو ترجیح تو لازمی ہے۔ سمجھیں آپ کوئی طرح چنیں جائیں گے اس لیے بہتر ہے کہ جو ٹھیک کر رہے ہیں۔ رگڑیں۔۔۔ بعد میں آپ کے پاس بچاؤ کی کوئی صورت نہیں رہے گی۔ وہ بہت ظلم سے مشغول رہے ہیں۔ اس کی باتیں میں کرشمہ ر کے گدگد آپ میں مشابہت دہن گئی۔

اس بار چوہدری نے اس پر بہت کارڈی مار کیا تھا۔ سب کچھ ان کی قریب سے چڑھا جاتا جس طرح ڈاکٹر بادشاہ کے مطابق چوہدری نے چار کر دکھا تھا وہ بھی صراحت چنیں جاتا۔ چوہدری کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ اپنے خاندان کے ناموں کو ذکر کر رہے کہ ان کے پاس کوئی راستہ نہ رہتا اور ان کو آپشن میں سے کسی ایک کا بھی انتخاب کرنا اس کے لیے کافی تھا۔ اس وقت تو ان کو بار بار کی صورت میں ایک طرح سے اس کی بھی امداد ہوئی تھی۔ وہ چوہدری کے بچائے ہوئے چال میں خود کو پھنسنے سے بچانے کے لیے ہاتھ بڑا رہ سکتا تھا۔

”آپ مجھ سے بڑا کوڑا بہت کر رہی ہیں اس کے لیے بہت بہت شکر ڈاکٹر بادشاہ۔ بیٹرا آپ مجھے چوہدری کی خفیہ جھڑپی کے حقیقی حقیقت سے آگاہ کریں۔“ اس نے بے حد محنت سے کہتے ہوئے درخواست کی۔ جواب میں ڈاکٹر بادشاہ سے مطلوبہ معلومات فراہم کرنے لگی۔

☆☆☆

کرتی پر بھی اور چوہدری کی نظریں ڈال لاکھ پر بھی دوڑی تھیں۔ نہیں بچے بھی پانچ منٹ ہائی تھے۔ اسے صرف پانچ منٹ ہی انتظار میں گزارنے تھے۔ پانچ منٹ بعد اس کی سعادتی خبریاں وہاں تک جا چیں۔ خدا اور حنائی وہ دونوں خبریاں وقت کی ہے حد پابند تھیں۔ انہیں اس شادی جتن میں اس کے ذریعہ مگرانی کام کرتے ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزارنا تھا۔ لیکن وہ یہ بات بھر حال چنانچہ بھی تھی کہ دونوں خیریاں وقت کی پابندی کے ساتھ ملے ہیں بے حد ذہن دار تھیں۔ انہیں ہر روز شام چوبیس ڈیوٹی پر پہنچنا ہوتا تھا اور انہوں نے بھی اس سلسلے میں کوئی کمی نہیں برتی تھی۔ آج بھی

انہیں معمول سے تھکن کھٹکے کا نظم دینے کے باوجود وہ مطمئن تھی کہ دونوں اپنی عادت اور تربیت کے مطابق ٹھیک وقت پر پہنچ جائیں گی۔ یہ یقین ہے غیور تھیں تو۔ دوسری طرف کرنل لوگوں کے لیے اور جس دن تک پر کام کر رہی تھیں اس میں ایسی پھولی پھولی باتوں کو بہت اہمیت دی جاتی تھی۔ اور یہی وہ تھی اور غفلت کا انجام: کالی اور تھکیل کے ساتھ ساتھ بناؤ کاٹ سوت بھی ہو سکتا تھا اس لیے وہ سب بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ آپ بھی انتظار کے چار منٹ عرصہ گزارے تو اس نے بیڑھوں پر کئی کے قدموں کی آواز سنائی۔ پھر ہروالی جسے میں جو کہ ایک وقت انتظار گزارا اور احتیاط کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ دونوں لوگوں کے چلنے پھرنے اور ہاتھ کرنے کی آواز میں سنائی دینے لگی۔ ایک منٹ کا مختصر دورانیہ جیسے ہی گزرا اور گھڑی نے میں بچے کا اعلان کیا اس کے کٹاؤں کے دوران بے پرواہی کی آواز ابھری۔

”کیا۔۔۔ کم۔۔۔“ اس نے پوچھا۔ انداز میں اچوت دی۔ فوراً ہی درد اور کھل اور دونوں جوان خیریاں اندر داخل ہوئیں۔ دونوں خبریں نے جہرے قراش قراش کے شور مچائیں۔ زبیر تن کر کے تھے۔ ان کی شکلیں انہیں میں کافی قریبی تھیں جس سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ آپس میں نہیں ہیں۔

”جو آئیٹ۔“ اس نے بیات لہجے میں ان دونوں سے کہا۔

”ٹھیک ہے میڈم۔“ وہ دونوں کرسیاں کھسکا کر ان پر بیٹھ گئیں اور پھر سوال کیے پھر نظروں سے اس کی طرف دیکھنے لگیں۔ اس طرح بے وقت اپنے بلاتے جانے پر وہ اندرونی طور پر بے حد اذیت تھیں۔ انہیں اندازہ تھا کہ محسوس سے بہت کر دیکھ رہے جانے کا مطلب تھا کہ کوئی خاص بات ہے۔

”تم دونوں جا رہی بہت اچھی دیکھ رہی ہو۔ سب کچھ تمہیں جو بھی کام ہوتا گیا تم دونوں نے ہی اسے بہت اچھے طریقے سے انجام دیا لیکن آج جو اسے دینی تھیں سوئی جا رہی ہے اور وہ صرف غلط ہے کہ۔ بے حد بڑک بھی ہے اس کام کو کرنے میں تمہیں بے حد ہوشیاری اور ہوش مندی کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ ناکامی کا نتیجہ صرف ایک صورت میں نکلے گا اور وہ ہے موت۔“ اس نے اپنے بیات اور سرد لہجے میں گفتگو کے لیے قہقہہ انداز میں۔

”ہم ہر ممکن طریقے سے اپنے کام پر لگنے کے ساتھ انجام دینے کی کوشش کریں گے۔ ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا لیکن اگر ایسا ہو گیا تو اوپر سے علم آنے سے پہلے ہم خود اپنے لیے موت کا انتخاب کر لیں گے۔ جانا چاہتے

کے قریب جیسے سر پہ بھی کاکھٹوف کے بت سے ہلکی سی چٹکی
 دے دے۔ یہ شہقت گہری چٹکی دوسری کرنے کے بعد وہ شخص
 ہلکی سی انگلیاں ہونے لگیں جیسے اس کا سر بھی تو پیلے ہی سے ہوش
 کے حسے لوٹ رہا تھا۔ ان دونوں کی طرف سے تھکن
 ہوتے ہوئے اس نے سنا کہ وہ کہتا ہے۔ اس ڈیرے پر اس
 کا بیکل ہارڈ ہارڈ تھا لیکن ڈاکٹر مارڈ نے اسے ہر بات اگلی
 تحصیل سے بتائی تھی کہ اسے ہلکی سی انجینیت کا احساس
 نہیں ہوا تھا۔ اپنے متعلق پر آنے والے ان دنوں آدمیوں کو
 غمزدگی کے بعد اس نے کئی تیسرے کی حواش میں بھی اس
 بے وقت مذاخ نہیں کیا تھا کہ ڈاکٹر مارڈ کے مطابق چوہری
 کی عدم موجودگی میں اسے اس کے دو تین سے زیادہ
 آدمی موجود دیکھتے ہوئے تھے۔ اگر کوئی تیسرا وہاں موجود ہوتا تو
 اس دھوکے شکن کے بعد اس سے آچکا ہوتا چنانچہ کسی بھی
 مداخلت کی طرف سے قطعی مطمئن وہ نہانے کی طرف بڑھ
 گیا۔ پھر یہاں اتر کر پچھلے کچھ کے بعد اس نے سب سے آخر
 میں موجود کرے گا رہ گیا۔ کمرے کے دروازے سے کسی جدید
 ساخت کا آئینہ لاک لگا ہوا تھا۔ اس کی مداخلت کے مطابق
 یہ چوہری کا کمرے خاص تھا جس کی چابی کا کمرے کے
 پاس ہونے کا کوئی مکان نہیں تھا۔ اس نے دھوکے میں موجود
 کاکھٹوف سہیلی کی اور بلاشبہ لاک پر قابض ہو گیا۔ یہ
 خانے میں کاکھٹوف پیلے کی آواز بڑی عریض ہوئی مگر اسے
 اطمینان تھا کہ یہ آواز باہر نہیں جس کی جاسکتی۔ ڈیرا گاؤں
 کی آبادی سے دور ذرا مشن سے ملنے میں تھا جہاں مونا
 چوہری کے کہیں کے ملاوٹ دوسرے لوگ رہ کر پلند
 نہیں کرتے تھے۔

کاکھٹوف سے نکلنے والی گولیوں نے لاک توڑ دی
 تھا۔ پھر کی شکر سے دروازہ کھول کر وہ کمرے میں داخل
 ہوا۔ کمرہ اندر دم کے انداز میں سو ہوا تھا اور یہ ہواٹ اتنی
 عمدہ تھی کہ دیکھنے والے کی آنکھیں رادار سے جان نہ پائیں
 لیکن اس کی آنکھوں سے کسی بھی قسم کی تھکن کے بجائے
 غرت اور کراہیت برسرِ روی تھی۔ یہ وہ کمرہ تھا جہاں کھینچی ہی
 رات چوہری نے ڈاکٹر مارڈ کی ہے جس اور چوہری کا قاتل وہ
 بھانپتا ہے وہ رات میں دیکھی گئی۔ اور بھی جانے سنی لڑکیاں
 اس کمرے میں آئی چلی رتی تھیں اور چوہری کی ہوس کا
 شک نہ پڑ رہی تھیں۔
 دل میں تو تھیں نہ رات غرت کے طوفان کو قابو میں
 رکھتے ہوئے وہ دو درمیں بیٹے ایک ٹھیک کی طرف بڑھا اور
 ہاتھ سے دھڑکا لیا کہ اسے اپنی طرف کھسکانے کے لیے

زور لگایا۔ ایک ٹھیک بائیں طرف موجود دروازے کے قدامت
 غائب ہو گیا۔ اس کے سامنے ایک اور ٹھیک موجود تھا
 جس میں بھی اور پھر کی شراب کی بوتلی تھیں۔ ان
 ہتوں کو دیکھ کر کبھی نہیں ہوتا تھا کہ کھینچی ہی ہتھوڑے کے
 لیے ایک ٹھیک کے پیچھے یہ غلیہ اندری جان کی ہے لیکن
 درحقیقت یہ بھی ایک ذاتی فکر کا نشان بننے والا دن سے وجہ
 تھا کہ ریلٹ ہائے۔ اگر اس کے ساتھ ڈاکٹر مارڈ کا قاتل نہ
 ہوتا تو وہ بھی دھوکا کہ جاتا لیکن اسے حقیقت معلوم تھی کہ اس
 شراب کی بوتلوں سے گہری اندری کے پیچھے کی جگہ ہے۔ اس
 نے اس اندری کو زور لگا کر دیکھ کر غلے میں ٹھیک ایک ٹھیک
 کی طرح دو بھی دروازے کے قدامت غائب ہو گئی۔ دراصل یہ
 سارا سینہ اپنی ہی اندری میں ہوا کہ ان کے درمیان جالیا گیا
 تھا۔ سر پر کی نظر ڈالنے والے کو خیال ہی نہیں گزرتا تھا کہ وہ
 کمرہ کی درمیانی دیوار ایک ٹھیک ہے بلکہ وہ ایک انگ
 دیوار پر تھا کہ درمیان میں یہ خیمہ جگہ پڑی گئی ہے۔ وہ اپنے
 بھی اس دھوکے تک دو طرح کے اندری کی رسائی تھی۔
 ایک چوہری کے ٹھیک خوار اور دست تھے تو دوسرے دست
 دوسرے افراد پر پیلے ہی پڑی تھی کہ نہ کسی گھبراہٹ کے سبب
 چوہری کے ہتھوں ہاتھ ہوتے تھے۔ دونوں گروہوں کے
 افراد کے پاس چوہری کے خلاف کچھ بھی سوچے نہ ہو
 کرنے کی کھینچی نہیں تھی۔ اب تک یہاں جو مظلوم افراد
 لے گئے تھے، ان میں شیعہ ڈاکٹر مارڈ ہی وہی شہرہ ہوتی
 تھی جس نے گھبراہٹ ہونے کے بعد خود اپنے حواس قائم رکھے
 تھے اور چوہری کے چہرہ پر باز جان کر یہاں سے باہر گئی
 تھی۔ اس کی اس باتی جلدی نے شہرہ رکابہ لگوا کیا تھا۔ اس
 وقت وہ دونوں اندریوں کے بہت جاننے کے بعد وہاں پیدا
 ہو جانے والے درمیانی غلے میں ٹھیک اپنے سامنے موجود گروہ
 کو دیکھ رہا تھا۔ کمرے میں داخل ہوئے ہی اس نے سوجا گروہ
 حواس رکھے وہاں روشنی کی کوئی تھی۔ وہ روشنی یہاں تک بھی
 گہری تھی۔ روشنی کی مدد سے وہ سامنے موجود گروہ کی جاندار
 نے رہا تھا۔ ڈاکٹر مارڈ نے اسے حال بتا دیا تھا کہ وہ گروہ
 کھوتے کے خرچے سے واقف تھیں۔ یہی چوہری نے
 اسے براہِ راست گہری کا دیوار کا دیوار ہے جو وہ اس میں
 موجود لاک کی قیامت سے اسے آگاہ کر سکے۔ خود اس کا
 انداز تھا کہ گہری میں گہروں والا نہ تھا ہی موجود ہو گا اور گہر
 ظاہر ہے صرف چوہری ہی جانتا ہو گا اس لیے اس نے سوچ
 لیا تھا کہ کسی ذمت میں پڑے بغیر سیدھے سیدھے راجہ اندری
 گولی سے ڈاک توڑ دے گا لیکن اب یہ لاک کا جائزہ لیا تو

اندازہ ہوا کہ یہ گہروں والا لاک کھینچی کے لیے کی طرح پر ہٹا
 تھا۔ قدرے ٹھیک انداز کا لاک ہے۔ گہری پر ٹھیک ڈاکٹر
 کی گہروں کے بجائے تھکن نہیں پڑ رہی تھی۔ یہ تو کی نہیں
 لاک تھا جس کا درست کی نہیں جیسے ہی ہاتھ پڑا، لاک
 کھل جاتا۔ ایک کوہ کر وہ سوچ میں پڑ گیا۔ چوہری کی
 قیامت کو سامنے رکھتے ہوئے اس نے فوراً کہا کہ اس جہیز بندہ
 کیا کسی نہیں بہت کر سکتا ہے؟ فوراً ہی اس کے ذہن میں
 چوہری کا نام اچلا۔ اس جیسا خود پلندہ ہونے سے اسے کسی
 سے کوئی سوچ سکتا تھا۔ پھر عالمشہ۔ اس نام میں "عالما"
 اور "شہ" دونوں سے تھے جن میں ہمارا ہمارا نہیں آتے
 تھے۔ اس نے ان دونوں کو ہی ہندی ہندی آواز میں نکالی
 کامات کر پڑا۔ اس نکالی پر وہ خود اسرا بھٹکا گیا۔
 بھٹکا ہٹ میں اس نے کاکھٹوف سہیلی کی اور لاک پر ڈاکٹر
 کرنے ہی چاہتا تھا کہ ایک اور خیال ذہن میں اچلا۔ اس
 خیال کو آزاد کرنے کے لیے اس نے آخری کوشش کے طور پر ہی
 آگے بڑھا۔ اس کا کھینچی میں ڈاکٹر۔ یہ چوہری پھر عالمشہ
 کے عمل نام کے ہر سے کے پیچھے خوف والا نہیں تھا تھے
 ڈاکٹر کی لاک کھل گیا۔ لاک کھینچی ہی اس نے گہری کی کات
 کھولا۔ اس کی آنکھیں گہرہ ہو گئیں۔ وہاں ہونے کے ٹھیک
 کا ایک ایمرہ کا ہوا تھا۔ غریب حرموں کا خون چن کر اور
 دوسری ہے لکھتوں سے نکالی گئی حرموں سے چوہری نے
 اپنی اس غلیہ گہری میں سونے کی شکل میں جمع کر رکھا تھا۔
 ہر حال، اسے سونے کے اس ڈیرے سے کوئی دیکھی نہیں تھی۔
 یہاں وہ اپنی آنکھوں کے حصول کے لیے آپا تھا جن کے
 ذریعے چوہری اور اس کے ساتھی اسے زہر کرنے کا منصوبہ
 بنا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے گہری کے پیلے خانے میں
 موجود ٹھیک کا لذت اور یہ تھکنوں کو ٹھیک شروع کر دیا۔
 ایک خانے میں اسے آفر کا پانی تھا پر اس میں تصویروں
 کے ساتھ ان کے ٹھیک زہری موجود تھے۔ اس خانے کو اپنی
 جلیٹ میں اڑانے کے بعد اس نے گہری کی حرم ہوا تھی لہذا
 چوہری دیکھا۔ اسے آفر کا پانی کی تصویروں کی حواش تھی۔ وقت
 کی تھکت کے باعث وہ وہاں موجود کاکھٹوف کی قیامت جاننے
 میں لپکتی تھیں۔ رہا تھا۔ اسے صرف تصویروں کی حواش تھی
 لیکن اس حواش میں اسے کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ ڈاکٹر وہ
 بائیں ہونے لگا۔ اس نے نہیں بیٹھے ہوئے اس نے گہری
 کو دیکھ کر سنے کی تھکت کو بائیں ان کی تھکانے کی کوشش نہیں
 کی البتہ شراب کی بوتلوں میں سے پتھر کی شراب کی بوتلی
 نکال کر اسے سر سے پیچنے کے بعد اس نے گہروں سے

نکرا کر توڑا۔ جتنی شراب بوتلوں سے کھل کر ہتھ پر گئی
 اور کمرہ کھل گیا۔ اس نے پھر کیا۔ اس نے سائے کو ہار پڑا۔ گہری
 ڈاکٹر تھا۔ یہ ڈاکٹر وہ کمرے میں داخل ہونے کے بعد وہاں کا
 جائزہ لیتے ہوئے پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ اس کے کچھ لے کی
 معمولی سی پیشکش سے گہری ڈاکٹر نے ایک سرخ شہلا گار۔ اس
 نے کسی خون آشام یا کسی سرخ زبان جیسا شہلا گار اس لاکٹر
 کو پیش کی طرف اچھا لگا۔ وہ ڈاکٹر کو قدم لگا ہوا تھا کچھ مڑ
 کے دیکھے، باہر لپٹ چا گیا۔ کچھ مڑ کر دیکھنے کی ضرورت ہی
 نہیں تھی۔ وہ جانتا تھا کہ ایک ٹھیک سے وہاں کی شکل بھڑک
 چکے ہوں گے۔ یہ سرخ سرخ شہلے ڈاکٹر وہ چوہری کے
 اس پیش کردہ کو خاک میں بدل دیتے مگر اسے کوئی افسوس
 نہیں تھا۔ چوہری کا لاک ہاتھ خاک میں تبدیل ہونے کے
 باوجود ان مظلوم گروہوں کے ٹھکانے کا آواز نہیں ہو سکتا تھا جن
 کے گہروں میں اس پیش کردہ سے کسی نہ مال کیے گئے تھے۔
 اس نے جو دیکھ کر تھا، وہ ظالم اور اس کے ظلم کے
 خلاف غرت کا معمولی انہاد تھا۔ انہاد کے اس لیے میں وہ
 ہوس چکا تھا کہ وہ ایک اونچے خانہ میں سے تھکن دیکھنے والا،
 اسے دار اور قانون کا پاسدار مستند کھڑے ہے۔ اس وقت
 وہ ایک چن باتی اور جیسے سے گہرا نوجوان تھا جس کے ذہن
 میں اقبال کا شعر کوئی رہا تھا۔
 اس کیفیت کے ہر خوش گدہ کو ہر ڈاکٹر
 جس کیفیت سے اہقان کو سہرہ ہوا رہی
 اپنے پیچھے جاری شعلوں کے دھک کو چھوڑ کر وہ اپنے
 سے باہر نکل آیا۔ سونہ رنگ اپنی جگہ پر موجود تھی۔ ارادہ میں
 وہ اس پر سوار ہو کر آواز سے باہر جانے والے راستے پر گامزن
 تھا۔ رات کی کاسٹروں نے پہلے سے بھی کم وقت میں گہرا۔
 چوکیدار اس کی ہدایت کے مطابق مستعد اور چوکیدار کا
 حکم تھا۔
 "صبح سے پہلے ہی وہ آوی جو یہ بانگ دے کر گیا
 تھا وہاں آئے گا۔ کم بانگ اس کے حوائے کر دیا۔" سر
 موجود ویلٹ اتار کر اسے پہلے سے بھی کم وقت میں گہرا۔
 ویلٹ کے ساتھ نکلتے ہوئے اس نے چوکیدار کو کم دیا۔
 "ٹھیک بھر" چوکیدار نے جواب دیا۔
 "اور ہاں غلام نے اسے غراتر کے لیے ج
 رو غراتر دی گئی، وہ میں نے حضور گری ہے۔ بہت جلد
 اپنی خواہش کے مطابق اپنے آپ کو ملے گا میں جا کر وہاں
 کام کر سکتا ہوں۔" اندری کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے اس نے
 چوکیدار سے کہا۔

"بہت بہت شکر ہے" "جی کئی اور خوش ہو گیا۔"
 "شکر ہے کی کوئی ضرورت نہیں... بس آج کی رات کو
 ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھول جاؤں نہ تمہارا شمار ہو سکے۔" اس
 نے بے حد مردہ لہجے میں کئی گونہ انداز کی طرف بڑھ گیا۔ اس
 کے بچے کی سننا بہت اچھی رہی تھی مگر وہ بڑی ہی محسوس کرتا تھا
 جو کچھ کہتا تھا وہی اچھا ہی دیتا تھا۔

☆ ☆ ☆
 "آپ خوب تر ماری ہیں مجھے۔ آپ کو کچھ معلوم
 کہ میں آپ سے ملنے کے لیے کتنا بے قرار ہوں۔"
 "مجھے کچھ بھی تو پتہ ہی ہے بے قرار رہتے تھے اور آپ
 پابندی لگاتے تھے۔" وہ اس کی بے قراری کا لطف لیتے
 ہوئے دھڑکے ہوئے منہ پر ہنس پڑا۔

"جب اور آپ میں بڑا فرق ہے تو میرے پہلے میں سے
 روکنا تھا وہ میرا بادل کی ایک چھوٹی سی ٹھنک نہیں اب جس سے
 ملنے کی خواہش کر رہا ہوں، وہ میری منگود ہے۔" آفتاب
 نے جھپٹا۔

"مجھ فرق تو مجھے درسا ہے۔ میں نے پہلے ہی آپ
 سے کہا تھا کہ آپ اس پہلے والی جگہ پر مل جائے رہے تھے
 شاید یہ نشان بھی تھا۔ میں آپ سے ملوں گی نہیں ابھی نہیں۔
 ذرا مجھے سوجھنے دے دیں مگر میں لاہور میں جاؤں گی۔ آپ بھی
 وہیں آجائیے گا۔"

"اس پر تو رام پر عمل درآمد کرنے میں کتنا وقت لگے
 گا؟" آفتاب نے بے نیازی سے پوچھا۔
 "مجھ کچھ نہیں پتا۔" اس نے ہلکے جھک چہ کہ بڑی
 ماں کو کسی قسم کی ہلک چکی ہے۔ ان کی چوٹی ملاؤں میں میری
 نوہ میں رہنے کی کوشش کرتی ہیں۔ مجھے آپ سے ملنے پر بات
 کرنے کے لیے بھی بہت قہار رہنا پڑتا ہے۔" اس نے اپنی
 عجیب سی بات کی توجہ خوشی میں مبتلا ہو گیا۔
 "میں آپ کی مشکل میں نہ پڑ جائیں۔"

"آپ بے فکر رہیں۔ میں پوری طرح اوشیاد رہتی
 ہوں۔" منگود نے اسے اسی دی اور پھر کھٹک کا موضوع ہونے
 کی غرض سے بولی۔ "آپ نے فریڈ والے معاملے میں کچھ
 کیا؟" اس نے پوچھا۔ "آپ نے فریڈ کا کیا معلوم کرنے کا کیا تھا۔"
 "آپ کے قسم کی کھیل ہو چکی ہے مگر کارائیں نے اپنے
 ایک شاکر کر دے ذکر کیا تھا۔ دو قرآن کو جانتا ہے۔ اگر میں
 اس سے نکالوں گا تو دو قرآن کو میرے پاس لے آئے گا مگر ہم
 اس کی ضرورت ہی آپس میں بات کر دیاں گے۔"

"تھک چکا آفتاب: اصل میں فریڈ کے ملنے میں جا
 ہر محسوس کرتی ہوں۔ اس پر غم ہوا ہے اور غم کرنے والے

میرے اپنے ہیں۔" گھر میری مدد سے وہ اس اذیت ناک
 زندگی سے نجات پانے میں کامیاب ہو گئی تو مجھے بہت خوشی ہو
 گئی۔ "دو روزہ مندی سے بولی۔

"نیکو! والد آپ کی یہ خواہش ضرور پوری ہو گئی۔"
 آفتاب نے صدقہ دل سے کہا مگر حریف بولا۔ "مجھے یہ نہیں
 ہے کہ آپ ابھی فریڈ سے میری بات کر دیاں گی؟ ہو سکتا ہے
 آپ کی باتوں پر اس نے یقین نہ کیا ہو۔ میں بات کروں تو وہ
 کانٹا ہو جائے کہ وہ ان ام اس کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ میں
 اسے یقین دلائی کروانے کی کوشش کروں گا کہ اسے ہی صاحب
 بذات خود اس کے کس میں دھکیلا رہے ہیں۔ وہ ذرا ہی
 بہت کرے گا اور اس کا ہوا ہے تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔"

"میں کوشش کرتی ہوں۔" آپ انتظار کریں۔ اگر فریڈ
 راضی ہوگی تو میں تھوڑی دیر بعد آپ کو مل کر دیاں گی۔" اس
 نے آفتاب سے کہتے ہوئے کال منقطع کر دی اور وہاں کی کو
 اپنی اور حریف میں چھپاتے ہوئے بے خبر گئی۔ اس کے کمرے سے
 باہر چلتے ہی وہاں ایک گھر بس کے قریب آئی۔ منگود کی طرف
 سے بھی اور ملاؤں پر بے پناہ شگ کے اٹھارے کے بعد اس نے
 یہ کچھ جھنجھکی کی کہ کچھ دیر کوشش پر بات کرے گی۔
 باہر سے سننا کہ کوئی اس کے کمرے سے اور اسے یہ کہہ
 کہ میں نے کچھ کوشش کرے تو وہ رکا دیا۔

"میں تھوڑی دیر کے لیے اوپر جا رہی ہوں۔" فر
 پھاں کا خیال رکھنا۔ "میری ہے؟" اس نے کہتے ہوئے دھڑکے
 گئی۔ اوپر کی منزل کی سیر میں اس کے کمرے سے وہ اوپر چلی اور
 سب سے پہلے بنو اوشہ کے کمرے میں پہنچا۔ وہ اپنے بڑے
 پر پکھن بنو اوشہ کے کمرے میں ملاؤں کی کار پین پر کھڑی ہوئی
 بنو اوشہ کی تھی۔ اس کے کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے اس
 کمرے کی طرف بڑھی جہاں فریڈ کا کیم تھا۔ اور اس نے ک
 چلی اور اسے تھما کئی نیا راشنی بہت چپ کے بلے کا پتہ دے
 دی تھی جو اس بات کی علامت تھی کہ فریڈ وہاں رہتی ہے۔ اس
 کی بنو میں مخالفت کے خیال سے وہ تھوڑی سی چلی مگر پھر
 جانے کو اسے اس میں ہوا کہ اندر کمرے میں بنو کے چہ
 والی خاموشی جیسا ہے۔ ایک ہار پینک کر لیتے کے خیال سے
 اس نے دروازے کو کھولا۔ تھ سے بگا سا دھکیں کر کھوڑ۔ دروازہ
 کھلتے ہی اس پر گونگائی پھاؤ آکر۔ کمرے کا منظر جانکی
 آنکھوں سے اچھلتے سے باہر اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ
 سب کچھ حقیقت ہے۔

حفاظت و سلامت کی شکل۔ یہاں کی ملاؤں میں سرگوداں
 ملاؤں کی دانسی جیت کے وہاں ابھی ملاؤں

اسے اپنے ارد گرد موجود ہر شے کو جتنی ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ یوں لگتا تھا کہ یہ پتھر اسے جوئے دے دیا اور اچ رہی قوت سے اس کو اس سے گھرائیں گے اور اسے پائش پائش کر کے کھکھو گئے۔ موجودہ منظر نے اس کی ساری اشیاء قوت و پائائز کے کھکھو دیا تھا۔ آفتاب کی اپنی زندگی میں آہ سے گھن وہ غرض کے وجود سے ناواقف تھی۔ زندگی اس کے نزدیک ایک جلتے جلتے حرائش تھے جسے سفر کرنے کے سوا کچھ نہیں تھی۔ لیکن ابھی وہ جس لمبے میں موجود تھی، وہ تو ساری عمر کے دکھوں سے بھرا کر تکلیف دہ تھا۔ آج اس نے اپنی زندگی کا سب سے کم پھر دیکھا تھا۔ اس منظر نے اسے بہت کچھ یاد دلایا تھا۔

”یقیناً ٹھیک تو ہوئی، لی! کیا کسی نے دیکھ لیا ہے؟“
 پر بھائی کے عالم میں اس نے کشور سے کچھ نہیں بھرا سے
 احساس ہو کہ ستر پر مگر کی کشور ہی کی طرح کچھ کچھ رہا ہے اور
 کوئی جواب دینے کے قادر نہیں ہے۔ اس نے جلدی سے
 اسے ایک شخص اور چاہا اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کی
 چھیلیاں دھڑکنے لگی۔ کوئی دیر بعد کشور کی حالت ڈرا
 سنیں۔

وہاں سے دیکھ کر دل میں یہ بات آئی کہ میں کس چیز کو جانے اور وہاں
میں ۱۰ جاؤں۔ ان کے خاندان کے سرور میں طالع اور میرا
ہوت ہیں، یہ حقیقت جاننے کے ارادہ اس کے لیے اپنے
اپ کو دو محدود روپ دینے کے بعد نصیب ثابت ہوا تھا۔ وہ
جانتی تھی کہ اس کا باپ ایک نرا آدمی ہے لیکن یہ شخص تھی کہ
وہ اتنا بڑا ۱۰ ہے کہ اسے اپنے دوستوں کے تقدس کا بھی
احساس نہیں۔ وہ اپنے ذاتی مفاد دینے کی ہوشیاری کو بھی بھڑ
سے دیکھنے کے بجائے اپنی دلچسپی بڑھاتا۔ وہ اپنے دل میں
اس کے لیے اپنی شدید غرت محسوس کر رہی تھی کہ اس کے
مقابل کمزری ہو کر میں اس غرت کا اعتبار کر سکتی تھی۔

کرتی ہوں۔ کشمیر اور ہندوستان کے بھائی بہن نہیں اس لیے
 کشمیر کو اس سے نیچے نہیں دیتی۔ ”۔ ہونٹوں پر حیران ہونے لگے
 ایک بڑی چہرہ حزن سے دھنی تھی لیکن خود کو بچتے دیکھ کر
 اشارے سے کلاپے سے اٹھ اٹھی۔ سوچ کر دیکھ لے سے ہاتھ دھو
 لگی۔ اس کی آپس حرکت پر بڑی چہرہ حزن کوئی حوالہ دینا
 کرتی، اس سے چہل چل کرے کے دروازے پر ضرور وار
 دیکھ جاتی اور پھر ایک مڑ مڑ پر نشان اور تھمرائی ہوئی اندر
 داخل ہوتی۔

وہاں عجیب حالت تھا۔ بین و بندوں کو کوشش دے رہے تھے۔ ہرگز نہ
 تھا۔ وہاں کی گاہک نہ لگے۔ بچے نہ خانے کی آگ بجھانے کی
 کوشش کر رہے تھے۔ میں بھی ان کے ساتھ لگ گیا۔ آگ
 بجھانے کی کوشش میں ان دونوں سے بھینٹ پڑی۔ انہوں نے ہاتھ
 کو کھینچا۔ ہاتھ سے میں پھینکے۔ کھینچا۔ اس نے کون
 کو بھی لٹکانے لگا۔ اور ان دونوں کو بھی بے ہوش کر ڈالا۔ وہ
 بے ہوش میں آئے تو بندہ کہتا تھا کہ بچے نہ خانے میں آگ لگی
 ہوئی تھی۔

”یہ کیا کھانا ہے؟“ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں ہائی کے
 لال میں اتنی برکات تھیں کہ چوہری ان کے اوپر سے میں
 میں کر رہے تھے۔ ”چوہری نے جین کر کھڑک اٹھا۔“
 ”معلوم نہیں چوہری صاحب! دونوں بندوں کا
 کہنا ہے کہ انہوں نے اس آدمی کی شکل میں دیکھی کہ یہ
 اندازہ ضرور ہے کہ وہ دھڑا آہٹ کر رہے ہوں گے۔
 وہ تو جھٹک کر رہے تھے کہ وہ بندہ آدمی کے بجائے کوئی
 بھوت لگتا تھا جو پوری کوشش کے باوجود ان کے قابو
 میں نہ آ رہا تھا۔“

”ان بھوتوں کی تو میں کمال سمجھتا ہوں گا۔ چاہے
 ہوں گے تو نہ کرے اس سے بہتر نہیں ہوئی۔ اور اب یہاں
 رہے ہیں کہ کوئی بھوت تھا۔ کھانا تو بھلا کی ضرورت نہ تھی
 ہے کہ اسے میں نہیں کر سکتا۔ لگاتار۔ وہ تو میرا کوئی دشمن
 تھا جو ان بندوں کی شخصیت کی وجہ سے ہاتھ دیکھ گیا ہے۔ ان
 تمام خدشوں سے تو میں ابھی طرح مر رہا ہوں گا۔ پہلے میں
 دیر سے پر جا کے دیکھوں کہ وہاں کیا مشرب ہے۔“
 ”نہیں سے۔“
 ”میرا ہونے چاہیے کہ اسے چوہری اپنے تخت سے اٹھ
 کر اہل چوہریوں ہادی وہاں ایک شان دار لیڈر کر دے
 میں بیٹھے اسی کے خلاف چاہ رہے تھے۔ لیڈر کر دے
 طاقتور اچھے سے بہت بڑی سے انہیں ان کی عزت تک پہنچے
 دیا۔ چوہری زمین پر زور زور سے دھڑک رہا تھا۔
 میں راضی ہوا۔ سنا ہے اس کے پیچھے کون کی لاشیں
 موزوں تھیں۔ ان لاشوں کے قریب شریف اور اس کا ماحی سر
 جھانکے بیٹھے تھے۔ چوہری کے ہاتھ دوسرے کا دھکے لگے
 دیر سے پر سوز رہے۔ ان سب کے ہاتھ سے ہاتھ تھے
 میں شریف اور اس کے سامنے کی حالت دیکھی تھی۔ وہ جانتے
 تھے کہ رات چوہری کیسے تیار ہے۔ اس کی ذمہ داری اچھی کے
 مرزاں چاہتے تھے۔ اور چوہری کے نزدیک یہ ناکامی جڑی
 کے دھکے میں آئی تھی۔ اس لیے وہ اس خوف زدہ تھے

کہ خانے ان کا کیا انجام ہوا؟ اگر انہیں اپنے پیچھے اپنے
 بچوں کی زندگی کا خوف نہ ہوتا تو وہ ہوش میں آتے۔ بھوت
 انہیں کو بھی یہاں رہنے کے بجائے گاؤں سے فرار ہو جاتے
 میں ہی طاقت تھکتے۔ اپنے گروہوں کا لڑنے غیر اہل
 کر دہائی ذات کی طرف دینے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ لیکن
 میرے حال، انجام سے غم زدہ تھے۔ چوہری کو اندازہ
 ہوتے۔ کچھ نہ تو وہ کسی حد تک جانور کی طرح ٹپک کر اس کے قریب
 آئے اور اس کی باتوں میں اپنے سر دکھایا۔

”صورت تم کو ان تک فرماؤں گی۔“ چوہری نے
 دونوں کے سروں پر ہاتھ پڑی۔ یہ سزاوار اور غور کرنا کی
 اس طرف سے نہ تھا جہاں خانے کا رست تھا۔ کٹی اور
 دونوں اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ لیکن بڑی پر قدم رکھتی تھی
 ان کے ہاتھوں سے وہ شخصیت کی طرف جھٹکتے تھے۔
 کو بچنے کے ہاتھ کے بعد آتی ہے۔ آگ بجھانے کا وہ چوہری
 جی چاہتا تھا۔ وہاں تو میں بھرا ہوا تھا لیکن بہر حال، شخص
 ضرور ٹھوس ہو رہی تھی۔ چوہری نے سب سے پہلے اپنے
 ہاتھوں کو دھکا دیا۔ اسے گاؤں اندر لے کر آیا۔
 اس کا بیشتر حصہ میں چھوٹا تھا۔ چوہری نے پوکھ پر کمر
 ہو کر کھڑک کر کے اسے گاؤں لے کر اسے میں صوبہ
 تھے۔ آگ کے مھوں نے چٹ لیا تھا۔ وہاں اگر کوئی
 بنے سے وہ بھی کیا تو میں ایک سیوا دھانچے کی صورت میں
 ہی سو رہا تھا۔ بڑی چہرے سے اسے لگے تھے کہ
 ہاتھ دیکھ کر اسے چھوٹا تو ضرور لگتا تھا۔ میں نے بھی
 اسے گھڑی میں سوجھایا۔ اپنے خزانے کی طرف۔ وہ بھی
 آگ بھڑک کر اسے اسی کی فاصلے کے اندر اسے غلے
 گاؤں میں اس کی فضا بھری ہوئی تھی۔ چوہری ہائی
 ہوئی تھی۔ اس میں رکھے کاغذات میں سرخاں رہے تھے۔
 سونے کا جیڑی میں تھا۔ انہیں بہر حال سوجھایا۔

”اسے ہی منہ دیکھ میں اس ترختو نہ پر دھکا۔“
 اس نے سونے کے ڈھیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ
 کو طلب کیے تھے۔
 ”بھڑک رہا۔“ کٹی کو معلوم تھا کہ یہ تم اس کے لیے
 ہے اس سے فوراً مستعدی سے جواب دیا۔
 چوہری چٹ کر کے اسے ہاتھ لگا۔ آگ بچے
 خفاک سر پہنے سے کٹی میں بہر حال چپ ہوئی تھی۔
 آگ کے شعلوں نے اس کے سر سے سونے خانے کے کسی
 اور مجھے کو بھٹ میں نہیں تھا۔ اس کا ہاتھ تو بھڑک کر
 کارندوں کے لیے آگ بجھانے کی سوجھ بوجھ نہ تھی۔

سے لگے کے بعد وہ خانے میں سرے ٹپک رہا۔ اور اسے
 چوہری کو بچنے کے لیے میں آگیا۔ اس کے پیچھے پیچھے
 چھوٹی کٹی جیڑی کے لیے وہ چپ رہ گیا تھا۔ کٹی سے
 میں کٹی کر چوہری نے اپنا سوا ہاتھ نکال کر نہیں پڑی کا ٹپک
 لال کیا۔

”تین چار فون کرنے کے بعد خانے چوہری
 صاحب!۔۔۔ لیکن تمہارے آپ کو میرے فون سے پہلے ہی خبر
 لگی ہے۔“ کٹی دیکھ کر اسے ہی سزاوار سے ہاتھ پڑا کر دیا۔
 ”کیسی خبر؟“ چوہری کو میرے لیے چھوٹا۔

”اور اس کا مطلب ہے آپ کو نہیں معلوم۔ اچھی بات
 دیکھ چکی ہیں۔ اس بات پر ہمت سے اس کا فون آپ پر۔
 اس نے مجھے تھکا کر اٹھا لیا۔ چوہری کو اندازہ اسے لے کر
 اپنے ہاتھ آئے تھے۔ ہاتھ کا چپک۔ اس پر تھی؟ اس کو
 اندازہ ہو گیا کہ دوسرا چکا ہے اور صحت کی وجہ ہوت
 ہے۔“ انہیں نے بھڑک کر بات کی۔

”دوسرا۔۔۔ یہ کٹی دوسری بڑی خبر سننے کوئی۔“
 چوہری نے تھیرا دیا۔
 ”دوسری بڑی خبر اس بات سے آپ کا کیا مطلب
 ہے؟“ میں نے پوچھا۔

”بھڑک رہے ہیں۔ اس کے خانے میں کسی نے ہمت
 لگا دی ہے۔ میرا فون اس میں کڑک رہا تھا۔ رات
 خانے میں آئی دیر سے میں نہیں آ رہا تھا۔ اس نے پہلے میرے
 فون کو کوئی دھڑک کر بند کر دیا۔ وہ ہوش کر کے
 خانے میں۔ گاؤں۔ ہاتھ لگا کر وہ ساتھ میں لگے
 بھی گیا ہو۔ میں۔ میں اندازہ نہیں لگا سکا۔ آپ کو کسی
 گاؤں میں کسی۔ میں اس سے ڈرتا ہوں۔ کٹی نے چھان لیا تو
 کریں۔“ چوہری نے اپنی بات کی وضاحت کی۔

”یہ تو بڑی بڑی خبر ہے۔ آپ نے۔ ایسا کون سا
 دار و شاہ ہے؟“ آپ کا جس نے دیر سے میں میں رہے
 گاؤں میں کرنے کی ہمت کی؟ بہر حال، آپ نے بھڑک کر
 ہوں۔ میں ہی آج کل میں ہوں۔ ہاتھ لگا کر اسے معاملہ میں
 گاؤں میں اسے کٹی چھوڑ کر گئے۔ ”میں نے چوہری کو
 کٹی دے کر فون بند کر دیا۔ فون سے فارغ ہو کر چوہری
 ہاتھ کی طرف تھیرا۔

”کامیاب ہو گیا ہے ہاتھ لگا۔ اس میں تیار ہاتھ
 صحت بہت لگ رہی ہے۔ کٹی نے کٹی کٹی ہو کر
 اسے لگ کر رہے۔ تو تھا۔ کٹی کو بڑی ہی میں ہوئی
 تھی۔“ چوہری نے چپ سے چھان لیا۔ دار و شاہ ہوئی تھی۔

”کٹی کو بڑی ہی میں ہوئی تھی۔ اس میں آپ کا پیغام
 لے کر ہاتھ صاحب کے پاس گیا۔ پروگرام کے مطابق میں
 کافی رات کے ہاتھ پہنچا تھا۔ جب میں پیغام پہنچ کر فارغ
 ہوا تو اور بھی دیر ہو گئی تھی۔ آپ کو معلوم ہی ہے کہ ہاتھ
 صاحب کا کون سا نمبر ہے؟ اس نے مجھ سے کہا کہ رات میں
 رات چوہری صاحب کے لیے وہ گھر کر کے گاؤں میں لگا تو
 میں نے ہاتھ سے اس کی قوت بند کی اور سونے کا کاغذ اٹھا
 کر دیا تھا۔ آپ کی دینی دینی دلا دینی۔ اگر رات میں صبح نہ
 تھا تو میں دیر سے چپ سے اسے دانا لگا دیتا۔ قسمت اچھی تھی
 کہ رات میں ہی کام ہو گیا اور میں نہ اندازہ سے انہوں
 سے لگے ہاتھ سے۔ صحت آ۔ اسے چپ کر لیں۔ لگ
 صحت کٹی تھی۔ اسے یہ لگتا ہے کہ یہ لگتا ہے کہ وہاں
 آگ بجھانے میں آسانی ہوئی۔“ بچے نے اپنی کارکردگی
 پر رات میں تھی۔

”یہ مسئلہ تو سن کر نہ ہی چاہے گا کہ یہاں میری ہاتھ
 کے بچے آگ لگا کر دینی ذات کی حرکت کس نے؟ آگ کھلا
 کھینچ کر اسے دھکے دینے کو میں ہرگز صاف نہیں کر سکتا۔“
 موٹھ کا دیا ہے ہاتھ چوہری نے۔

”یہ کام وہی بندہ کر سکتا ہے چوہری صاحب!
 ایک چوہری بھڑک رہا۔ دوسرا اسے ہی شہر دے۔ وہی بندہ
 ہیں جن کی ذمہ داری آپ نے چھوڑ دی ہے۔ وہاں میں
 سے کوئی بھی اہل کار لگ کر نہ لگ سکتا ہے۔“ بچے نے
 چوہری کی قوت اس کے ہاتھوں کی طرف مبذول کر دینی تو
 چوہری سو رہی میں چاہتا۔

”تو کھینچ کر رہا ہے۔ یہ مارا اسے ہی کا کٹی ہوا ہے۔
 وہ اپنی تصویر میں کی طاقت میں آیا ہوگا۔ اب چاہتے تصویر میں
 لے گیا ہے میں جا کر کھڑک کر دینے، ہاتھ پر نقد ہوا۔
 ساری صحت ہی شائع ہوئی۔ دار و شاہ اسے ہی کے بچے کو
 اس طرح گھبراہٹ۔ مشکل ہوگا۔ اس کا حراج بڑی صحت
 کی خبریں کر رہا تھا۔ حال ہوا تھا۔ ایک ہاتھ پر ہاتھ لگے۔
 پہلے کھڑک اسے لڑے۔ اسے کہتے ہیں۔ کٹی ہاتھ لگا رہے
 میں آگ لگتا اور اب اسی صوبہ بند کی کے بعد میں ہاتھ
 دینی تصویر میں کا ہاتھ سے لگ جانتے کا خیال۔ اسے تو براہ
 ہو رہی تھا۔

”میں جیڑی دانی چوہری ہوں۔ وہاں سے چاہے
 کٹی چوہری۔ تو چوہری رات اور شریف اور کٹی
 ہاتھ لگا کر ہاتھ لگا۔ کٹی کو بھڑک کر اس کی ہاتھ نہ لگے

دیا۔ جس کی ادھر آئے گا تو سن سے بے نیکی بات بھی کرے گا۔ ویسے تو اپنا ہی بندہ ہے، یہ بھگتی بشر و رہن ضروری ہے۔ بندوں کو زنجی دیکھے گا تو ہر رات آگ لگا کر چاٹنے والے سے کراہم رکھا دیں گے، یہ جان دینے کے لیے ان ٹیوشن کا ذمہ دہا ضروری ہے۔ دینے کے لیے انکسارت جاری کرنے کے بعد وہ آگ ساڑے گا ساتھ اس سے سے روانہ ہو گیا۔ بھلا، اپنا شرانہ پر کامیابی کے نئے سے شرانہ زنجی کرانے کے عادی اس شخص کے لیے سوا تر کا کامیوں کا سامنا کرنا بہت مشکل تھا۔ شہر پارک شرنک تصویر داس کے حصول کے بعد جو سید بنے گی وہ بھی دیر سے ہلنے والی آگ میں جل کر خاک ہو گئی تھی۔ وہ جو یہ گمان کیے بیٹھا تھا کہ اور بہت سے کام کے لیے کے ساتھ ساتھ شہر و رستہ وہ لو کا چاہی حاصل کر لے گا۔ خود کو کتنے دانی اس جہت پر افسردہ تک پہنچا کر رہ گیا تھا۔

رات بلا چوہری صاحب کا پیڑہ لے کر آیا تھا۔ صاحب نے اس سے ملاقات کی تو اس وقت چنگے بھسے تھے۔ فیر میں نے روزانہ کی طرح انہیں سونے سے پہلے دودھ کا گلاس لے جا کر دیا تب بھی بچھے دو پٹل لپک اٹھ گئے۔ آرام سے بیٹھنے کی دلی پر کولی اگرچہ فی ہم دیکھ رہے تھے۔ میرے سامنے جنہوں نے دودھ پیا۔ میں خالی گلاس لے کر باہر نکلا جب بھی ان کو دیکھ کر یہ کولی خلی نہیں آئے کہ ان کی طبیعت خراب ہے۔ اور سو سے جب میں نے ہالے کو نشانہ کر اور اچھر سے روانہ کیا تو صاحب نے کھٹی بھائی۔ میں حیران سا مگنی کی آواز میں تران کے کمرے کی طرف ہکا۔ صاحب نے سو سے نہ تو بھی اچھے تھے اور نہ ہی بچھے جاتے تھے۔ میں کمرے میں پہنچا تو صاحب کی حالت دیکھ کر گھبرا گیا۔ وہ بالکل بے ہوش سے چڑے تھے۔ میں نے چوہری سے فرامیج روک چکر چنگا۔ ہم دونوں نے مل کر صاحب کو گاڑی میں ڈال کر اسپتال لے جایا میں یہ اندازہ ہم دونوں کو ہی ہو گیا تھا کہ صاحب قلم ہو گئے ہیں۔ اور اسپتال میں ڈاکٹر صاحب نے بھی تصدیق کر دی اور کہنے کہ صاحب کا دل بند ہو گیا ہے۔ اقبال، جہ کہ خازم مٹے ہوئے پیرے کے ساتھ ساری تفصیل بنا رہا تھا۔ تفصیل سننے والوں میں انہیں بی ڈی ایس بی اور ستانی تھے دار سمیت شہر و دیگی شال تھا۔ چوہری کے ذمے سے رات اس نے جکار دروائی کی تھی۔ اس کے بعد اسے سونے کا موقع نہیں ملا تھا۔ چنے مٹھوں کے ساتھ جگ جب وہ اسے سارا کر سہرا لے تھا اس وقت اس

کے پاس ایس بی کی کال آئی اور اس نے اقبال باجوہ کی موت کی اطلاع دی۔ اطلاع سن کر فوراً ہی آدھ کے لیے روانہ ہونے کے بجائے اس نے اپنے معمولات کھانے اور بھر مقررہ وقت پر دفتر پہنچ کر انسانی کو چار ضروری ہدایتیں دیا بھر ڈاندر کے کمرے کھینچ آدھ کے لیے روانہ ہوا۔

اقبال باجوہ کا رانی بھلا گاؤں سے کافی بہت کر بنگلے کے قریب تھی۔ وہ بنگلے پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ ایش ایگنی کچھ بہر کل ہی مرکز صحت سے بنگلے پر پہنچائی گئی ہے۔ موت طبیعتی اس لیے ہوست۔ درد و دلیر کو تو سمجھت تھیں کہ انکسرت نے وہانی کو جیرو چھوٹ کھینچے کی مسافت پر واقع اجروہ کے آبائی گاؤں کا پتہ تھا۔ تھوہین فی نفس دوسرے اور کھانے کے بعد جب ایش کو ثابت میں کل کیا چارہ تھا تو ڈاکٹر نے چند ایسے انکسالات کر دیے کہ لاش جھڑا ب نہ ہو۔ شہر پارک کے ام میں کچلنے کے چند منٹ بعد ہی اقبال باجوہ کی ایہ بانی اس کے پوتی گاؤں روانہ کر دی گئی۔

ایچ ڈی کی روایتی کے بعد ایس بی صاحب کی بھرائی میں باجوہ کے ملازم کا لین لیا ہمارا تھا اور اس وقت شہر و دیگی موجود تھا۔ ملازم کے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد کہ بنا رات چوہری کا کوئی نظام سے کر آیا تھا اور صبح بنگلے پر ہی داکٹر اور چنگے جا۔

”بالا چوہری صاحب کا کیا پیغام لے کر آیا تھا ہجوہ صاحب کے پاس؟“ اس نے ملازم سے پوچھا۔ ”کوئی ایسی خاص بات تو نہیں تھی۔ چوہری صاحب نے آج رات کے کھانے کی روایت کھلائی تھی۔ آخر ہی وہ جاتے رہے تھے صاحب کو۔ ہر چہرہ دی دن میں ان کا فون آجاتا تھا صاحب کے پاس کہ ظان وقت کا کھانا میرے ساتھ کھا۔ کل چنگے کو فون خراب تھا، شاید اس سے انہیں نے ہالے سے کھلا دیا۔ وہ میں بور بھی کام سے چھوٹو اس نے اور کچلنے میں دیر ہو گئی اور میرے کپنے سے رات اور ہی گھبر گیا۔ ملازم نے تفصیل سے اس کے سوال کا جواب دیا۔ بنیادی یہ ایک سہو می سادی صورت حال تھی جس میں کسی شرم کا شہر کر، صاحب نہیں تھا۔ خصوصاً اس لیے بھی کہ موت کی وجہ طبیعتی تھی بھگتی۔ وہ اپنے اندر ٹھنک کی حسرت کر رہا تھا۔ داکٹر دیکھا جاتا تھا ہجوہ چوہری کو ہی ساری تھوہین ہے اس سے سے نشانہ کچلنے کے مکانات بہت کچھے تھیں چوہری کی صاحب بھی نفرت کو بھگنے کے بعد وہ اس سے کوئی بھی سید نہیں رہتا تھا۔ صاحب اسنے پر آتے تھے تو بھلا صاحب دیکھتے تھے کہ سرت

سانس بھاری، ہاتھ پاؤں پھر گئے، وہ کھڑک کا بخاری صدمہ سے
جلتا ہوا تھا۔ اسے اسے بھاننے کی کوشش کر رہی تھی۔

”کنا بنگا بدوز ہے یہاں؟ کیا تو شاکر کر دیا
ہو ہے؟“ چہرہ اس نے بڑا ہی کوشش میں کامیابی ہوئی اس
سے پیچھے ہی چھوڑی، انھار غوروں چلا آیا، ایک تو اسے
والے حادے نے پیلے ہی سا آف کر دیا تھا، اس پر سے
حوالی کے ذرا تان خانے میں قدم رکھتے ہی جو سہل سہل
لا... اسے دیکھ کر حراج اندر بھی برسم ہو گیا۔ کھڑک پر چھینا ہوا
کمرے سے دیکھ کر صدمہ، حال بھی اس کی کچھ نہیں آتی تھی
چند چہرے اپنے قصوں دیکھ اور بار بار سب سب سے پہلے آواز بلند
ہو چکے تھے۔

”کچھ نہیں چھوڑی، صدمہ جب اپنے کھڑک کی طبیعت ابھی
نہیں ہے۔ بخار دماغ پر چڑھ گیا ہے اس لیے عجب عجیب
ضمیر نما کر رہی ہے۔ کچھ نہ کرو۔ سب لپک بھاگتے گا۔“
چہرہ اس نے بڑے غمراہ کر بھانہ دیا تاکہ کچھ کو باپ کے
غلاب سے بچ سکے، مگر وہ خود اس وقت اپنے بھائی و حواس
میں نہیں تھی۔ ماں کی صلیبت پسندی کی پر آدھے بھترہ زور
سے لگتی۔

”کوئی دماغ قریب نہیں ہوا ہے میرا۔ مجھے نہیں ناہ
جانا ہے۔“

”کیوں جانے ہے تجھے؟ تو؟ جب ایک وادی میں گریز
تو تیری کچھ نہیں آتا؟“ چہرہ اس نے اپنے بچے کے جمال
سے اسے ارمانے کی کوشش کی۔

”ہاں جیسا آتا میری کچھ نہیں۔ آپ بتا کر آپ کیوں
جاتے ہیں اور؟“ وہ بھانے دہنے کے باپ کی آنکھوں میں
آنکھیں! اس کی کوئی دوس کی کھڑوں میں اسے شرار سے تھے
جن کی چھوڑی جیسے بندہ بھی تاب نہ لاسکا اور ہے
اٹھتے نظر پر آگیا۔ وہاں موجود دیکھ لوگ اپنے کھڑوں اس
جرات مند ہی ہر دیکھ دے تھے۔ رانی نے تو اپنے منہ سے
نکلنے والی چیخ کو روکنے کے لیے ہاتھ مار دیا، مگر ہاتھ نہ پکڑا
تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس جرات مندی کے بھار کے بعد
کھڑک کو تو خاک اٹھانے سے دوچار ہونا پڑے گا۔

”اس کا تو راجہ کی غراب ہو گیا ہے۔ گتا ہے
علاقہ کے سب کو ڈیڑے ڈیڑے کو کھانا پڑے گا۔ حق تو اس
کا سامان تیار کر دیا۔ کل سہرے میں اسے لاہور لگوادوں
گا۔ ابھر وہ خراس کا علاقہ ٹھیک صحرے سے ہو جائے گا۔“
دوسرے کو کھانا تو باپ بھی کے درمیان پھرتی سرد جنگ کی
ہو، معلوم نہیں کئی اس لیے وہ اس خرم سزا کو کس کرے ان رو

مجھے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ چھوڑی جس بزم کا گلاب
کرتے ہوئے تھی کے سامنے، لگے ہاتھوں پکڑ گیا ہے
اس میں خود بھی اتنی تاب نہیں رہی کہ اس کا سامنا کر سکے کسی
لیے علاقہ کے یہاں اسے شہر بھگوا آراس کی صفوں سے بچا
جاتا ہے۔

”نیمانی بی! اسے کمرے میں چھین۔“ چھوڑی یہ
ظاہر پر سے عجب کے کھڑک اٹکات چھوڑی کمرے کے بعد
وہاں سے فوراً ہی ہٹ گیا تھا۔ رانی نے سادگی کی عزتی کھڑ
کا ہاتھ زلی سے دھاتے ہوئے اس سے دیکھ سکے نہیں تھا تو
جیسے گہری نیند سے جاگتا ہوا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی رانی کے
سہارے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

”امام تو نہیں اٹھا رہا؟“ وہ اپنے دروازہ کھول کر بیٹھا
گوئیہ نے اسے بعد اپنے مرد چادر طبیعت دی تھی، جب آرام
خان نے اسے پکار کر پوچھا۔

”ہاں بھئی آرام اٹھا رہا۔ ابھی باہر تھی ہوں۔“
اس نے آرام خان کو جواب دیا اور دروازہ پر ایک پل کی دھ
سے تھکے دھولے سے آئینے میں اپنے عکس کو دیکھ کر سگرائی۔
نئے پکڑوں والی یاد پر دوسرے اس کا چہرہ اس دھولے سے لپک
میں بھی چپکنے کو تھا، آرام خان اور اسے نظیں تھا کہ یہ چپک
کے چہرے کے گرد ہانپے کی طرح تھی اس چہرہ کی وہ سے
ہے جو بڑی شدت سے کئی یاد دہانی ہے۔ اسے یہ یاد

خارج کر دیتے ۱۱۱۱ خود شہر پرانی میں ہوتی تو کھول کر دیکھ
کا کین وہ ایک پل کے لیے بھی اسے بھلا نہیں پاتی تھی۔ وہ
پہلے پہلے سے اسے یاد آتا تھا۔ اس کے بھگوانے کرم
پڑ دہانی صدمہ میں، ہاتھ جو اس پر لگاتے چلتے والے
لوٹھو کی چپک میں، آٹھوں کی صفوں میں، ہر پر شے میں اس
کی یاد تھی۔ اور یہاں جیسا تھا کچھ پر ہلے ہر جہت میں تھا۔
وہ یہاں کی کچھ برائی ہو رہی ہیں سے بہت دور، عجب کے
اس شہر کے کوئی دوسرے میں کچھ بھی جہاں وہ سسٹنٹ شہر کی
اسے داریں بھرتا تھا، اسے یہ دیکھنے کی فرصت بھی نہ پاتا
ہوگا۔ اس سے بھاگتے ہوئے وقت اس نے اپنے دل میں نا
کھپتی کینتے عکس کی کچھ یاد دہانی کے عجب شہر کے دہانے
اس کی خوب دھڑکت کر رہی تھی۔ وہاں کی کچھ یاد دہانی
میں اور اس کا خود پلندہ اور سحر و سحر آئے والا اس کی سما
کے دل میں نہیں چکا ہے، اس لیے ہر پل کی کسمائے کی صرنا
ساتھ ساتھ محسوس ہوتا ہے۔ شہر کے لیے اس کے دل میں
وہ جہت بہت دور ہو چکا تھا تو لوگوں کے کھلم کھلا میں گھر کر گئی انسان

کوسب سے کٹ کر تھکا۔ بچے کا چہرہ اسے دیکھ کر تھک رہا تھا
ایسا ہوتی ہے کہ انسان اپنے کسی دلیا میں کھلے کھانے چہ
رہتا ہے۔ یاد اور بات سے کس میں کھلے کھانے کھانے کھانے
کسی اور کو قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ اس وقت اپنے
کے سامنے کھڑی وہ ایک دوسری کھانے کی اس کھل میں کھانے کی
تھی۔ وہ اسے بڑے بہت ابھری تو چونکہ کراں طرف حوج
کھانے آرام خان کی مانی چوکت پر کھڑی اس کی طرف دیکھ
رہی تھی۔ اور سترہ دی ہوئی۔

”تیار ہوں، ام بی! آ رہی ہوں۔“ اس نے بولتے
ہوئے درد سے کی طرف قدم بڑھانے۔ ہر گز میں آرام
خان کھڑک اٹھا۔ اس کے تہیہ ہی وہ کچھ تیار کئے تھے۔
ان میں سے ایک کچھ، وہ ہاتھ کا تو کچھ دوسرے کچھ میں
آرام خان اور اس کی ماں کا سامان تھا۔ وہ لوگ آرام خان
کے ماسوں زار بھائی کی شادی میں شرکت کے لیے ہوئے
ہوئے تھے۔

”آپ تو زمین اور سے لگے مشکل ہو جائے گا۔ بہت
مادی ہے ان راستوں کا چہرہ اسے بچے سے سترہ تو مشکل
رہے گا۔ اسے دیکھتے ہی آرام خان دونوں کچھ کا نہ ہے ہر
کھاتے ہوئے بولا۔ وہ ایک پھول پھول پھول پھول پھول پھول
ہر کرم سامان اپنے شاؤں پر رکھ کر دوسرے اصر پھیلنے کی
ابھی خاصی کھنکھناتی۔ ان دونوں میں کوئی اس نے ہیں اٹھا لیا
تھا کہ کھانے کے یہاں اس۔

”میں تو یہ سارا سامان ہاتھوں کی لکیروں کی طرح ر
ہے۔ ابھر اس کو اسے ہوشیار کئے پھر لگے ہیں کہ کچھ
کی یاد نہیں۔ آج کل سیرا لوگ گندہ گندہ کھیلے بہت جات
ہے۔ ہم ماں کی بڑ سے پہاڑوں پر کھنکھناتے ہیں اس کو
سے ہوشیار کئے سزا کر دیتا ہے۔ گاؤں کی گھن میں سے
گزارتے ہوئے وہ خوش گار ماں اس مادی کا تیار تھا۔

”بھرتو آپ کا ہوش میں ہوساں کے گھر بھی آنا جاتا
گا۔ جاتا ہوگا؟“ وہ نے اس کی کھنکھن میں دیکھی ظاہر کرتے
کھنکھن پر ہوا۔
”کچھ بہت دور ماضی پرانے کا کچھ نہیں متا۔ ہر گز کے
ساتھ جاتا ہے تو پھر اس کے ساتھ رہتا ہے۔“ آرام خان
نے تھکا۔ اسی صبح کی چھوٹی چھوٹی کھنکھن کرتے ہوئے وہ
لگ اس تمام پر پہنچ گئے جہاں کاندہ سے نکلا، ہر ہاتھ۔ بند
پلاواں سے بہرہ آتے ہیں تے کے پانی کا شور اور سے
کھنکھناتے دے گئے تھے۔ تے میں تھری سے پہلے پانی کے
ساتھ ساتھ جہت سے بڑے پھر کچھ لکھتے ہوئے دھنکی دے

رہے تھے۔ ہاتھ دیکھنے کے لیے جو کچھ چاہی گیا تھا وہ کھنکھن
رو فہمیت اور کھنکھن تھا۔ اس میں کچھ کے ذریعے اسے کچھ
تالے کو یاد کرنے کے خیال سے مادی کا کپ تھی۔
”کچھ نہ کرو، کچھ! ہم جیسا سہارا دے کر لپکا ہر سے
نے جانے گا۔“ آرام خان نے اس کے خوف کو کھنکھن کرتے
ہوئے اسے کھنکھن کی کھنکھن اس کا کام نہیں ہوا۔

”میں ماں کو لے کر بھاگتا۔“ اس نے آرام خان سے کہا
تو اس نے کھنکھناتے ہوئے اپنی ماں کا ہاتھ کھانے۔ پہاڑوں
کی بات اس پر بھی عورت نے ہاتھ کچھ کھنکھن زور فہمیتوں پر
کھنکھن ہنسنے پر قدم رکھا اور اپنے جوان بیٹے کے سہارے تے
کے اس بار چاہی۔ ماں کو اس بار بچانے کے بعد آرام خان
وانہی آیا۔ اس دوران مادی تو اپنے اندر کئی حوصلہ پیدا کر
چکی تھی، چنانچہ اس کے ساتھ جانے پر راضی ہوئی کچھ کھنکھن
خوف تو دل میں تھا ہی۔ اس نے اپنی زندگی میں پانی کا جو
سب سے بڑا فخر دیکھ تھا، وہ بڑا ہی کھنکھن تھی۔ دوسرا کھنکھن
خوشیوں اور گہری شرمندگی میں اس کا پانی اتنا بگڑا کہ وہ
کھنکھن تھا کہ کھنکھن دانا اور سے ہی اڑ جائے۔ زور بڑھ گیا
مانگتے ہیں اسے آرام خان کے سہارے کاندہ کا کاندہ کاندہ
ہاں نہ کیا اور سکارے پر کھنکھن ہی ایک طویل اطمینان بھرا
ساتھ لپکا۔

”بھرتو! ہم نے کھنکھن میں تالے کے بارے میں
پہلے سے کچھ نہیں سنا تھا۔ اگر ہم کھنکھن سے تالے کو کس تالے
میں کمرے کے بعد کوئی کچھ کھنکھن میں تو قہر تو قہر ہی
کھنکھن رکھا۔ اس میں کرنے والا تو کس بھرتو سہارا کچھ
شیک میں ہی بچھتا ہے۔ شیک رو کاندہ کا تالہ جو کام
نے؟“ آرام خان اس کی حالت سے کھنکھن ہوتے ہوئے
اسے بھرتو لگا۔

”مجھے ابھی تو دو کاندہ کے تھارے ہوئے کے رات
میں اور کچھ ایسے خلی تے پاتے ہیں تاکہ میں کچھ
رک جاؤں۔ اس سے آگے میں اور کوئی ایسا خطرہ کاندہ
پار کرنے کو تیار نہیں۔“ مادی نے بھرتو کی بیٹے کو کہنا
تو آرام خان زور سے جس پر اچھرا سے اطمینان دلائے
ہوئے تھے۔

”گھر نہ کرنا بھرتو! آگے ایسا کچھ نہیں ہے۔ یہاں
تے آگے بہت شیک آرام سے چپ میں لپک رہا۔
مادی نے دیکھا تو رانی وہاں کچھ کچھ کچھ کچھ
کھڑی ہوئی تھیں۔ آرام خان اسے اور اپنی ماں کے کراں
میں سے ایک کچھ کی طرف بڑھ گیا۔ چپ زار بھرتو اس کا

آشفاق جس نے مقامی پولی میں اس سے دوستانہ رشتے میں
ہم کرتے ہوئے ان لوگوں کے بیچ میں فیصلہ کی جگہ پر
ہی۔ بیچ میں بہت سا سامان لدا ہونے کی وجہ سے ان
لوگوں کے پیچھے کے بچے مشکل سے ہی چھٹن کی تھی۔
"تھکی بیچ میں جو کچھ بھی دیکھیں ہم بیچنا ہے یہ اس
کا سامان ہے۔ یہ بیچ فوراً بچہ ہمارا دوست ہے اس لیے
ہمیں ساتھ لے جانے کے لیے راضی ہو گیا ہے اور اگر
تو ہوش نگہ نہ کرنا کہ بیچ والا بہت پیڑھا ہے۔" انھوں نے
خون نے بیچ میں موجود سامان اور فوراً سامان دہشت کے
لیے اس کے سامنے وضاحت کی تھی۔

اے۔ مجھے لگا تھا۔ کل جہ کے ہمارے بھی ہوئے اور انہی نے بھی
 قیام پر شے کی روایت کے مطابق وہ بھی نہایت کم ہی ہانپنے
 کی زحمت کرتی تھی۔ ہاں بالوں کے قصوں نے اس کے ہاں
 خیراد کیا لیکن گوداری کے احساں کے بغیر۔ یہ کہہ سکتے ہیں
 کے متعلق ہے میں محبت کی وہ محبت زیادہ تو خیر بھی ہے کوئی
 محبت بھرا دل دے گا۔ اسی محبت کو کہتے ہیں۔ وہ ہاں نے بھی
 محبتوں کو کیا کہہ سکتے ہیں کہ میں نے سب ان کے ساتھ کی محبت کا
 پھول محبت دیا ہے۔

اپنے کام میں بہت جلدی ہے، ملازمی سے قدم اٹھا رہی تھیں۔
 انہیں دیکھ کر کوئی گنہگار نہیں کر سکتا تھا کہ جب وہ اپنی نظریات
 اور فکر و افکار میں تو صرف زمین پر چلنے والے نہیں تھے بلکہ
 ستاروں کی گھاٹیوں میں بھی اپنے حریف کا پہلا قدم پہنچا دینا چاہتے تھے۔
 بھی لگتی تھیں۔ پہلا قدم پہنچانے کے لیے انہیں وہ دونوں بے گھر کرنا
 ایک قدم چاہیے تھا۔ انہیں وہ دونوں بے گھر کرنا چاہیے تھا۔
 انہوں نے جس بڑے بڑے اسکول کے ہیڈ کے درجے پر تھے۔ انہی
 کو اپنے واسطے جمع ہو گئے تھے۔ وہ دونوں اس بڑے بڑے
 نظر سے دیکھتی ہوئی اسکول کے سامنے سے گزر رہے تھے۔
 جانب نظر تھیں۔

منفقہ ہیں۔ آپہ معلوم کر کے دیکھ لیں، اور ہر قسم اور صورت میں سے کوئی نہ اتنے کے اس پیر کھنکھ جاگ رہا ہوگا۔" سجاد ادا نے کھلے کھلے ادا میں خود کو ایک نئی دنیا بنا کر دے دیا ہے۔
اس شہر کو کیا ہے جس نے سر کا دھرم اور لکھنؤ کے لکھنؤ پر ہم کو سکرا ہوت
ادنی اور پھر ہر قسم سے وہ ہو جاتی۔

وقت ضرورت آتا ہے جب وہ اپنے جہ سے دور فرما رہی ہے۔
 کہ ایک عام انسان کی طرح رنی ایکٹ کرنے لگت ہے۔
 تروت اپنی جگہ لیکن اپنے جذبات کو بھر ذات سے اگماڑ
 لکھتا ہر حال میں نہیں۔ "خبرداروں نے اپنے غصہ میں جھبر سے
 بوجے انداز میں اسے جواب دی۔ اسی وقت دروازے پر
 دھکے کی آواز ابھری اور ایک ملازمہ اجازت ملنے پر چلے گئے
 اور اسٹیکس سے بھری ہوئی ٹرالی لیے اندر داخل ہو کر قلم
 کے قرائی بیچا کر دیکھی چپے چلنے تک کمرے میں داخل
 خاموش رہی۔ وہاں چلے گئے تو علامہ نے لکھنؤ کو سہلہ
 ایک بار بھر جڑ۔

"میں تمہاری شخصیت کو بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں
 اور یہ بھی جانتا ہوں کہ میڈر وائے جلی وقت واقعی بہت
 زیادہ زیادتی کر جاتے ہیں لیکن میں کا منہ بند نہیں ہے۔
 ہم بھی آپ سے باہر ہو چکا ہیں۔ جس طرح کی جذباتیت کا
 منہ ہر دم اچھی سر سے سامنے کر رہے تھے، اگر کسی نوجوان
 کے قلم کے سامنے کو بیٹے قواس کا انہم جانتے اور
 ہمارے پاس پہلے ہی نہیں سے جا کر نہ تو قس اور کوئی
 اور یہ تو نہیں۔ تم میڈر وائے کے خلاف کچھ کامیاب
 دیتے تو ہر طرف سے لوگ بچے جہاد کر رہے ہوں گے پیچھے پا
 جاتے۔ پہلے قس تہااری پوزیشن کافی نازک چل رہی ہے۔
 خوبصورت انسان والے معاملے میں تمہارا نام سر پرست ہے۔
 یہ نہیں کہنے میں جو خوبصورت نازک اور اس کے بارے میں
 ہی ہم ابھی تک میڈر وائے کے گھوک و شبہات دور نہیں کر سکے۔
 ایسے حالات میں اگر تم نے میڈر وائے کے خلاف کچھ بول دیا تو
 وہ لوگ نہیں چھوڑیں گے کیونکہ وہ تو تمہارے اگلے پچھلے
 سادے کھاتے کوئی کر دینے چاہیں گے۔" اس کا کہا ایک
 ایک خط اپنی جگہ درست اور کئی برحقیت تھا۔ سجاد راجے
 پہلے ہی اپنی جذباتیت کا اس میں بوجھا تھا، کچھ اور بھی
 کر رہا تھا۔

"آپ جانتے تو ہیں اگلے کمرے میں خیر والے نہیں ابھی
 تک مل رہے ہیں کی وجہ سے کچھ پریشان ہوں۔ ابھی تک اس
 معاملے میں کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا۔ اور یہ ہے۔ ان کے بارے
 میں ان کے اپنے کمرے کو دیا ہے۔ وہ یہ کہنے والے جانتے
 کہ کام کی بھری گئے لیکن یہاں مسطور ہوا کسی جہاد کے
 ہر طرف کا مسطور ہو گا کہ میں وہاں میں ہر گز نہیں چاہتا
 وہاں باہر سے پہلے وہ اس کے نہیں کو جاتے۔ دیکھ لیا تھا
 میں میں سے یہ کہنے کے ساتھ میں ہر گز نہیں تھا۔ نہ تو میں کو
 کوئی جانتا تھا اور نہ ہی کوئی ان کا صحیح حلیہ دیکھ سکا۔ خیر اداروں

نے بھی کوئی ایسی بات نہیں کہہ دی جس سے میں کو ص کرنے
 میں مدد ملے۔ لیکن اس کی گزری آگے بڑھتی جا رہی ہے۔ اب آج
 والے بارے میں میں بھی وہی مسطور عورتوں کا ذکر نہیں کرتا
 ہے۔ ہر مسئلہ کی جس راہ کے ساتھ رکھتا تھا، اس کے
 ساتھ بکرا کر رہا ہے اور باہر سے پہلے وہاں بکرا رہتے ہیں اور
 عورتوں کو جانتے ہوئے دیکھتا تھا۔ انیس کے بچے ان کے سر
 دن ان لوگوں کے درمیان وہاں عورتوں کی مسطور ہوتے ہوئے
 بکرتے رہے ہیں، لیکن سے ان کے کمرے میں۔ بات ویسے بھی
 کچھ نہیں ہے۔ چنانچہ بکرا رہنے والی عورتوں کا گیت اب اہستہ
 کر دینے کو کہتے ہیں۔ "میں بھی کہتا ہوں۔ اب وہ لوگ ان کے
 سے اپنے کے لکھانے پر بھی بھری ہوئی اور وہی پر نہیں رہے
 کہ ہمارے یہ بھی اور ان کا کمالی پر قبضہ کر رہی ہوں گی۔"
 اپنے راہ کے کی وضاحت نہیں کرتے ہوئے ایک بار بکرت
 چلے گئے کی جذباتی ہوئے۔

"ان معاملات میں ایسا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے ایسے
 کام کرنے والے اگلا اگلا سے کچھ لے گا۔ ہر طرف سے آپ
 کو خالی میں جا کر ہمارے سامنے چلے گئے۔ اس کے
 کے خصوصی میسر میں تو ویسے بھی حالات بہت دیکھ رہے ہیں
 ہیں۔ آخر تو سب سے کچھ ہو گئی ہے جانتے ہیں اور ہر م
 شاعت میں ہو جاتی ہے لیکن مسطور اور بکرتوں کی وجہ سے
 کچھ بھی سامنے نہیں لایا جا سکا۔ تم نے تو ایک عرصے وقت
 گزارا ہے ملازم میں۔ تم خود میرے ساتھ ساتھ چلے جاتے ہو۔
 میرے فیصلے میں تو کچھ نہیں بکرتے لیکن کھانے کی ضرورت
 نہیں ہوتی چاہے کچھ۔ خبردار ان کے لکھنے کے دوران
 سامنے رکھی جائے۔ ان کے اندر ان کی پشت کی طرف سے خود
 نہ ہوتے دیکھ کر چلے گئے کے برقی کی طرف کھسکے۔

"آپ رہتے ہیں۔ میں جانتا ہوں۔" سے ایک اور
 اپنی کوئی کام اس میں ہوا۔ جس کے اقتدار سے بھی اور
 رہنے کے کھانے سے بھی دونوں صورتوں میں ہمارے ہاتھ کے
 ہے واجب احتیاط تھا۔ اگرچہ ان کے اور سے لکھنے کا عمل
 درکار ہوتا تھا تو اس وقت ملازم بہت قریب تھا۔ میں ملازم
 کی عدم موجودگی میں تو ان کا کھانا لے کر دیا تھا کہ وہاں بات کا
 دیکھانہ نہ کرے اور اپنی انجمن میں گھر کو کسی کو شہر پہنچا
 تھا۔ اب میں آپ کو فوراً مستعد ہوں۔

بعد میں بکرتوں کے اور شروع ہوئے کی۔ "جب وہاں میں
 ہوتی ہے تو میں میں سے کھانے بکرتوں کو باقی تو علامہ نے
 سے لگا۔

"میں بھی کھانے کا دن نہیں چاہتا رہا۔ چائے پی
 کر اب فوراً کمرے کے لیے چلا گیا۔ مجھے معلوم ہے کہ میرے
 ابھی تک جاگ رہی ہوگی اور پریشان ہوگی۔ چھانے کے بعد اس
 کی چلی حالت بہت خراب ہے۔ چھوٹی چھوٹی قوت کا اثر
 نے ملے ہے۔ آج والا دن اس کے علم میں آیا ہوگا تو میں
 طرح طرح ہوئی ہوں۔ میں تو سوچ رہا ہوں کہ اس کے لیے کہ
 میں کی طرف منت ہو جاؤں کہ کم از کم مجھے یہ مہمان تو رہے
 گا کہ میری عدم موجودگی میں وہ کسی اپنے کے ساتھ ہے۔"
 "تم لکھ سوچ رہے ہو۔ میرے خیال میں تو تمہیں
 فوراً اپنے اس فیصلے پر عمل کر لینا چاہیے۔" قیصر نے اس
 کو بھر پور انداز میں کہا۔

"میں ایسا ہی کروں گا۔ ابھی تو میری بھری ہوئی
 میں بہت سے معاملات امور سے چھوڑ کر کمرہ میں لوٹنے پر
 مجبور ہو جاتا ہوں لیکن۔" سے کی کے پاس منت کرنے کے بعد
 میں پرانی بیکوٹی سے چھانے کے کمرے میں گئی کرکوں کا۔ اپنی
 بیکوٹی کے کونوں کو کچل کر دیکھنے کے لیے میرے کمرے کی صورت
 نہیں لکھ رہے گا۔ ہر کمرے میں کچھ اور کچھ اور کچھ اور کچھ اور
 ہوں۔ میں نے انہیں بہت سے دنوں کے کچھ کر رکھا ہے۔
 اس بعد میں وہاں کوئی صحت اور بھری نہیں آ سکتی۔ اس
 نے اپنے حرم کا اہتمام کیا اور ان میں موجود خفیہ کھنٹ
 بھی اپنے حرم میں داخل کر رہا تھا۔

قدردانوں سے اسے جانتا تھا اور یہ کہ وہ اب
 تک جو حالات سامنے آئے تھے۔ اس سے کچھ نہ بڑھتا تھا کہ
 ہر کام کی کامیابی کے ساتھ نہیں ہوا ہے اس کی کے
 والے سے جن لوگوں سے چکر لے رہے تھے۔ ان کے مقابل
 کھڑا ہوا۔ آگ کے شعلوں میں کودنے کے مترادف تھا۔
 خصوصاً اس لیے بھی کہ اپنے ہی لوگ اس جنگ میں ساتھ
 دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے لیکن وہ ہمارا، ان لوگوں کی
 نہیں سکا تھا۔ ان کی ہر گز سے فر سے جہاں وہ اب کا سینہ کی
 بھی صحت کا پانی چھڑک دینا نہیں کیا ہو سکا یہ بات وہ
 ابھی طرح ہی تھا۔

"میں بھی جانتا ہوں۔" جانتا تھا چاہے آپ کا؟
 "میں بھی جانتا ہوں۔ آپ نے کیا کیا؟
 "میں نے اپنے میں آپ کا شہر پر کرنے کے لیے
 فون کیا تھا۔ صرف تو مجھے کسی کی آپ کو فون کر لینا ہے تو
 لیکن مسطوریت ہی جو اس کی کمرے میں نہیں رہا۔

قدردانوں سے اسے جانتا تھا اور یہ کہ وہ اب
 تک جو حالات سامنے آئے تھے۔ اس سے کچھ نہ بڑھتا تھا کہ
 ہر کام کی کامیابی کے ساتھ نہیں ہوا ہے اس کی کے
 والے سے جن لوگوں سے چکر لے رہے تھے۔ ان کے مقابل
 کھڑا ہوا۔ آگ کے شعلوں میں کودنے کے مترادف تھا۔
 خصوصاً اس لیے بھی کہ اپنے ہی لوگ اس جنگ میں ساتھ
 دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے لیکن وہ ہمارا، ان لوگوں کی
 نہیں سکا تھا۔ ان کی ہر گز سے فر سے جہاں وہ اب کا سینہ کی
 بھی صحت کا پانی چھڑک دینا نہیں کیا ہو سکا یہ بات وہ
 ابھی طرح ہی تھا۔

"میں بھی جانتا ہوں۔" جانتا تھا چاہے آپ کا؟
 "میں بھی جانتا ہوں۔ آپ نے کیا کیا؟
 "میں نے اپنے میں آپ کا شہر پر کرنے کے لیے
 فون کیا تھا۔ صرف تو مجھے کسی کی آپ کو فون کر لینا ہے تو
 لیکن مسطوریت ہی جو اس کی کمرے میں نہیں رہا۔

"میں بھی جانتا ہوں۔" جانتا تھا چاہے آپ کا؟
 "میں بھی جانتا ہوں۔ آپ نے کیا کیا؟
 "میں نے اپنے میں آپ کا شہر پر کرنے کے لیے
 فون کیا تھا۔ صرف تو مجھے کسی کی آپ کو فون کر لینا ہے تو
 لیکن مسطوریت ہی جو اس کی کمرے میں نہیں رہا۔

"میں بھی جانتا ہوں۔" جانتا تھا چاہے آپ کا؟
 "میں بھی جانتا ہوں۔ آپ نے کیا کیا؟
 "میں نے اپنے میں آپ کا شہر پر کرنے کے لیے
 فون کیا تھا۔ صرف تو مجھے کسی کی آپ کو فون کر لینا ہے تو
 لیکن مسطوریت ہی جو اس کی کمرے میں نہیں رہا۔

"میں بھی جانتا ہوں۔" جانتا تھا چاہے آپ کا؟
 "میں بھی جانتا ہوں۔ آپ نے کیا کیا؟
 "میں نے اپنے میں آپ کا شہر پر کرنے کے لیے
 فون کیا تھا۔ صرف تو مجھے کسی کی آپ کو فون کر لینا ہے تو
 لیکن مسطوریت ہی جو اس کی کمرے میں نہیں رہا۔

میں آپ کا مقصد بارہ آسانی سے پورا ہو جائے گا۔" اس نے اپنی
 کے حضور نے چوہری کو زور دیا کہ ایک مہر سے اسے وہ
 بانو کے ہاں پہنچا کر فرستو کیجیے بیٹا ہے وہ دونوں کا
 کر رہے ہیں اور مجھے اس کا راز اور ہوش ہے، کچھ مضمون
 نہیں اس نے فوراً ان معلومات کے حصول کے لیے فکری
 رکھا اور روانہ۔

"ختم سرکار" مطلق اس کی نگاہ پر اور انہوں کے جن کی
 طرح حاضر ہوا۔

"ایسا ہے اور تو ان کی کیا خبر ہے؟ زندہ ہیں کہ مر
 کھپ گئے ہیں؟"

"زندہ ہیں سرکار۔۔۔ پر مردوں جتنی حالت میں۔۔۔
 تو ان تو اپنے بھری موت کے بعد عاویس میں ہی نہیں

رہی۔ سارا دن گاؤں میں رہی ماری بھرتی ہے۔ قیاساً
 پکڑ کر گھر لے جاتا ہے۔ اس کا پتا حال بھی اچھا نہیں۔

ایک تو اگلے بھرتی موت کا نام اس پر سے گزرنے کی
 حالت۔ سارا کئی کام پر لگا کر رہا۔ نہ اسے کسی کے دفتر

سے اس کے گھر کے لیے بھیجے گا اور نہ ہی وہی ہو گیا ہے۔ اس کا
 گھر بھر ہو رہی ہے۔" مطلق کی مضمون بیٹا۔ اپنا وقت

ہوئی نہیں اتنی لمبے تو وہ چوہری کے اسے قریب تھا۔ اس
 وقت بھی اس نے اس کے سوال کا بھرپور اور مفصل جواب

فرمایا اور فرمایا۔
 "فیک ہے تو بڑا۔" چوہری نے اسے رخصت دئی

اور ایک بار بھر تاروں میں مل کر حجب ہو گیا۔
 "آپ نے سارا راز صاحب اس کی کیا کہہ دیا تو؟ ان

ہاتھی دیکھ کر تو مجھے نہیں لگتا کہ ان لوگوں کی عمرانی مروانے
 سے کچھ حاصل ہوگا۔" اسے بھی ماہر خواہنے والوں کا

بارش تھا۔ وہ ان سے رابطہ نہیں کر سکتی؟
 اسے انکی طرح مضمون تھا کہ اس کے دوا اور مافی

میں گرفت اور دروں نے دہانہ کی اس سے نڈائی کا جو
 فیصلہ کیا تھا۔ وہ وہاں نوکارتے ہیں وہاں سے یہ گنا کر گیا تھا۔

اس سے اس بات کا امکان تھا کہ وہ اپنے ہاں وہاں
 سے وہ رابطہ کرنے کی کوشش کرے۔ اسے رابطہ کرنے اور

توڑی نہ تھی۔ لیکن اور بھلی کی موت کے سچے پر کوئی نیکی
 جب اسے نازک مواقع پر خاموش رہی مگر تو اب کسی لیے

ان سے رابطہ کرنے کے وہ کوشش کرنے کے بغیر ہوسکتی؟
 "اگر یہ معاملہ جتے جتے بھر آپ جو مناسب نہیں وہ

کر رہی ہیں اور انہوں نے بھارتیائی کے ساتھ۔ اور وہاں کچھ
 کرنے سے پہلے مجھے ضرور مطلع کر دیجیے گا۔ میں بھی کچھ

اطلاعات کروں گا۔ خصوصاً وہی شخص کی حضور کو اس سچے
 ہوا اور آخر کرنا ہوگا۔ مجھے دنوں ہی پتہ چلے گی کہ تار ہوا۔
 اسے کیا ہے۔ چنانچہ اسے ہی کو استدلال کر کے میری جگہ خود انہیں
 جلی بننے کے خواہش دیکھ رہا ہوگا۔ بہر حال، میں نے بھی کوئی
 مکی گولیاں نہیں کھلی ہیں جو اسے اس کے مقصد میں کامیاب
 ہونے دوں۔ خواب ہی دیکھنا چاہئے گا وہ انہیں جلی بننے
 کے۔" بارونے بھی اپنے اندر بھی دھکی کا غمہ نہ کیا۔

"اگر وہ بارونہ مسئلہ ہے تو مجھ سے نہیں، میں کا یہی تمام
 کر دیا چاہوں آپ کے دیکھنا کہ ہمارے ہوتے ہمارے

دوستوں کو کوئی پریشانی ہو نہیں سکتی اور اچھا نہیں لگتا۔ آپ نے
 دیکھ لیں کہ باجوہ کا ساتھ ساتھ دیکھ رہے۔ ہمارے ہی

تھان کی وجہ سے وہ مشکوک ہونے کے باوجود ساقوں سے
 باہر بیٹھا تھا۔ دیکھ جائے تو ہمارے کام کا بھی نہیں رہا تھا، غیر

بھی ہم اس سے آخری دم تک دوستی نبھاتے رہے۔" بارونہ
 چٹنیں کھینچ کر رہے ہوئے چوہری نے ایک ایسا حال دیکھا جو

تاروں کے لیے مستحکم تھا۔ باجوہ کی موت سچی تھی اس کے
 ہاں دھو جانے کیوں اس کے دل میں کھٹکی تھی۔ شاید اس

کی وجہ وہ تو سچی تھی جس میں اس نے چوہری سے باجوہ
 کے خدشات کو دیکھ کر کیا تھا اور وہاں چوہری نے بہت

محبت اور پیار دیا تھا مگر یہ تو سچی موت والی بات اس
 کے بچنے کا ہونا ہی نہ اس کی تھی۔ لیکن مسئلہ یہ تھا

کہ مگر کوشش میں موجود دونوں ڈاکٹروں نے موت کی وجہ
 موت تسلیم کر لی تھی۔ وہاں ڈاکٹروں کے جان پر عمل اور انہیں

سزا تھا کہ وہ جان تھا کہ ڈاکٹروں کو پتہ چلے گا چوہری کے لیے
 کوئی مشکل بات نہیں مگر ڈاکٹروں کے جان کو بچانے کے

زبردستی باجوہ کا جو موت مار کر وہاں بھی اس کے لیے ممکن نہیں
 تھا۔ اس کی اپنی کوئی کوشش چوہری کو بچانے کی تھی۔ وہ

چوہری کو بچانے کا کوشش لیے مصیبت میں مرنے لگا تھا۔
 اس لیے وہی طور پر خاموش ہو گیا تھا مگر اس صورت حال میں

اس کے لیے چوہری پر پہلے ہی باجوہ کو پتہ چل گیا تھا۔
 تھا۔ اس کے دل میں اس کا پتہ ہو گیا تھا کہ کسی روز وہی

باجوہ چھپے ہوئے اسے وہاں سے وہاں سے۔ وہ بھی صرف اس
 وجہ سے کہ چوہری کو محسوس ہونے لگے کہ وہ اس کے لیے

اب نہیں ہیں۔
 "کیا بھائی انہیں ہی صاحب اس کی موت میں پڑ گئے؟"

اسے صاحب اس کا پتہ چوہری نے اسے دیا۔
 کچھ نہیں، میں باجوہ کو خیر آسکتا تھا۔ ابھی پتہ

نہی ہوئی تھی اس کے ساتھ اب نہ ہونے اس کی جگہ جانا
 178 ابریل 2010ء

قاریبٹ آفیسر آئے، وہ سمجھا رہے تھے کہ ہم سے تعاون کرے گا
 نہیں؟ پہلے ہی اسے یہی کہہ رہے تھے کہ آپ کو یہ پتہ ہے۔
 اگر قاریبٹ آفیسر بھی کوئی اس کا جرنی درجہ نہیں تو ہادی مشق
 ہو جائے گی۔"

جی اہل قبل کی کیا تھی چھپاتے ہوئے تار نے نہایت
جائی جسے میں کرچہ دھری شہزادہ اور خوشی دل سے جلا۔ تیس
کیوں لکھ کر تے ہو ان کی پسند جب انہیں ہوں۔ میں اپنے چار
زارہہ گاؤں کا گریہ غار بیت "فیئرناپے مطلب کا بندہ ہو۔
تھانے چاہتا آئے والہا چھو سے زیادہ گاؤں کا بندہ ہو گئے گا۔"
وہ جو شیطان کا بی دکار تھی اپنے چھوڑی مسلمان ہونے کا
قائد تھا کہ جو ہے دھڑلے سے اپنے خود مہمقاہد کی
کامیابی کے لیے تھکا: یہ مستقل کر رہا تھا۔ سوچے گئے
ہیئر کے اندر بھی کال کر لیا تھا نہیں دیا نہیں بھی بھی نہیں کی
رہی اور تار کرتے ہے۔

[illegible][illegible]

ابھر میں کے بغیر نہ رہ سکیں ہوتے۔ اس کی توقع کے مطابق
مکمل چھانے سے جواب دینے کو کہیں "کو سونے اترتے

اٹھ لے کر ہم چپ ہو گئے۔ یہاں تو کیا تھا کہ پالی کی قسمت
 اور وہ ہر کئی کئی سالوں میں طوفان اور عذاب کے ساتھ ان میں
 جہاں فرق ہے۔ مغربی تفریق ہواؤں اور طوائف میں بھی
 تہذیبی پیدا کرتی ہے۔ ہونے کی کھڑے جہاں عذاب کی وہ ہواؤں
 ہی عداوت کی ناکھ کشیں ہوتی، اپنے فطرت دونوں کی ایک
 تھی۔ گل جیسا مشاہیر کے دامن میں راجح جس ہونے میں
 راجح جس ہواؤں ہیکڑوں میں تھی۔ سال کی ایک تھی، پھر
 دہرہ اور خوب کی تھی، شہرہ بربادی ہواؤں کی قسمت... جانے
 کون کون سے مسائل تھے جن کا اسے سامنا تھا پھر بھی وہ
 مطمئن تھی اور اپنی ہی سے محبت کرتی تھی۔ وہاں غنائے یہ
 سارے مسائل نکھار دیکھے تھے لیکن ایک بدمذہب و حققت انسان
 کے ہاتھوں میں ہوتی حیرت انگیز تھی کہ اپنا طوطا چھوڑ کر ان
 پھاڑوں میں نہ دینے پر مجبور ہو گئی تھی لیکن وہ اس پلٹ کر
 جانے کی خواہش اب بھی دل میں سوچ رہی تھی اس خواہش کے
 پیچھے پیچھے ہی مغربی محبت کی جو ہر انسان کو اپنے گھر سے ہوتی
 ہے۔ انسان نہیں کہ بھی جو فطرت سے غافل نہیں نہ ہو سکا۔

”کیا سوچتا ہے؟“ کہ تم خان قادر باقی کرتے ہو۔ اچھا، یہ
سے کیا ہے۔ اچھا اور اچھے میں تو جہاد فرم رہا ہے۔ تم نے کو
اچھا۔۔۔ کو کو کا خوشی ہو کر اس نے خود کشی کر کے جہاد کیا۔
”کیوں نہیں؟“ فرمنا کہ میں خان قادیان میں تو نہیں سے جا کر
اباں دور رہا ہے۔ اور ابھی کئے لوگ رہتے ہیں۔ اب یہاں
وہاں جا کر رہتے ہیں تو میں نہیں یہاں نہیں۔
نئی جہاد میں سے سیکھتے ہوئے تھے۔

[illegible]

”کیا ہوا، سب خیر تو ہے؟“ اس نے سب سے پہلے
 ”جے جی“ کر کر کر محافل سے سال کیا۔
 ”ابھی کے گھر سے تڑپ آیا تھا، لیکن کے چپ نے
 کہنا یا ہے کہ اس غبار کا زور بندوبست کرو اور نہ ٹھکان کیس؟“

مگر۔۔۔ اکرم خاں نے پریڈیٹی سے تکیا۔ اس جواب پر ہاتی
عراقین تو انہیں سن کر ہنسنے لگے اور تھکروں میں مصروف ہو
گئے۔ لیکن اس کی خبر ان کی مولاؑ کو
"کیا مطلب؟ کیسے دس جزیرہ؟"

”ہمارے دلان رواج ہے کہ کڑا شادی سے پہلے دہی کے باپ کو کرنا چاہیے۔ میرے ماسوں زاد نے بھی اپنے سر کو روڑیاں دیں ہیں اب وہ اس ہزار اور مانگی ہے۔ ایسا پہلے بھی نہیں ہوا۔“ چپ کا ہنر مت جا بڑے تو اس کے بعد کوئی اپنی زبان کھسکا بدلتا ہوا اس خاندان خراب کوٹ جانے کیا ہو گیا ہے؟ وہ اپنی تو سہنے ہوئی مشک سے سب کو کھانچا بچہ کر چپ کر ادا ہے کہ ذرا آرام سے سن چند کراس سیکے کاش سوجھے ہیں لیکن ہم کسٹوم ہے کہ نہ نہ ہم کہ کوئی چپ نہیں رہے گا اور نہ خود (خود بخود) کوئی شروعا ہو جائے گا۔“ کرم خان ہنر کچھ دیر تھا اس کی روشنی میں بھی کچھ ادا تھا کہ وہی کے باپ نے سین ادا پر ایک ڈانٹ ڈانڈیا مڑا لیا تھا ہے جس کے نتیجے میں اچھا بھلا شادی کا کر دھن میں سکا تھا۔ وہ نہ اپنی نرم طبیعت کے بے صف ہے ہر باری صورت حال جان کر پریشان ہو جاتی۔ پھر ایک دہر اس کے دھن میں ایک خیال بھی نہ ملتا رہتا۔

”بھائی! نرم اترم مجھے دین کے گھر لے چلو۔“ ابھی
میں خپل آئے ہی تھے کہ اُن کے صوفیوں سے مطالبہ کیا۔

”لیکن تم وہاں نہ کرکے گھرے گا؟“ انکرم خان اس
مطالعے پر حیران ہوا۔

”جی بھی تم اس کی قسم اے چھوڑ دو۔ میں مجھے وہاں لے چلو۔ میرے جانے سے شاید یہ مسئلہ بغیر کسی لڑائی جھگڑے کے ختم ہو جائے۔“ اس نے اپنی بات مزید دہرایا۔

”تماری تو بچہ مجھ نہیں آ رہا ہے تم کیا کرتے چاہو رہا ہے“ اُن کے ہاتھ تھک چکے تھے۔

”دویم میرے ساتھ چوڑے نوک کے لپٹا لیکن پہلے مجھے لے کر تو چلو۔“ اس نے تھوڑی سی ہنسی کے ساتھ کہا۔

”لحیک ہے۔ ہم نے چتا ہے۔ جسے وہ بیان دے گا کہ تم ادھر اچھٹی ہے۔ اور کے روزوں کو نہ ٹانگیس ہے۔“

سیدھا ہوشیار ہو گیا۔ اس نے اسے دیکھا تو اس نے کہا: "اس نے میرے لئے ایک نیا راستہ دکھایا ہے۔"

راہی تو جو کہ کھینچ کر چکان تھا۔
 "اسا کہہ کر اس نے ہاتھ جوڑے اور فریاد کیا۔" ہاں، تو نے اس سے

قلی دی اور تپ منٹ انتظار کرنے کا کہہ کر اندر کمرے میں چلی گئی۔ کمرے سے باہر آئی تو اس نے اپنی مخصوص سیار چادر

باسمہ تعالیٰ

اؤں کی جتنی تازہ صورت حال پر تبصرے میں مصروف
 خواتین کو اس کے اور اکثر ممالک کے درمیان ہونے والی
 متعلقہ غم نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں کو باہر جانے کی کڑی
 چٹک رہی ہیں۔

”ہم لوگ ابھی تھری دیر میں واپس آ رہے ہیں۔“
 سہلات نے زانوؤں کو پیٹ کر جواب دے کر اکرم خان اسے
 لیے کمرے سے باہر نکلا۔ گواہ بہت مختصر تھا۔ لیکن چند گھنٹوں
 میں جس جہن میں گئے گئے تے مکانات تھے۔ برقی کے بعد
 ایک انسانی آواز اور پھر کھینچاؤ اور ہرجائے۔ اس مختصر سے
 گواہ کو ثابت ہو گیا کہ وہاں حال کا دیکھنا ہے۔ آنے والے
 پہلوؤں کے باقی اپنے محکمہ میں پہنچاؤں تک پہنچنے سے
 قبل دیکھ دیا کہ اس کی غیر معمولی گمان ہے تھے اور پھر واپس
 میں آئی جب وہ محکمہ کو سر زینے کے نقشے میں چارہ ہوتے
 تھے، وہو شے کی قدم پوسی کرنے سے پہلے واپس جاتے تھے۔
 وہاں بھی اس نے ظاہر ہونے کے بعد حقیقت ظاہر ہونے کی
 گھنٹوں میں قدم دھتے چھ نکل میں رہن والوں کے گھر
 پہنچے۔ اکرم خان کا کہنا کہ وہ بھی یہ ابھی لوگوں کے ساتھ آ کر
 وہاں بہت عجیب سے دیکھا کہ وہ نام کسی سے کوئی سوائی نہیں
 کہ اور اگر وہاں کی خواہشیں وہیں کے وہاں سے ملتا
 رہتا تھا۔

”میں آپ کا بیٹا ہوں۔ اس بیٹا کو سننے کے بعد
 یہ میں برائی کروں گا۔ اس کے آپ سے ملنے کے لیے
 آئی ہوں۔“ وہ بڑے غریب لڑکے کا آواز کرتے ہوئے
 ہادی کو اپنی ہڈی کے ساتھ چمکاتا ہوا ہادی
 کے ہاتھ سے آپ کو بتاتا۔ جو اب وہ نہیں صرف سید
 لکھنوں سے اس طرح اس کو جاننا دیکھتا ہے اس کے
 چہرے سے اپنے بچے کو دیکھ کر جانا جاتا ہے۔

”مجھے آپ کے سرواڑے کا قلم نہیں۔ بھائی! اگر مہمان نے البتہ ادا ضرور کیا ہے کہ ایک دروہ جہالت نے ہو جائے اس کے بعد کوئی فرق اپنی زبان سے نہیں بھرے۔“ آپ نے پچاس سو روپے کر حیرت منی کر کاغذ لکھ دیا ہے اس کے پیچھے شینڈا آپ کی کوئی بھوری اوگی۔ بہت غبار ہے، آپ اپنی روایت کے خلاف کیوں جاتے؟ میں اس وقت آپ سے آپ کی بھاری کے بارے میں پوچھ نہیں آتی ہوں۔ میں آپ کو یہ دہی خیر دے آئی ہوں تاکہ آپ کا سستہ بھی حل ہو جائے اور سب کی خوشی بھی آفر ہے۔“ اس نے آپ تک چادر کے نیچے پہن کر رکھا اپنا ہاؤس بچو، ہر کار اور چند نیچے ٹوٹ پڑے کے سر سے نہ کھو۔ یہی ٹوٹ ہے جو شہر باد نے

© 2010 Blackwell Publishing Ltd *Journal of Internal Medicine* 267: 175–183

☆ ☆ ☆

”تھیک ہے تم اپنا کام کرو۔ میں خود پکڑ کر آؤں
جوں۔“ وہ بستی ہوئی باہر نکل گئی۔ مگر جس نے پیچھے سے آواز
دے کر اس سے پہلے کہا بھی لیکن اس نے اس کی طرف
آوازوں کے احساس کے ساتھ اس سمت نہ ہی دیکھا ہوا
کی نگاہوں میں چلا۔ وہ بہت اچھا ٹھہرا تھا۔ یہاں کا موسم
اس کے لیے چوتھو خرداد تو لیکن وہ اس خوف سے آوازوں
کو چھوڑ کر بائیں کو گئی ہر گز وہ اسے دیکھ نہ گئی۔ آوازوں کی
اس سخت سے لطف اندوز ہوئی وہ گرم کپڑوں میں ملیں
ہوئے کی سیمینک ماحول کی طرف جا چکی تھی۔ یہاں وہ
تین خیرے جا چکی تھیں۔ اچھی بج کے وقت وہاں وہ بستی کو نظر
میں آئی تھی جس کا خرد خرد آوازوں میں سے چلتی رہی تھی
لیکن وہ اندلی قیاس میں اس کے گزرنے سے متنبہ نہ تھی
کا خرد وہ بھی بہت شان دار ٹھہرا تھا۔ ایک ٹھیکہ دار میں
جو تھے۔ پھر اسے حرکت پر نظر پڑا۔ وہ ہتھکڑیوں کو اکٹ-

میں تو تم ہی مریض کا دوا کرتے ہو؟ اگر تمہیں میری آفر قبول
 اسی سبب سے دوا کر رہا ہوں۔ شاہ باہر میں اسے شہرہ
 کے ماحول دیکھنے کے بعد یہاں رہنے سے متاثر ہو گیا ہے۔

”اٹاپ... اٹاپ اٹاپ!“ اندر آئے۔ دے لے افراد

مستحقان نے خود دینہ لے لی ہیں اسے عمل پر پورے جوش کی۔
 ”دور گز کا خاتمہ نہیں۔ ایسے مجھے دو ہے کے کام
 کرنے کے لیے جو بہت لوگ لڑ جائیں گے لیکن اصل مسئلہ
 نہ رہے گا۔ یعنی حکومت نے اسے بنگلہ کر دیا ہے اور وہ
 برہنہ میں اس کے قاتلوں تک پہنچتا جاتا ہے۔ اس کے اس
 فائل میں کہ وہ سے اچھا سا مایا جاتا ہے اب خراب ہو گیا
 ہے۔ لیکن اپنے مارے لوگ نہ رہ کر انہ کے کرتے جاتے ہیں۔
 اب اگر وہ جہنم ہی، اگر تو جہنم کے چھپے ہو گیا تو ہم اور بھی
 کھانا نہیں کا کھانا ہو جائے گی۔“
 ”آپ اگر جہنم دیکھنا چاہتے تو اسے خود موش کر لے گا بندہ دوست
 کیا ہے؟“ اسٹیمپ نے اسے حق فریضہ جس سوال کیا۔

”مجھے یہ خیال نہیں آیا کہ میں نے جسے گناہی قرار دیا۔
 کلاںکے بے گناہانِ انصاف کے چہرے میں دلنے کی وجہ سے چادر ڈالنے
 نے ساری افکارِ شیطانی، زنا، تہمت، ہیتم و دھرمی ہیں۔ میں
 اپنا صدمہ دے، اس بات کی تہمت کی کہ چکاہوں کہ خود گناہ
 اپنی کسی بھی ایکسانی کو کسی ایجنسی کے ساتھ شیئر نہیں کر رہا
 ہے۔ بلکہ یہی خبر جو ہے کہ وہ جو دے لے کوئی مصیبت طاری
 کر سکتا ہے۔ پیسے ہی ہی آزاد اور اللہ آباد والے بیتِ آپ
 کو نے کی وجہ سے اوپر والے مجھ سے باز رہیں۔ قرعہ
 کی تو بلکہ میں بچتی رہا ہوں ہے لیکن مجھے ان کے ساتھ جواب دہ
 چاہتا ہے۔ اوپر والے مجھ سے پوچھتے ہیں کہ مسٹر ویرا!
 خبر دے لوگ یہ بھی غلطی کر رہے ہیں؟ مجھے پتہ کس
 شرمندگی کے اوپر کی جواب نہیں دے سکتا۔ وہ خدا کا ساتھ۔
 ”نہیں سر! ہادی طرف سے تو آپ کو کوئی شکایت
 نہیں رہنی چاہیے۔ پچھلے دنوں ہم نے اپنے دائروں کے
 سبھی کامیابی سے ہمارے لیے کیے ہیں۔ یہاں کی ایجنسیز پر کچھ
 مضمون کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں کہ ایک چودہویں کو کہا
 ہے؟“ سچائی نے ان کی کارروائی کرتی۔

”اس بات سے تو مجھے بھی شک نہیں۔ میرا یقین تھا کہ تمہاری ان کاہنہ انجمن سے ہم قسمت کو بدلنے کے طور پر تھاروان کا یقین بھی بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ موصوفہ موجود ہو چکا یقین میں اسے کامیاب دل ہو جاتا ہے تو کہ نہ اپنی فنی قسمت کے معاملے کو کچھ نہ دیکھیں وہ نہیں سمجھا۔ اس بات کو ان کے لیے بھی مناسب رہتا ہے کہ ان کا کوئی مستحق نہ ہو کہ نہ بن جائے۔ اور نہ کو تھاروان کی قسمت کے بدلنے پر میری تصدیق شیعہ کرنی۔“

”آپہ بھئی تو یہ کام بھی کرنا ہوا ہے؟“
”جیسے وہی اداں تو تم بھی اہتمام سے کرو۔ یہ کام

کرنے کے لیے دوسرے بندے سے تین سو روپے پا کر "دھما
نے لگی۔ اس کا رکیا تو کھنچا تو خاموشی قہر کرتی رہی۔
"ہیٹاؤ کہ شہر دار کے سامنے میں کھنچا دیا تو کھنچا اچھلی
کے جوش میں دو بہت پر پڑے سے کھان دیا ہے۔ وہ انکھ نہ بچ
تھا جہاز پر آباد اور انعام دلا لیا آپ تو کھنچا ہوتا۔ سال
آج کل کو اپنی عبادت کی وجہ سے جہاز کی کمرہ جہاز
بہت چڑھا۔ دوسرے سرداروں کا بھی اس حالت میں نہیں
کوئی تو پھیس دانی اتنی اچھی تھی اگر کئی کس کسے تھے کہ
مجھ کے تجربے کا فرش کھوا کر بچے کی لاش کھا بیٹے۔
پانچ روپے کی حالت کے ہمارے میں بھی نہیں معلوم ہے۔ اس
نے نور پور میں ملازم کے لیے خاڑو کے کام میں کیا۔
خاک کا ہمارے سے قصہ ظاہر ہونے کے بعد بھی کھنچا ہوتا
شکل تو کہ اس کا گردنی کے پیچے کون تھا۔ وہ تو پانچ روپے
کی اچھی تھی کہ وہ پہلی تھی چٹا تھا اور انکھ کھنچا
میں میں کھنچا۔"

مستحقکار ایک کے اعتبار سے اور، سے مجھے بھی حق ہے۔
 ی کا کو کر دی بیٹھ سکی لیکن وہی مجھی کہ وہ دوسروں کے
 مستحق سے میں بہت زیادہ، تو اب میرا سا جانی بھی میں۔
 وہاں کوئی ان کے سامنے ہے ساری محنت کرنے میں کوئی عار
 محسوس نہیں کرنا تھا۔

[illegible][illegible]

”میری ساری بات مجھے ضرور سمجھ جائے گی۔ کوئی کھلی جگہ نہ ہو، نہ ہو جائے گی۔“

پھر جی ہونی مشورہ نہ دانی سے کہا۔
 "نہی مگر نہ کرو لی بی! میں سب سنبھال لوں گی۔"
 سرخ کامروار روئے گا، خیمہ سے نہ کر کے آگہ بیگ میں
 رہتے ہوئے رانی نے جہاں دلا اور بڑی محبت سے کشور
 کی طرف دیکھنے کی۔ آج وہ بڑی گھمڑی گھمڑی کی لگ رہی
 تھی۔ بچنے دلوں کی کیفیت کہیں اندر چھپ کر بھی اندر اندر
 سے جو روپ لگا تھا وہ اپنی اپنی بار تھا۔ اس روپ کو سر پہ بھگوار
 ایک مشہور پارلر کی برقی پیشانی سے دیا تھا۔ کل جب کشور نے
 اسے اچانک دیکھ کر ہنس کر کہا تھا تو وہ گھٹکی لگا کر کہا تھا۔
 آفتاب سے ملنے جا رہی تھی لیکن اس کے انداز سے کے
 برخلاف کشور اسے برقی نے بھی سمجھا تھا۔ اس نے بڑی
 چھان چھک کے بعد سر پر عروسی جوتا اور اس کی بیچنگ کے
 زیورات وغیرہ پہنے تھے۔ لہری سے وہ لوگ سے ملے۔
 مشہور پارلر پہنچے تھے۔ اس پارلر کے بارے میں کشور کو افہام
 نہیں تھا۔ وہ اپنے والدین کے بارے میں سمجھتا تھا۔ پارلر میں کشور
 نے اپنے والدین کی بیگ کرمانے کے ساتھ ہی پیشانی کے مشورے
 پر مبنی بیٹھ کر بیٹھ گئی تو والدین کا اور وہ سب لوگ پر مبنی
 بھی کوئی تھی۔ مہندی کو لوار بھر بھر کی تحریروں سے چھپانے کے
 لیے وہ پارلر سے خود کو بہت الگ کرنا چاہتا تھا۔ لیکن کرکٹ
 واپس آئی تھی۔ کوئی واپس کھینچنے کے بعد اسے آج تک کا
 سارا وقت اس نے اپنے کمرے میں گزارا تھا کہ مہاراجا کوئی
 میں کام کا کرنے والی چاہیے کہ جی نہ چھوٹ جائے۔
 کمانے پینے کا سامان دانی نے اسے کمرے میں ہی مہیا کر دیا
 تھا۔ کل سے اب تک وہ کشور کی ایک ایک پیشانی کا نہ زور دینا
 رہی تھی۔ "آفتاب سے ملنے جانے کے لیے وہ بیٹھ ہی بڑی
 چھوٹ تھی آخر آئی تھی لیکن آج تو سامان ہی آگہ تھا۔ آج وہ
 آفتاب سے ملنے چاہتی تھی۔ لیکن آج تو سامان ہی آگہ تھا۔ آج وہ

اس کے بعد اعلیٰ افسر سے مل کر اس کی ضرورت کی کیفیت کے
مذاکرہ کر دی گئی۔ اس کے بعد وہیں پر پہنچ کر آلودہ جسم بالکل
وہیں ہی تھا جو اہل کے آگے سے رخصت ہو کر نئی کے محل
جانے والی ہیں کہ چرے پر لکھا ہے۔
”کیا دیکھ رہی ہے رانی“ اس کی محبت کو سمجھ کر
کے مشورے اس سے ملے۔

”اپنی خوروں سے آپ کی بچھیں لے رہی ہوں
ہی! آج تو آپ کی ہی مگر دہی جیہا کو آپ کے چہرے
سے نظر جاتا ہے تو کبھی ہی نہیں کرتا۔“
”جیسا کہ بات سن کر مسعود خوش گودا مانتے ہیں۔“
”نہ سب کے لیے نہ انہماک۔ آج بھر کے سہوہ ۱۱:۱۱

کہہ رکھ دیں گے۔ ابھی تجھے تھاری کی عیبتیں تو رانی کی
 ہزاروں بارے میں پڑائے ہیں، جب ہم محل تھاری کے
 سامنے آپ کے روبرو ہوں گے تو آپ کیا کریں گے؟ ”
 کی بچوں سے آئیے شہزادے والے ” آپ کے کھسکے
 دیکھتے ہوئے اس نے اپنی دل میں اسے ” کچھ کیا اور پھر
 عیبتیں کرنا۔

”شریف سے اہل دینی کا کوئی کاسلہ میں بھی
 آری ہوں۔“ دھندلے ہاتھوں میں کڑی سے چھپانے
 کے لیے اس نے بھانے سے اسے کمرے سے باہر بھیجا اور
 خود ہی دیر بعد خود بھیجی ہوئی چادر میں اس طرح لپیٹ کر کہ
 اسے آنکھوں کے چمکنا کوئی ظہور نہیں آ رہا تھا، کمرے
 سے باہر نکل گئی۔ اس کے سامان والا ایک دلی پیسے کی ساتھ
 دے گئی تھی۔ پورا گھوٹا، لی اور ادا راجہ دونوں اس کے خنجر
 تھے۔ شریف مامی پر ادا راجہ کا گناہ سے ان کے ساتھ ہی
 بیان آ رہا تھا۔ اس نے کب کب کھوٹا خرچ ہو کر اقتصادی
 قریب چھوڑ کر چھانے سے آگے سے لے کر اس کے گاؤں
 اسے کمرے میں رکھی تھی، اب بھی کچھ ذرا راجہ ان کے ساتھ تھا۔
 وہ ان کا مکمل راز دار نہیں تھا لیکن جتنا دیکھتا تھا، اسے بھی
 قیمت وصول کرنے کے بعد بھول جاتا تھا۔ کھورنی کا یہ
 مصروفیات پر بھی اس نے انھیں بند کر لی تھیں اور صرف حکم کا
 قیام نہ رکھ کر رہا تھا۔

”مجھے یاد رہیں یہی اورک جائے گی مانی، مجھے وہاں پہنچنے کے بعد تو شریف کے ساتھ کوئی دلائل بھی چنانہ جارہا کہ کام میں ہاتھ ڈالنا۔ میرے ساتھ پارٹنر میں دینے کر تو مجھے کیاں مارنے کا ابھی نہیں کرنا ہے۔ میں رواجانی مجھے یاد یا جب بھی ذرا نہیں ہوا، مجھے کوئی قانون کرنا ہوا۔ تو شریف کے ساتھ آکر مجھے یہ جاتا۔“ طے شدہ منصوبے کے تحت راستے میں گھومنے پر آئے بندہ رانی کو گھر دیا۔ اس شخص کو راجہ راجہ راجہ۔

دانش روزی کے سیر، پھر اپنے سواگل سے آفتاب کا خبر
دانش کیا۔ دوسری ہی شب پر کتابیں سپرد کر دیں۔

”آغا! آپ کو ہمارا دل چاہیے کہ آپ کو یہ سب دیکھ کر
 ہی اس نے ہنسی کیا۔“

”یاد آئے کے واسطے میں پہنچے۔ میں کا خیال دل سے جدا ہی نہ تھا۔ لیکن یہ جگہ جو کہ ہم ابھی یاد کرنے کے لیے بھی فرصت کی تلاش کرتے ہیں... تو دل بڑا دستہ پر ہر وقت اپنے اندر اس دھڑکنے کا شہر چھپا ہوا ہے۔“

دانوں : تم بھی کرتی رہیں۔ چائے تم ہوتے ہی خارجہ بنایا جیسے گی۔

”آج پتہ نہیں کیوں ابھی سے خیر آئے تھی؟“ مد پر ہاتھ دھرتے ہوئے کہنے کی کوشش کرتے ہوئے حیدر نے کہا۔
 ”تھک گئی ہوئی۔ خود آدھم کر لے۔ میں بھی جاتی ہوں۔ ابھی شریف کے ساتھ بی بی کو لینے بھی جاتا ہے۔“
 اسے مشورہ دے کر وہ کورٹ سے باہر نکل گئی۔ کوئٹہ کی اثر انگیزی کے بارے میں اسے ابھی صحت معلوم تھا۔ ان کوئٹہ کی حد سے تو وہ حیدر کی مشورہ ملازمین اور باکان کی بددیہاتی کو غافل کرنے میں کامیاب ہو جاتی تھی۔ یہاں صرف عین بدلوں سے غفلت کیا مشکل تھی؟ چائے کی ٹرے ڈال دیتی خاتون میں دیکھ کر وہ گیت کی طرف آئی۔ چوکیدار کسی پر بیٹھا نگہ نہ تھا۔

”خیر، تم ہی ہے تو اندر اپنے کورٹ میں جا کر سو جاؤ۔“
 سمجھنے دو سمجھنا ہی نہیں تھا۔ ”میں آ جاؤں۔“ چوکیدار کا شانہ بڑا کر اس نے اسے یہ مشورہ دیا تو وہ اونچا ہوا اسے کورٹ کی طرف چلا گیا۔ اب رانی کو یہاں تھا۔ کچھ صوبہ پر اصرار کٹھن رانی سمیت ان تینوں کو اپنے سامنے غار ان کی کھڑکی سے رانی پر ڈالت بھی پلائی اور یہ بھی ظاہر کرتی کہ کوئٹہ پر کسی مہم سے رابطہ نہ کرنے کی وجہ سے رات سے مجبور انہی سے خیر دانی آج ہوا۔ مہم اس صورت حال پر مملکت کو خیر ہونے لگیں ظاہر ہے وہ بالکل سے بحث نہیں کر سکتے تھے۔ رانی بھی بالکل کی چوکیدار سے کہ جس سے مملکت پر تھی۔

ہر طرف سے مطمئن رانی کوئی میں کٹھن کے ذرا استعمال کرے میں چلی آئی۔ یہاں کتوں کا پھانسا سا ذخیرہ موجود تھا۔ اور احتیاطاً رات جاگ کر گزرتا چاہتی تھی چنانچہ ایک کتب لے کر بیٹھ گئی۔ اردو کے اس دلچسپ زبان میں لکھنے سے اس میں ہی نہیں ہوا کہ کتہ وقت گزر گیا ہے۔ گیت پر ہی گاڑی کا زور دار باندن، نانی، دیو، چوکیدار، کتب کتاب چھوڑ کر چھٹی ہوئی گیت کی طرف دوڑی۔ خیال تو کہ کٹھن دانی آئی ہوئی۔ اپنے اسی خیال کے جب اس نے بے حذر گیت میں دیکھا تو کچھ سانسے سوچ کر گاڑی اور اس میں سوار اہلکار کو دیکھ کر اس کا دل پر کاٹھن سے پروردہ چھپنے کی روٹھا۔ گاڑی میں تیار اور اس کا شہر اشرف چلے ہوئے تھے۔ اس نے گیت محل واپس آ کر گاڑی تیزی سے اندر آگئی۔ کابجے ہاتھوں سے گیت بند کر کے رانی چوکیدار سے گاڑی کی طرف بڑھی اور کچھل نشہ سے چھٹی تیار کی کو میں سر دھاکر سوتے ہوئے غار کا کتہ گود میں لے گئے۔

”ہمیکہ اہلکار مرگیا ہے۔ مجھے گیت کھانا پڑا۔“
 تاسو سی الفیست

اشرف نے غفلت کچھ میں اس سے سوال کیا۔

”اس کی طبیعت دلی غراب ہے گی۔ اپنے غار میں چالوت رہا ہے۔“ حاضرہ ٹی سے کام لیتے ہوئے اس نے چوکیدار کی سیٹ سے غیر حاضری کا ہاتھ ڈالا اور اپنے کپے ہوتے کوئی کے اندر دنی سے میں ایک کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ حیدر سے میں چوکیدار کے علاوہ بھی کھارانی کوئی آتا تھا لیکن سارے کمرے پر وقت صاف تھرے اور تیار رہتے تھے۔ ان کمران میں سے ہی ایک میں اس نے تیار کے چائے کو پچھا کر آرام و سترہ لیا تو یہ۔ تیار خود بھی پیچھے ہی چلی آئی۔

”آپ لوگوں کے لیے کھانا کچا کس بی بی؟“ رانی نے اس سے سوال کیا تھا۔

”نہیں، کچا تاہم کچا کرتے ہیں۔ اشرف کے ایک دوست کی شادی تھی یہ ساری میں شرکت کر کے آ رہے ہیں۔“ تیار نے اسے جواب دیا۔

”تو فیہ میں آپ لوگوں کے لیے دو دو لے کر آتی ہوں۔“ ایک تو اسے معلوم تھا کہ حیدر سے کچھ رکھے واسے سارے افراد تیار سے پہلے دو دو لینے کے دانی ہیں اور سارے دوزیاں وہ تیار کے سب سے چھترہ لکھ چاتی تھی کہ مہاراجہ و کٹھن کے بارے میں کوئی سوال نہ کرے اس لیے کہ اس کے جواب کا نظارہ کے بغیر چوکیدار سے کمرے سے باہر نکل گئی۔ کمرے سے باہر نکلنے کے بعد اس نے سیدھا دوزیاں خاتون کی طرف جانے کے لیے نکلتا گاؤ کا رخ کیا۔ کتوں سیٹ میں دنگ ہو تھا۔ اسے کٹھن کوئی کر کے اس کی صورت حال کے بارے میں خبر دینی تھی۔ کتوں کی دیر میں کے لیے اب میں نہیں کر پاتا ہوں کٹھن کا سوا کٹھن کٹھن کر کے داخل جانے کا انتظار کرنے لگی۔ اس وقت اس پر ایک مہمات طاری تھی کہ کٹھن کا جوار اور معدہ کٹھن کی مشکل لگ رہا تھا۔ جسے ہی جلی میں جانے کی آواز ملی دنی اس کی دنی ہوئی ماس میں نہ لے گی۔

”اس وقت کے کٹھن گود میں ہے۔“ کتب سے نانی دینے واسے اس سوال پر دو اس پر ہی طرح اچھلی کر رہا۔ اس کے ہاتھ سے کٹھن تھا۔ کچھ بڑے سیدھے پر۔ کٹھن کر اس نے اپنے پیچھے کی طرف دیکھا۔ دھتے پر ڈھیراں کٹھن سے چوکیدار اشرف شاد سے خوشیت بھری کٹھن سے مجبور ہاتھ۔

حالات و صلیت کی منظر۔ یہ کہ ملائی میں جو کٹھن
 دنو کی دانش حیات کے وقت ایک ملائی ہے



اسحاق ڈاری

گزشتہ صفحہ

ہم اس مہما میں قانون کتابوں میں لکھا ہوا ہے جب اس کی باگ ڈور ہاتھ میں لیں تو اس کے روایتی نظام تک پہنچتی ہے تو اس کے معنی ہیں بدل کے رہ جاتے ہیں۔ مختلف طبقات میں تقسیم اس نظام قانون کے بھی کلی رخ ہیں، بالآخر طبقے کی خوشنودی ہیں قانون کی اصل تعریف و تشریح نہیں ہوتی ہے۔ یہ تشریح کتابوں میں نہیں، روایتوں میں تحریر ہوتی ہے۔ ایسی روایتیں جس میں قانون صوب کے لیے ایک چھوٹا نہیں بلکہ عدم تدور اور چال کا مایہ جہاں طاقتور مچھلی چال کو توڑ کر اور کمزور مچھلی بچ کر نکل جاتی ہے۔ پھانسی وہی ہے جو درمیانہ طبقے سے ہو۔ محبت نہ تو روایتوں کو مانتی ہے نہ طبقوں کو۔ تقسیم معاشرے کا تجزیہ کر کے محبوب کا اندھا بن کر رہتی ہے۔ یہ تو میں ہو جاتی ہے۔ بلکہ طبقوں کی پروا کرتا ہے اور نہ ہی طاقت اس کا ارادہ روک سکتی ہے البتہ اسے آزمائشوں سے خبردار کرنا پڑتا ہے۔ زندگی کی پیمائش اور وقت کے دھارے سب قسمت کی ہاتھیں اور تقدیر کی چالیں ہیں۔ کبھی بازی ہلت بھی جاتی ہے۔ یہاں وقت لوٹ تو نہیں سکتا مگر تقدیر سناہ نہ جاتا ہے۔ اس وقت تک ماؤں کے پیچھے سے بہت سا پانی گزر چکا ہوتا ہے۔ جرم، استغناء، جاگیر داری اور پھار کے محور کے گرد گھومنا آزمائشوں کا ایک آئینہ ہے لا متناہی مسئلہ

تقدیر کی مشورہ مگر قسمت کی جا بازی یا تقدیر کا کیل ... ملنے اور پھرنے والوں کی کہانی



رانی کے اندر آئی بہت جلد جس کی کوری طور پر اشرف
شہ کے چال کا جواب دے سکتی۔ وہ خوف زدہ کی کڑی اس
کی شکل دیکھتی رہی۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ رانی بات کہنے سے فون
کر رہی تھی؟" غلام شاہ نے کہا اشرف نے اپنا ہاتھ اٹھا کر
"کی کوئی شادی افون کی کھنٹی کی بجائی تو میں نے

فون اٹھا دیا تھا، دوسری طرف سے کوئی بات نہ ہو رہی تھی۔"
رانی نے ٹھوک لگی کہ اپنا شک ہو جانے والا تھا تو کیا اور
اشرف شادی کی بات کا جواب دیا۔ اپنا ایک دال ہو جانے

والے چڑھ کر اشرف کے اس ہونے نہاد کو لے کے لے کر
الحال میں بہانہ اسے سوجھ سکا۔ اشرف شہ نے اس کا
جواب نہ اور خود آگے بڑھ کر کچھ اور نہ بیدار اٹھا لیا۔

دوسرا مکان سے لگا ہے ہاں اس کا دھوکا بھی تک انہی پر
کوئی موجود ہے۔
"بھئی! اس نے خزانے کے انداز میں کہا۔ رات

میں فوراً ہی رابطہ قطع کر دیا گیا اور فون کی آواز سنائی
دینے لگی۔ اشرف شہ نے رانی کو کھانے والے انداز میں
دیکھتے ہوئے دیکھ کر دیر لے کر بھاگا۔

"شہ کو کہاں ہے؟" یہ سوال کرتے ہوئے اس کے
لپے میں جگہ سر اور ہاتھ۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ اس گم گم کال کا
شہ سے قطع ہوا کر کے کی کوئی شہ کر رہا ہو۔

"لی ٹو تو اپنے کمرے میں سو رہی ہیں۔" شہ اور
اشرف شادی کو بھی میں آگے سے ساتھ ہی اس نے اس سوال کا
جواب سونے شروع کر دیا تھا اس لیے اس بار پھر اسے انتہا

سے اشرف شہ کو جواب دیا۔
"لی ٹو نے کمرے میں اور نہ ہوا تھا۔ یہ کی دیکھ کر کچھ سے
سو رہی ہیں۔ ابھی کھڑی دیر پہلے ہی وہ کمرے میں تھیں۔

سولے سے پہلے انہوں نے کچھ سے کمر دیا تھا کہ جب تک
میں خود نہ جاؤں، مجھے سب سے اٹھنا نہیں۔" حکمِ انعام کے
وقت اس نے آگے کے حالات کو سنہاتے کے لیے بھی جھڑ

بندی شروع کر دی۔
"لیک سے تم چوہا۔" اشرف شہ نے اسے اجازت
دی اور خود بھی بھاگ گیا۔ رانی نے فوری سمجھ گچھ کی

جانتے ہو سکتا تھا کہ اس کا ہاتھ لپٹا اور ہاتھ لپٹانے میں چکر
بہ وقت چلے آئے اس لیے اپنے ان ماکان سے لپے اور کمر
کرنے کا اس میں تھا لپٹے لگی۔ باتوں کی طرح اس کا ذہن

باز رہا اور اشرف شہ کو شہ کے قلاب سے بے خبر رکھتا اور
خواب آور ہوا لی چائے پی کر سو جانے والے رات میں کو
سنبھالنے کی تمام تر ذمہ داری اس کے سر تھیں۔ صرف وہ

جس پر شہ کے رازداری کی ذمہ داری تھی اور اس ماکان کا حق۔
کرنے کے لیے اسے بہت حد تک تھکنے سے کام لیتا تھا۔
۱۱۱۱۱۱

"آفتاب! مجھے یقین دلائیں کہ یہ سب خواب نہیں
ہے۔ میں کچھ اس وقت آپ کی بادی کی کیفیت سے آپ
کے قریب۔ آپ کے ساتھ موجود ہوں۔" شہ نے اپنا سر

آفتاب کے سینے پر رکھتے ہوئے خواہش کی ہے جس میں اس
سے طرف دیکھ کر۔ اس کی طرف دیکھ کر آفتاب نے دونوں ہاتھوں
سے اس کا چہرہ قلم کر لیا کی طرف سے لپٹ لیا۔ شہ

نے اپنی آنکھیں موند دی تھیں۔ شہ وہ اپنی اپنی زندگی کے
ان اصول نکات کو کوئی خواب تصور نہ رہی تھی اور اس خواب
صورت خواب نے فوت جانے کے وقت اسے انہیں نہیں

کھول رہی تھی۔ آفتاب اس کی کیفیت بہت اچھی طرح سمجھ
سکتا تھا۔ وہ خود بھی انکی احساسات سے دوچار تھا۔ کبھی کبھی
اپنی کھل جانے والی خوشیاں انسان کو اپنی ہی سے جتنی میں

جنگ کر رہی ہیں۔ وہ خواب جو ہر ہادیکھے جائیں، انہیں کے
سرے میں داخل ہونے کے بعد بھی خواب ہی نہیں ہوتے
ہیں۔ خوب صورت خوابوں کی خوب صورت تعبیر خواب

دیکھنے والے کو ضروری ہے۔ کیا لگتا ہے جیت بہتیر نہیں
کاٹے کا ہڈک ہار رہی ہمارے ہر ذرا کی جھلکے پر فوت
جانتے گا۔ وہ ان کی اس وقت ایک دوسرے کے ساتھ

ہوئے اور بہت سے کیف اور کھٹ کر جانے کے بعد بھی
ان کی اور بھی خواب میں جاتا تھا۔
"اگر آپ کو یہ سب خواب لگتے ہیں تو بھی کیا حرج ہے

کہ ہم یہ خواب دیکھتے رہیں۔ اتنے خوب صورت خواب آپ
قسمت والوں ہی کو کبھی ہوتے ہیں۔ وہ دیکھ رہے خوابوں
کے پھولوں سے بھری ہے جس کی تو میں اپنی دلوں کی سر زمین پر

اچھی سے جھنم جھنم کے پانی سے سیراب ہونے کا موقع دے
ہو۔ ہم خوش نصیب ہیں کہ وہ رات نے ہمارے دلوں کی زمین
کو آواز دے رہا ہے۔" بہت دیر کی آواز میں اپنے نظموں کا

پارا دکھاتے ہوئے اس نے فون سے شہ کی بند آنکھوں کا
باری باری کیا۔ پھر کہا اسے اور خود کو یقین دنانے کے لیے
پوری شدت سے اس کے اپنے اپنے عشق کا پتہ چلا گیا۔ شہ

آدھی تھی۔ دھرتی بھی جمل شخص نہ جانے کے باوجود طرے
برسات کا کوئی کرنے سے انکاد کی فون کی اس کے لیے اس
وقت کا کات میں ایک وہ بے کے ساتھ کھڑے رہا تھا۔ وہ

"میں اور تو کا فرق ملے ایک۔" اسے میں تم تھے۔ ایک
رو ہے کہ بات سے ہر ہر جام پر ہاتھ پاتے وہ ہاتھ دھو کر
تھے۔ ایک ہی ایک آواز نے اس فون کو کوڑ دیا۔ وہ

چائے والوں کی کھنٹی میں قلم ہونے والی یہ آواز شہ کے
سویا کی رنگ فون کی جیسے میں کر دہری طرح چمک گئی۔
اس کے سوا کچھ صرف ایک کھنٹی کا تھا اور وہ کھنٹی اس

کے ساتھ تھا۔ یہاں آنے سے قبل وہ رانی کا اپنا سوا کچھ
رہا تو آئی تھی اور کھنٹی بجے کا مطلب تھا کہ کال کرنے والی
رانی ہے۔ رانی کی طرف سے کال آنے کا یہی مطلب لیا جا

سکتا تھا کہ کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے اور وہ اس وقت
اسے ہر کچھ کی طرف نہیں کر رہی۔ انہی باتوں اور غول میں
گھر کی شہ نے ہاتھ پیر پیر پیر پیر کیا تھا۔ اس نے "میں" کا

اسکرین پر کھنٹی کا فون پیر پیر پیر کیا تھا۔ اس نے "میں" کا
پہلے کرتے ہوئے کال دینے کی جھنم دوسری طرف سے تو ج
کے خلاف رانی کی آواز سنائی نہیں دی۔ وہ کچھ پوچھ کر اس

سے کھنٹی کی ایک مردانہ آواز اس کے کانوں تک پہنچی۔ اس
نے اپنی ہاتھوں کو پوری طرح دوسری طرف سے سنائی دینے
والی آواز اور ہر کڑک کر دیا۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ رانی بات کہنے کے
فون کر رہی ہے؟" اس بار وہ آواز سننے کے ساتھ ساتھ نظموں
کو کھنٹی میں بھی کا جواب نہ گئی۔ اسے اس آواز اور لپٹے کو

پچھلے میں کچھ بھی نہیں لگا۔ نتیجتاً چہرے نے نگہ سے جا
اس کا چہرہ دلی چکر۔ اس نے ساتھ ساتھ آفتاب خاصوٹی
سے اس کی اس وقت کیفیت کو دیکھ کر اپنے لیے اوقات دہانے

کھنٹی بھانے رانی کی آواز سن رہی تھی۔ رانی کا وضاحتی جملہ
ابھی اس کی ہاتھوں سے گزرا ہی تھا کہ ایک طرف کی ہوئی
مرحاض "بھئی! اس کے وجود کو دیکھا۔ اب شک و شبہ کی

کوئی گنجائش باقی نہیں رہی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا یہ وہی
اشرف شہ تھا۔ اشرف شہ کے کھنٹی میں موجود ہونے کا
مطلب تھا کہ بہت جلد شہ کو سیر سیر کرنا ہے۔ اس کے

ساتھ آکر نہ ہو رہی تھی کہ شہ کو کوئی سے لپٹا پہنچا بہت
جھلک تھا۔ بے خوف نہ ہونے سے اس نے اس کے ان کات
دی اور بات سے اسے انداز میں اس کا کات سے ہٹانے

"کیا بات ہے شہ۔" کھنٹی بھانے۔
پر فون میں انہوں نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔
"ابا اشرف کھنٹی پر آئے ہوئے ہیں۔" اس نے سر د

سے لپٹے میں لپٹا۔
"یہ تو واقعی بہت ہے۔" آفتاب اس کی دی دلی
اطلاع کو بھی کر رہے تھے۔

"مجھے فون پر کھنٹی کی باتیں نہ ہوں گی۔" شہ نے کہا
بے ہوشی میں کھنٹی کی باتوں نے پر یکدم ہی حرکت کر لی۔
"یقیناً اس وقت آپ کا اس طرح سے جانا خطرناک

کھی ہو سکتا ہے۔" آفتاب نے فون میں کھنٹی کا اظہار کیا۔
"بھئی! رانی کے لیے بہت برا جیت ہو گا۔ میں
اسے اس کی نگہ داری اور جیت کے ہونے میں اسے بڑے

خطرے سے آگاہ نہیں کر سکتی۔" شہ کا لہجہ اب بھی دور دیکھ
چاہن وار تھی۔ واقعی انسانیت کا کھنٹی کا ایک وقار اور
جس کا ہر کار نامہ نہایت کے ہر ذرا پر تھوڑا جاتا ہے۔

"میں آپ کے ساتھ چلوں گا۔" اس نے جرات
دہدی سے اپنا اظہار کیا۔ وہ اور شہ ایک دوسرے سے انگ
جیسے تھے۔ وہ اس کی بات سے اپنے لیے خوشیاں کھینچ رہے تھے

چنانچہ اب سمجھتے کی کھنٹی میں بھی اس کا ساتھ دینے کے
لیے تیار تھا۔ دوسری طرف شہ اسے کسی سمجھتے میں جاتا نہیں
کر رہا تھا۔ لیکن آفتاب کے ساتھ جانا بھی اس کی بھید ہی

تھی۔ رات کے اس پہر وہ کھنٹی کو بھی تک والیں نہیں جاسکتی
تھی۔ آفتاب کو کھنٹی کے کیت سے ہی والیں لپٹا اپنے کا کسم
اور نہ کرتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ سر ہا دیا۔ وہ جاتی

تھی کہ آفتاب آسانی سے انہیں لپٹے کے لیے اسی نہیں ہو
کا کمر دہانے اپنی جھڑ سے کرالیں ہونے پر بھڑک رہی تھی۔
"آپ چہرہ دیکر بہر آئیں، میں اسٹیل اور پھل کی

صورت حال سے آگاہ کرتا ہوں۔" آفتاب نے کہا اور شہ
کے کھنٹی پر نہ کرنا ہوا کہ اسے سے بھر لگی گیا۔ شہ کی جھڑ
کے ساتھ حرکت میں آگئی۔ زندگی کے اتنے خوب صورت

لحظات اس طرح دیرم برسم ہو جانے پر دل کا کچھ ہوتا ایک
نظر کی ہی بات تھی۔ اس نے کھنٹی سے پار جاتے ہوئے جو
اب اس پرنا تھا، وہی اب وہاں نہیں لیا اور حرکت بھری

نظر سے اس طرح دیرم برسم ہو جانے پر دل کا کچھ ہوتا ایک
نظر کی ہی بات تھی۔ اس نے کھنٹی سے پار جاتے ہوئے جو
اب اس پرنا تھا، وہی اب وہاں نہیں لیا اور حرکت بھری

روایتی تھی تو وہ انھیں سنو کی وجہ سے۔ وہی تھا جو پہلی سونلی
فرمائش کرنے کے ساتھ ساتھ ماں باپ سے بات چیت
کرنے کی بھی کوشش کر رہا تھا۔
"میں ذرا اسکوہ کی طوالت چاہتا ہوں۔" اٹھتے سے
قاریاں تو یہی کہہ رہی تھیں کہ اپنی لڑکی پہنوتے ہوئے اسکوہ
شاد ہے کیا۔

سورج خزانے کی۔

مشہور کا دریاغ بہک چل گیا ہے۔ ایک انسان الہامی کے سامنے بھی حق پر کھڑی ہو سکتی تھی۔ ”عربی کی بات سن کر تاجہ کو دوا چاہو پولی۔ مشہور کے کمرے سے نکل کر وہ اندر لے گئے وہاں سے تاجہ صوفیوں سے ملنے اس کمرے کی طرف چلی گئی۔ جس میں دروازے تاجہ اور اشرف شاہ ظہیر نے تھے۔ مشہور ان سے پہلے ہی جا چکا تھا وہاں پہنچ کر کہا۔

اور بے کشش حمی ہیں جس لٹوں سے اسے دی گئی تھی، اس لئے اسے بہت خوب صورت بنا دیا تھا۔ ماہ دہلو کے منہ سے انگوٹھی کی آفریں میں کرگل جینا کا یہ وہ تک تھا۔

[illegible]

اور جیسی خیالات اور اوصافوں میں گھرے ہوئے کے باعث اسے اندازہ بھی نہیں ہو سکا کہ وہ کب سے اور کھل جائے۔ اس کے علاوہ بیپ میں ہونا، ذاتی تمکینوں کی باہمی خاموشی تھی۔ اس نے ساتھ ہی ہی، انرم قوتوں کی ماں اور گھر رہی تھی۔ نور اور مہمان بھی انھیں نے اپنے ویرانہ قلائد اور بانگو اور انداز و ترقا اور سانس کے جوئے اپنی بند آنکھوں کے پیچھے سوچو گرجا جتنا کہ غور میں گم ہے۔ بیپ اور اداسی، شاید عراج نام گم ہوئی تھا، یہ بھر اپنے ہر سطرنج کی خاموشی میں غرق ہوئے کو کما سب سے جانتے ہوئے خاموشی سے ذرا آخر تک کر دیا تھا۔ وہ اپنے ذہن میں موجود مایوسی کی سوچوں کو کھینچ کر دلی بیرونی ماحول کی طرف متوجہ ہو گئی۔ بیپ گرواؤنی ہوئی یا کی جی پی چٹانوں والے ایک نہایت خشک صحرائی علاقے کے قریب سے گز رہی تھی۔ اس علاقے میں چٹراں سے تعمیر کردہ چند گھر آباد تھے۔ ہندوؤں کو پڑاؤ، ہوش پڑتے ہوئے انرم طاقت نے اس علاقے کو کیکڑاں تک کے نام سے حصارف کر دیا تھا۔ وہی کیکڑاں تھیں کہ جہاں کاٹھ کے سیلاب لوہگان نے اپنے لیے گھر بنائے تھے۔ چٹانوں کو توڑ کر کھانے کے لیے ان گھروں کے کھنیں اس علاقے میں ذاتی جیسی بنیادی ضرورت سے محروم تھے مگر وہ یہاں رہنے پر مجبور تھے۔

[illegible][illegible]

"ٹھیک ہے سراسر احمق کہہ دوں گا۔" مشاہیرم خان نے جواب دیا اور پھر عین حرکت کی جیسے کسی سے ایسے ۱۱۰ لیکن حریف ہاتھ نیچے کی لڑائی میں خود بھی تھک رہا تھا۔
 "کیا بات ہے مشاہیرم خان۔" وہ کھنکھاتا ہوا کہتا ہے۔
 "شہر دار نے اس کی تکلف کو برا سمجھتے ہوئے سوال کیا۔
 "میں یہ پوچھتا جا رہا ہوں کہ آپ کی گاڑی تو میں ہی چلاؤں گا؟"

"نہیں بھئی، وہ تو مجھ پر ہی تھی اور وہ میں خود بھی نہیں برا سمجھ رہا کہ زیادہ آرام محسوس کرتا ہوں۔" شہر دار نے اسے تسلی دینی اور کچھ گپا تھا کہ مشاہیرم خان اپنی ہدم سو جوئی میں اس کی گاڑی چلائے والے اور انجری جھ سے پریشان ہے۔
 اس کے اور مشاہیرم خان کے درمیان جھڑپ بھی آگئی تھی جو اس کے باعث اب مشاہیرم خان مستقل اسی کے ساتھ رہنے کا خواہش مند تھا۔
 "بہت بہت شکر۔" مشاہیرم خان کے الفاظ ابھی منہ میں ہی تھے کہ اس کا سوا بانی بچ نکلا۔
 "سوری سراسر" شہر دار کے مقابل چڑھ کر مچا ہوا ہے۔
 "میں نے پھر سزا دے دی۔"

"کوئی بات نہیں۔" کمال انیشہ کر لیا۔ "شہر دار نے اجازت دی تو اس نے پیش کی جیب میں رکھا سوا بانی نکالا۔
 "یہ اسکرور کا جبر ہے۔" مشاہیرم خان آہستہ سے بولا اور کمال انیشہ کر لی۔ "شہر دار اس دوران بے جا ہار اپنے سر سے رکھی قاتل کی طرف متوجہ ہو چکا تھا لیکن شہر دار کی وجہ پر اس کے کان مشاہیرم خان کی آواز پر تکتے تھے۔

"تو تو اگلے خان اپنا کر باپ باپ باں دارا میں نے تمہیں پہچان لیا ہے۔ تم اسرم خان نے دوست ہو کر رہنا تو اسرم خان نے جگہ کے تم نے کیوں نہیں کیا ہے؟" وہ کال کرنے والے کو ٹیڈت کر لینے کے مرتلے سے گزرنے کے بعد باپ قہر سے تنگدیش سے پوچھ رہا تھا۔ دوسری طرف سے جیتنے میں اس کے سوال پر جواب دیا جانے لگا۔ "شہر دار کو دوسری طرف کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی لیکن مشاہیرم خان کی طرف اشارہ نہیں کیا اور "جیسے" شہر دار کی دہائی دہائی سے سننے کے بعد اس نے مشاہیرم خان کے چہرے پر نعرہ ڈالا۔ "میں نے تمہیں شاید کے چہرہ دکھانے کے لیے آواز دیا تھا۔ وہ اگلے خاموشی سے دوسری طرف سے چہرہ دکھانے کی بات نہ بولتا تھا لیکن اس نے پھر سے بے جا ہار کر کوئی بہت ہی خیر نہ جانتی تھی۔ اس کی اس کیفیت پر شہر دار خود بھی تنگدیش میں مبتلا ہو گیا۔ تو تو نے ۱۱۰ اسکرور سے بول رہا تھا اور اسرم خان کا

دوست تھا۔ مشاہیرم خان کی جو حالت تھی اس سے خود ہر روز ہوا تھا کہ اسے اس کے گھر سے متعلق ہی کوئی بری خبر سنائی دیتی ہے۔ اس کے گھر میں آج کل وہ بالو بھی مقیم تھی۔ چنانچہ شہر دار کا ذہن بالکل اس کی طرف بھی چلا گیا تھا کہ کہیں وہ کسی پریشانی میں نہ رہے۔ وہ بالو کی پریشانی اور تکلیف کا خیال آتے ہی اس کا دل خود کارانہ اور میں آٹھ لکھ میں دھماکا ہوا تھا۔

"خیریت تو ہے خان؟ کیا کوئی پریشانی کی خبر ہے؟"
 مشاہیرم خان کال سے فارغ ہوا تو اس نے دریاخت کیا۔
 "بہت بری خبر ہے سراسر میرے بوائے اسرم خان کو لڑ کر لایا گیا ہے۔"

"دوبری سنو۔" یہ واقعہ تب اور کبہ بھی نہ؟ "شہر دار نے دلی اندھری کے ساتھ پوچھا۔

"نیک کی بات ہے سراسر میں نے آپ کو بتایا تھا کہ میرے گھر والے اور وہ بالو شادی میں شرکت کے لیے ہوتے تھے۔ ہوش سے وہ شادی پر پہنچا تو کوئی نے ان کی نیپ کو لکیر کر مارا تو ان کو انور نے ہی کوشش کی۔ اسرم خان ان لوگوں کے مقابلہ کرنے لگا اور اپنا پانچا پہننے سے اسرم خان کو کوئی نرہ دی اور وہ ان کو اپنے ساتھ لے گئے۔ ہاتھ جاتے دو جیب کے نرہ کی ناکہ روڑ گئے تھے اس لیے زور زور اسرم خان کو پہچان بھی نہیں پہنچ سکا۔" دیکھتے بعد جب ایک دوسری جیب وہاں سے گزری تو اس جیب والوں نے وہ کی لیکن اس وقت تک اسرم خان سر ہوا تھا۔ اس کی ریش اسکرور کے دونا نے اسپتال میں ہی ہے۔ میری بال میں کامد سے ہے اور اس بات کیا ہے۔ وہ بھی ہیں داخل ہے۔ اسرم خان نے اس وقت نے جانی تکلیف کے بعد اسرم خان کو لے کر اسرم خان نے پھر اپنی جگہ ملانے کی اطلاع دی ہے۔ "مشاہیرم خان نے ان کی شخصیت سے اس کے ہوش کا جواب دیا۔ اس کا صدمہ اور شہر دار کو اگلے وقت تھا۔ فریو لکھ سے پھر دوسرا چڑ جانے کے بعد وہ یہ سب بتاتے ہوئے ایک بار بھی اس کی آواز نہ سنی تھی۔

"یہ تو بہت برا ہوا۔ میں نے وہ لوگوں کو حفاظت کے خیال سے انکی دور بھجوا تھا۔ اس کے وطن اس کی بوڑھے ہوئے وہاں بھی بچھا جائے گا۔ مجھے بالکل سید نہیں تھی۔" شہر دار تلافی سے ۱۱۰ اسکرور کا سامنا کر رہا تھا لیکن اس نے ہلکے سے اس میں آنے کا کھڑا ہوا۔

"یہاں ان کی فوری طور پر انکروہ جانے مان گئی۔" لڑات میں ۱۱۰ انکروہ میں ۱۱۰ اسکرور۔ مشاہیرم خان ابھی یہاں سے نکل رہے ہیں۔ لیکن یہاں سے ۱۱۰ اسکرور اور ۱۱۰ اسکرور سے جانی اسکرور آواز دہانچے میں جتنا وقت گئے گا۔ اس

سچا تھا، پتلی کے عالم میں بھی وہ اس سچے کو مجبور نہیں تھا۔
 اہم لوگوں نے اپنی رائے اور بیعت نام بھیجا تھا وہ اس
 کے بغیر ہی خبر پر وہ سب سے بڑھ کر متغیر تھا لیکن
 حالات ہی کچھ ایسا رخ اختیار کر گئے تھے کہ وہ اپنے ہاتھ پر
 لکھتے ہوئے غصوں کو روکا تھا۔ خواہش کتنی تھی کہ کسی طرح شہرستان
 پہنچ جائے اور وہ باغی کی پانڈی کے ملے میں ہاتھ پر مارے
 جائیں لیکن قربان اور غولی رشتوں کا کل وہاں میں حاکی تھا۔ وہ
 اپنے پیادوں کو ان حالات میں تنہا چھوڑ کر کسی ٹرکی کی خاطر
 کھینچ لیا جاسکتا تھا، چاہے وہ ٹرکی اسے اپنی زندگی سے بھی
 بڑھ کر پیاری ہوتی۔ کچھ دنے لے کچھتے ہیں کہ مراد کی بھور نہیں
 ہوا لیکن مکی زندگی میں بہت سے مقامات اپنے آتے ہیں
 جب طاقتور سے طاقتور اور خود کو مجبور محسوس کرتا ہے۔ قصہ سنا
 اگر محض فرض اور خواہش کی ایک کاغذی اسی ذہن کے
 حامل افراد اپنی ذاتی خوشی قربان کرنے کے فرض کی اور انکی کوئی
 ترجیح دیتے ہیں۔ اس نے بھی ایسی ہی کیا تھا اور خود پر بڑھ کر
 کے ہاتھ کا ساتھ پیرا تھا کہ وہ اپنی تقدیر پر بھروسہ
 کرنے کے باوجود اپنی تھوڑی سی پٹے پیچھے کر سکتا تھا۔ وہ
 اس نے ضرورت کی تھی اور اب اسی تھوڑے کے متعلق چاہتے تھے
 لیے سٹارہم خان کو کال مل گئی۔
 "اسلام علیکم سر" سٹارہم خان نے کال دیکھ کر
 اور اپنے تھوڑے سا انداز میں سلام کیا۔
 "وہیکر اسلام علیکم" مانی نے خان آدرا سے وہاں
 فانی تو کچھ تھے "اس نے تھوڑے دنوں کے بعد میں اس کے
 ساتھ آج آپ سے ملنے آیا۔"
 "میں غائب رہا، سر" اپنی برائی سے غرض میں
 کوئی مبالغہ نہیں آئی۔ "سٹارہم خان نے فریب اور اس
 کے والدین کو جواب دیا لیکن اس کا کچھ ہاتھ بڑھا ہوا اور صبر
 زور تھا۔
 "تھوڑی دیر وہ کسی طبیعت سے ہے" وہ بے خوف ہوا
 ہونے کے بارے میں چاہنے کے لیے۔ یہ چین تھا لیکن غنائی
 تھا مگر کچھ ایسے ہی سٹارہم خان کے سامنے بات کی جاتے۔
 "اس کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔ اس کے ہمارے
 ذہن صدمہ ہو چکا ہے۔ انکی وہ اپنی ہی میں ہے اور بے
 ہوش ہے۔ مجبور میں کچھ اور سٹارہم خان کی تو کچھ بھی اس کے
 بغیر ہی کر لی تھی۔ "سٹارہم خان نے مانی سے کہا۔
 "اور کچھ اچھوتیں میری ہی طرح کی وہی ضرورت
 ہوتی تھیں بلکہ ایسا کہ وہ اپنی ماں کے لئے اور یا اسلام آباد
 کے کسی اسپتال پہنچ جائے۔ اسکو ان کے مقابلے میں ان شہروں

اور کام سے بڑھ کر تھوڑے اپنی ماں کی ذہنی داری کا مدد ہوتی
 ہے، اس لیے انھیں سب سے زیادہ انکی کا جہان دکھنا
 چاہیے۔ "اور وہی سٹارہم خان کو بھی ایک ہی تھوڑی سی
 مدد سے ہوا۔ "تھوڑے دنوں کے بعد سٹارہم خان کے سامنے کچھ
 مل گیا تھا۔ ان سامنے کچھ بوسے ہی اس نے سٹارہم خان کو
 کسی بھی اسے زندگی کے بارے میں آواز کرنے کی خوشی کی
 تھی۔
 "ان کی خال تو اسپتال والے رکھ رہے ہیں سر۔ لیکن
 کچھ اپنے ہائی کے کالوں کو تلاش کرنے کا کام خود کرنا ہوگا۔
 اور ہمارے ساتھ جاتے ہیں لیکن وہ دولت پیسے بھی نہیں ہوں۔
 یہاں کی پٹریں کچھ بھی کچھ نہیں آہم کر اب کیا کر رہے ہیں اس لیے
 کچھ خود ہی کرنا ہوگا۔ "سٹارہم خان کی بات انکی ایک دوست
 تھی۔ ایک بھائی ان سرخ ریت پر وہ وہاں اس طرح کی کوئی
 ملازمت کا پتہ نہ پانے کی پٹریں کھانا کھانا تھا۔
 "خیر بے خان۔ یہی کام مناسب سمجھو۔ میں وہاں
 کی انتظامیہ سے ایک بار مل کر ان کو اسٹارہم خان کا کہہ رہا
 ساتھ ساتھ کریں۔" اس نے اسٹارہم خان کو اجازت دی اور
 کال منقطع کر کے بیٹ کی پشت سے سر کھینچا۔ مگر اسپتال اور
 ماہر نو سیت ایک چارے کی طرح ڈانٹے دار لیکن کاد بھڑکنا
 کے شمولوں پر تھا اور وہ یہ ظاہر آدرا وہ انداز میں بیٹھنا ہونے
 کے باوجود اندرونی طور پر ان مادی ڈانٹے داروں سے اسٹارہم
 خان پر عہد و پیمانے کی تدابیر سوچتے میں لگے ہوئے تھا۔
 ۱۲۰۶۶۶
 وہ بہت دیر سے نہار کی دیر سے پشت کاٹے ایک ہی
 پڑاؤ میں بیٹھ رہی تھی۔ اسے کچھ نہیں تھا تھا کچھ تو کچھ
 دیر مانی اور اسٹارہم خان نے کچھ ہی دیر کی کاٹھنی انھوں نے
 کچھ دیر کے ساتھ کچھ لیکن ایک ایسا جھڑپ تھا جس کے
 غلوں میں ایک ایک سے ہونے والی حرکت سامنے کے
 حوض کو ظاہر کر رہی تھی۔ سامنے جڑوڑنی کی عمارت سے اور
 جس کے ہم سے ہی سارے جڑوڑنی اور خواہشیں کاغذ ہیں۔
 سامنے جسم کا ساتھ چھوڑ دے تو کچھ سے کچھ انسان بھی کچھ
 کے اصرار کے برابر ہو جاتا ہے۔ پھر ان سے تڑاٹے کچھ بھی
 اپنی تمام تر خوب سورتی کے باوجود صرف سامنے کی حد
 میں رہا کرتے ہیں۔ وہاں وہاں سے دو جاتے ہیں۔ اپنے جسموں
 کے لیے پچھتے والی آنکھیں کچھ ہی تو ہوتی ہیں ان میں
 چھ باتیں ہیں۔ اور ان کی کوئی بھی کچھ ہی دیر اور کچھ ہی
 اس نے ایک ایک میں زندگی بھر کی تھی۔ پھر انکی اور
 شباب سے پڑھ کر کچھ ہو کچھ والی آنکھ میں سر۔ لیکن کچھ

بھرتی ہو رہے تھے وہ کوئی اکڑتی ہے۔ وہ وہاں کے ساتھ ایک لگا
 کر آکھیں نہ کچھ بھی تھی اور یہ ظاہر اپنے اندر کہ سے ہے
 پھر کچھ لیکن انکے ہی اسے اپنے جسم پر ہی لیکن کی دھنکی
 محسوس ہو رہی ہے۔ اس کی ذہن ہلاکت نے غرضی اس نے اندر
 غرض کی کھینچ لی اور اس نے چوک کر ایک ٹھگے سے
 ہاتھیں کھینچ لی ہیں۔ اس سے کچھ ہی فاصلے پر ایک پتھر کا
 لیکن ہوتی ڈانڈی اور ہاتھوں والا شخص کھڑا اپنی سرخ سرخ
 آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا۔ وہ ان عجیب و غریب لوگوں
 میں سے ایک تھا جنہیں وہ کبھی اس ٹھگے سے انوار اور کراس
 پر فزائیت میں آنے کے بعد سے کھیل اپنے اندر گرد و کچھ ہی
 تھی۔ وہ سارے لوگ بڑے عجیب تھے۔ انکے کچھ کچھ ہوں گنا
 تھوڑے کچھ نہیں لے ایک زمانے سے تھوڑے کچھ اپنے انکی شکل
 کچھ ہی تھیں۔ ان کے چہروں سے وحشت برائی تھی اور انھوں
 میں کسی بھی بے گور کی اور کچھ تھی۔ ان کے اٹھنے کے آگے
 تھے یوں نہیں ہوتا تھا جیسے وہ اپنے بچہ کو کھاتے لگتے
 اپنے ہاتھوں اور کسی بھی پتی اس پر بیٹھ جانے کے لیے تیار
 ہوں۔ وہ ان عجیب و غریب لوگوں کے ساتھ ان کی رہائش
 تھوڑی کی کچھیت سے دور رہی تھی اور جہاں کسی کہ بے لوگ کو
 ہیں اور کسی شخص کے تحت دھاتے کٹ کر اس دھاتے میں وہ
 رہے ہیں اس بات کا تو اسے کچھ یقین تھا کہ ہر حال وہ
 اس جگہ کے قدرتی باشندے نہیں ہیں۔ وہ سب باہر کی دنیا
 سے آکر یہاں آباد ہوئے تھے۔ ان کے رنگ، روپ اور کچھ
 چلتی کھتے تھے کہ وہ مختلف ماحول کے رہنے والے تھے۔
 ان کے تھپ بے لک بکاس تھے۔ ان کی بے ہوشی مانی
 اور وہاں اور انھیں وہ بے ہوشی نے انکے ایک اور
 سے متاثر ظاہر کرنے کی کوشش تھی یا پھر اس عالم میں پانی
 اور دیگر سہولیات کی قلت کے باعث ان کے لیے عمارت
 کروانا کچھ نہیں تھا۔ وہ انکی تھیں اس بات کا ٹھیک نہیں کر کی
 تھی۔ ان کے جسموں پر موجود ہونے بھی ایک جیسے تھے۔ وہ
 پیرنگ اور کچھ ہونے والی چہروں کے سر تھوڑی کچھ شرٹ
 ڈانڈیں پہنے ہوئے تھے۔ یہ ستر کر عین اجڑا کر لینے کے
 باوجود ایک دوسرے سے ایک شرافت کے بے کچھ تھے۔
 ان میں کوئی گھر سے رنگ اور تھوڑی ہاتھ کا کچھ تو کوئی
 لپٹا تھا اور کچھ سے کچھ نہیں کھاتے۔ یاد کرتے تھے
 ایک دوسرے کے ساتھ ہونے تو اور۔ یاد کرتے تھے
 پیر سے بھی ان پھر تھے۔ کچھ ہی سالوں کا تھا۔ وہ وہ
 زمین انکے میں رہتے تھے اس میں کچھ ہی دیر تھی۔ وہ انکی
 چھوڑا اور انکی پانی کے ساتھ آج بھی اس طرح دیکھ کر

جائے اسے برداشت کرتی رہی لیکن اس کی آنکھوں سے جھلکی کا گواہ واضح تھی۔ بیڑے کے کپ آف کرنے کے بعد جب پرواز دوبارہ ہوئی تو پانچ کی طرف سے مسافروں کو سیٹ چٹ کھول لینے کا نذر دیا گیا تاہم چھری نے خود اسے یہ معمولی کام انجام دینے سے جانے انکار کر دیا۔ اس کی خدمات حاصل کرنا ضروری سمجھا اور بیٹ کے ساتھ گئے جن کو دبانے کے لیے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

”لازمی چننا! میں آپ کی سیٹ چٹ کھول دیتا ہوں۔“ چھری کے بچے جن دبانے سے پہلے اس کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھا گھبراہٹا تھا، سے وہاں وہ بیٹھا بیٹھا کہہ رہی تھیں۔ وہاں سے انکی صاف اردو سن کر چھری کا چہرہ ان کا چہرہ ہوا کہ جن دبانے بھول گیا۔ اس کی چہرہ ان کی پرواز کرتے ہوئے گور سے اس کی طرف جھک کر اس کی سیٹ چٹ کھول دی۔

”آپ تو بڑی صاف اردو بولتے ہیں۔“ بچے ہنسنے لگے۔ اندازہ نہیں تھا کہ آپ اردو جانتے ہوں گے۔ شاید آپ نے پاکستان میں طویل عرصہ گزارا ہے۔“ گور سے کہہ کر وہ بولنے پر جبروت کا اہم دکر نے کے ساتھ ساتھ چھری نے اندازہ بھی لگایا۔

”اسکی کوئی بات نہیں ہے جب آپ اس پر اس سے شک کی ہمارا چکا ہوں لیکن اردو میں نے یہاں سے نہیں بلکہ امریکا میں ہی رہ کر سیکھی ہے۔ اصل میں مجھے نہ تو سیکھنا بہت عرصہ ہے۔ میں اردو کے علاوہ اردو کن کی زبانیں بولتی ہوں۔“ گور سے اسے اس طرح سے ان کا لپکا۔

”چین تو اردو کی بڑی بولی ہے۔ اردو اور بولی بولتے ہوئے۔“ امریکی نے بولی بولی مارا ہے۔ یہ اندازہ تھا کہ وہ اردو کو آگے بڑھ کر سیکھ چکے ہیں۔“ چھری نے پر جوش انداز میں لڑائی کی۔

”میرا نام ایڈا ہے۔“ بچے کے اعتبار سے میں الجھن میں لیکن بہت صبر سے کھانسی کا ہوا شروع ہے۔ یہ شروع مجھے بار بار مشرقی ممالک کا رخ کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔ آپ اپنے بارے میں بتائیے کہ آپ کی اصل خبر سے ہیں؟ ویسے آپ کی شخصیت کو دیکھتے ہوئے میں نے آپ کے بارے میں بہت اندازہ قائم کیا ہے۔ اس نے طاقتور آپ کوئی ٹھکانا دار ہی دیکھتے ہیں۔“

”آپ کا اندازہ بالکل ٹھیک ہے بی۔ میرا نام چھری اٹھارہ نام تھا ہے۔ میں نے اپنی ایک گاڑی کا

نامک ہوں۔ پرکھوں سے ہم وہاں سکرانی کرتے آ رہے ہیں۔ چار منٹ پہلے اور سیر و تفریح کے لیے اور اصرار کرتے جاتے رہتے ہیں لیکن پھر اپنے اصل مکان کی طرف پلٹ جاتے ہیں۔ انکی جگہ اپنے ہر سے نئے نئے یادگ جا رہا ہوں۔ خود سندن اس نے ساتھ روکر انکی آجائوں گا۔ میرا ہر اور آخری غائب ہے۔ یہ بھول کی طرح اسے سکرانی کا ذرا شوق نہیں ہے۔ امریکا میں وہ کہہ چکا تھا اور اب وہیں ملازمت کے کہ خوش ہے۔ پانچویں آپ کے ملک میں ایسی کیا گل ہے کہ ہمارے جوانوں پر جادو ہو رہا ہے۔ وہاں آنے کے لیے تیار نہیں ہوئے۔“ چھری نے غور کیا۔

”اگر میں چھری صاحبہ انار سے اس کی بکھ نہیں رکھا ہوں، پھر یہ ہوسکتی ہے۔ اصل میں اور ہمارے ہی تو آپ کے ملک میں موجود ہے۔ میں تو آپ کے بلی ملاؤ بات کے سن کا اتنا عاشق ہوں کہ سونے سے بچے ہیں کارن کر رہا ہوں۔“ بچے والے آپ کے انتظام سے کوئی میر تینی پر یوں کی سرزد نہیں کیے ہیں اور کچھ بھول کر بچے کی کن برف پوش چھریوں پر پڑیں اس کی بھول ہوئی نظر آتی ہیں۔ آپ پاکستانی تو اس طرف کارن ہی نہیں کرتے اور ایک پڑان برک پوش چھریوں کی سیر کے لیے چلے جائیں تو ہمارے امریکا کو بھول ہی جائیں۔“ ایڈا کے انداز سے ظاہر تھا کہ واقعی وہ پاکستان کے بلی ملاؤ بات کی خوب صورت سے بہت متاثر ہے۔

”آپ جانتے ہیں تو۔“ بی بی نے گور کا سفر دیا نام پاکستان کے۔ ویسے بھی امریکا کی ہر گل ہانے کی بات ہے۔“ چھری اپنی بات کو لڑائی میں دہرائی دہرائی بنا۔

”بلی ملاؤ بات ہے۔“ وہ اسے میں پھر بھولیں مگر چھری سے جب بلی جرات میں آپ سے کہہ رہا ہوں، اس پر تو آپ انکھیں بند کر کے چپکے کر رہیں۔“ گور نے یہ بات تو آپ سے کہی تھی کہ ہمارے ہی بکھی بکھی جھگڑا ہے۔ یہ غرض نہیں کرتے۔ میں ان کا فرقہ کر کے ان ملاؤ بات کی سیر کرنے آتا ہوں تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ کچھ دھرم سے ان ملاؤ بات میں وہ نہ بھگے کیا ضرورت ہے بلی ہے اپنی رقم ضائع کرنے کی؟“ ایڈا نے اسکی دلیل اس کی کہ چھری کو قاضی ہونا چاہیے۔

”مگر تو بھائی ٹھیک ہے۔ اسے میرا بھی دل چاہ رہا ہے کہ میں چھری کے لیے چلے جاؤں۔“

”تو اپنا کر رہیں۔“ چھری صاحبہ میرے ساتھ پر اور اور نہ تھیں۔ آپ مجھے اپنے کھانسی کے بعد میں نے اسے شکست دہم پاکستان آؤں گا تو آپ کو انعام کروں گا۔ میر

آپ میری بکھ کے ساتھ چلے گا۔“ یہ ہم لوگ تو کافی اوپر تک جاتے ہیں۔ آپ کی چھری بکھ سے ہوتا ہوا ساتھ ساتھ چلے گا۔ اصل میں کونک میں جس کی بلی اہمیت ہوتی ہے۔ آپ کے ہاں لوگ اپنی تھیں کا خیال نہیں دیتے اس لیے زور دہرائی تک نہیں چاہتے وہ دہرائی سے پاس ان لوگوں کی بکھی شش ہیں جو ستر سال کی عمر میں کے نو کے لیں کب تک بکھی گئے۔“ ایڈا کے آخری الفاظ نے چھری کی آواز کو گرجا دیا لیکن بہر حال وہ کچھ قیاس لے لے رہا تھا کہ باوجود بڑے سائے کوئی بڑک نہیں ماسکا۔ اگر وہ انکی اپنی جہاں سر دی کو دھکی کر جیت تو آنے والے وقت میں اسے ثابت نہیں کر سکتا تھا۔ یہی اس موضوع پر غامضی کو ہی جیت جانا ہمارا چاہ تھا کہ کب تک بکھی گئے۔

”پچیس تو پڑان ہو کر اب جب بھی میرا اردو پاکستان آتا ہوں، ہم ساتھ ساتھ لڑائی میں رہیں گے۔“ انکی میں نے کہتا ہوں کہ آپ کو اپنے حالیہ زندگی کی تصویریں دکھانا ہوں۔ بڑے شاندار دستاویزات کیے ہیں میں نے۔“ چھری کا شکست فہرہوت کرنے کے بعد ایڈا کا ہاتھ بکھ نہیں کھتے ہوئے میرا اس میں سے ایک بڑا سا ملاؤ تھا۔

”اے ڈیٹیکٹر بکھرے سے تصویریں بلی جس میں نے۔“ زیادہ تر تو انکی میرے میں ہی محفوظ ہیں۔ میں کچھ خاص خاص تصویریں جو مجھے زیادہ سی پند آتی ہیں، انکھیں میں نے یہیں سے ڈی لپ کر لیا ہے۔ آپ تصویریں دیکھیں گے تو خود میرے میں نظر کے قس ہو جائیں گے۔“ اس نے ملاؤ چھری کے ہاتھ میں تھام لیا۔ غائبانے کے دونوں سے اندازہ ہوا تھا کہ اس میں انکی خاص تصویریں دہرائی ہیں۔

چھری نے ملاؤ لہذا اس میں سے ایک تصویر پر آکر ہوا۔ وہ بہت شوقی انداز میں انکھوں میں اس کی تصویریں کا جائزہ لیتے تھے۔ ایڈا کا دھکی تھیں تھا۔ واقعی اس نے بلی ٹوب صوفی سے قدرتی ماحول کو بکھرے کی آنکھ سے قیہ کیا تھا۔ چھری نے ساتھ ہی تحریریں کرتے ہوئے ایک ایک تصویر دیکھنا آگے بڑھا لیکن پھر ایک ایک مقام پر اس کی ہاتھ بند ہو گئی۔ وہ حیرت سے بکھی تصویر میں نظر آنے والے چہرے کو دیکھنے لگا۔ بھاری ٹرمس سے میں کی بھاری دھڑلے کے راپ میں وہ انداز میں بڑا ہوئی ہے۔ اسے اسے اس کے لیے بے پناہ دہرائی انکھوں میں بکھی تھیں۔ وہ قیاس اس کی آواز کے لیے انتہائی کن کن کی تھیں لیکن بکھی دہرائی وہم کو چھری پر غور کرتے ہوئے اس کی انکھوں میں شرات کرنی پھر دھکی۔ اس بات کو سنی اس کا تین دن تک ملکا تھا۔

”ٹوب صورت لڑکی سے؟“ چھری صاحبہ نے بکھی بکھی لگی تھی اس لیے میں نے اس کے کپ پڑنے کے لیے تھے۔ آپ آگے نہیں آگے اور انکی پڑ ہیں اس لڑکی کے۔“ چھری کے پیر سے کا بڑا دہرائی ہے۔ ایڈا نے اس سے کہا اور بکھر دھکی ہاتھ بڑھ کر لڑکی کی تصویر سامنے کر دی۔

”یہ لڑکی آپ کو کہاں کی بکھی مسٹر ایڈا؟“ تصویر پر نظر ہوائے جھانے چھری نے سر سرانی ہوئی آواز میں ایڈا سے سوائی کیا۔

”اسے میں نے ایک بیڑائی گاؤں میں دیکھا تھا۔“ میں اپنی نیم کے ساتھ اس گاؤں کی بکھی بکھی مسٹر ایڈا کو کہیں اطلاع ملی۔ گاؤں میں شادی کی تقریب ہو رہی ہے۔ ہم لوگ مت دی شادی دیکھنے کے شوق میں غیر دعوت کے اباس جا چکے۔ جو اسے اچھے بہن لڑائی لوگ تھے گاؤں والے۔ انکھوں نے ہر اس طرح بکھنے کا یہ انکھیں مانا کہ تصویریں بکھنے کی بکھی ابازت دے دی۔ تصویریں بکھنے ہوئے چھری اس کی بکھی بکھی دہرائی ہے ساتھ ہی اس کی بکھی تصویریں لے بیٹھا۔“ ایڈا نے تفصیل سے ان کے سوائی کا جواب دیا۔

”اس گاؤں کا کیا نام تھا مسٹر ایڈا؟“ ایڈا کی تھیںات میں سب کچھ بکھنے کے بعد بڑا بڑا بکھاب لکھی تھا اس لیے اس بار چھری نے ذرا زیادہ وضاحت سے اپنا سوائی دہرایا۔

”تھیںات ہے۔“ چھری صاحبہ! مجھے لگا ہے کہ آپ اس لڑکی کو جانتے ہیں اور اس کی تصویر کچھ کر لے کر بیٹھانے گئے ہیں۔“ ایڈا کا انداز اگرچہ سرسری تھا لیکن بہت گہری نظروں سے چھری کے پیر سے کے تاثرات کا جائزہ لے رہا تھا۔

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں واقعی اس لڑکی کو جانتا ہوں۔ اس کا نام دہرائی ہے اور یہ میرے ایک حرم کی بکھی ہے۔ بڑی کافی دنوں سے اپنے گھر سے غائب ہے اور اس کے ہاں ہاپ اس کے لیے بکھی بکھی بیٹھانے ہیں۔ اسے اپنے حرم پر است حاش کر دینے کی کوشش کی گئی لیکن میرے لوگ کامیاب نہ ہو سکے۔ کئی کئی بکھی حاکم لڑکی ایک اور ایک بیڑائی گاؤں میں تھیں ہوتی ہوئی۔“ چھری نے اپنے ہاتھ سے آواز دیا۔

”اور انکی بکھی بکھی بکھی لڑکی یہ نہیں کہ آپ کی تلاش اب ختم ہوئی۔ میرے راپٹے ہیں وہاں۔ ہم

موتح جو بھو سے لٹکے ہاں دھرتی تھی۔ اپنی طرف سے انہیں نصیحت کی تھی کہ یہ شے کے بغیر کہ کوہ کے پاس کوئی آدمی جا نہ سکے۔ مصلحتاً عرض کی کہ جوں کی توڑ وہاں کوئی کھرا بڑے، کھنڈ پکڑ لے۔ اس قصہ کے لیے اس نے وقت کی بے شمار تنگی دیکھ کر ان کو بھڑکائی کہ جوں کی توڑ کھانا کھیں اور کھیں۔ کوئی کامیابی نہ ملے گی۔ اس کی کھنڈ اس بے بدلتی کھنڈ کے شوقیہ کو کیا مانتے؟ جیسے شے شوقیہ ٹھٹھک کر نہ رہے۔ اسے شہادت کے طور پر چٹا یا چٹا کھنڈ کچھ دیکھ کر ہنس رہا تھا۔ ڈاکٹر نے وہ کھنڈ لے کر اپنی تیرہویں سہ ماہی کے لیے لے کر دوائی کو سے لے کر دوائی ہوئی۔

[illegible][illegible]

• $\frac{1}{2} \frac{d}{dt} \left(\frac{1}{2} \frac{d}{dt} \right)$

100

11

[illegible][illegible][illegible][illegible]

”یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ اس نے کہا کہ میں نے تم کو اس لئے بلایا تھا کہ تم مجھ سے ملو۔“

جوں سے بیچے۔ ان کو تین گھنٹوں اور بھی مجبور ہو کر پانا سہا
اور حضرت امیر کے درمیان لڑائی کو بیچنے کی بات کرنا
تھی کہ عورت تو بڑی بڑی ہے لیکن یہ آدمی کے غائب ہونے
پر سے بھی کوئی مہنی یا تپ سہا کی بات نہ تھی۔ بلکہ سہا سے بڑی
آیت تو یہ ہے کہ انہوں نے اس کے چار گھنٹوں کے بعد وہاں سے
نئے تو سڑتے ان ایجنٹوں کی کھنٹی پر بھی کھنٹی تھی۔ ہاں سے
بہتر بیٹے کے خون سے بھر دیں۔ ان کے منہ سے یہ بھی کہہ رہے تھے کہ
سچا آدمی نہیں، انہوں نے خود بھی جس کا وار کیا تھا سچے ہونے
پر سہا تھی۔ انہوں نے اس کو ہار کر دیا۔ ۱۰۔ اور اس کے بعد
تیسرے کی لڑائی بھی ہوئی جہاں تو اس نے عورت کی ہار کر
مقبولیت دے دی۔ وہاں پر اس نے سہا دیا۔ پھر کچھ یہ کہ اس نے
پہلی لڑائی کی یاد دہانی معصوم ہونے والے لڑائی کے طریقے
سب سے بہتر سمجھا۔ اور پہلی لڑائی کو بھی اس نے سہا کر دیا۔
۱۱۔ جو روز دیکھ کر حقیقت سے کہتی تھی۔ اس نے انہوں کو یہ
سناں بھی دیا تھا کہ اس نے لڑائی جیتنے اور کھنٹے انہوں میں
کمری کاٹی دینا تھا۔ اور یہ سچا ہے کہ اس کی طاقت اور دولت
کی صورت میں بلکہ اس نے اس کا

[illegible][illegible]

یہ سچ ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کے لئے جان و مال قربان کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جہنم میں داخل فرماتا ہے۔ لیکن یہ سچ ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کے لئے جان و مال قربان کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جہنم میں داخل فرماتا ہے۔ لیکن یہ سچ ہے کہ وہ لوگ جو اللہ کے لئے جان و مال قربان کر دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو جہنم میں داخل فرماتا ہے۔

[illegible][illegible]

[illegible]

۱۔ یہ کہ وہ اپنے آپ کو ایک نیک و صالحہ شخص سمجھتا ہے۔
 ۲۔ اس کی طرف سے جو کام اس نے اپنے لیے کیے ہیں وہ اس کے لیے
 نیک و صالحہ کام ہیں۔
 ۳۔ اس کی طرف سے جو کام اس نے اپنے لیے کیے ہیں وہ اس کے لیے
 نیک و صالحہ کام ہیں۔
 ۴۔ اس کی طرف سے جو کام اس نے اپنے لیے کیے ہیں وہ اس کے لیے
 نیک و صالحہ کام ہیں۔
 ۵۔ اس کی طرف سے جو کام اس نے اپنے لیے کیے ہیں وہ اس کے لیے
 نیک و صالحہ کام ہیں۔
 ۶۔ اس کی طرف سے جو کام اس نے اپنے لیے کیے ہیں وہ اس کے لیے
 نیک و صالحہ کام ہیں۔
 ۷۔ اس کی طرف سے جو کام اس نے اپنے لیے کیے ہیں وہ اس کے لیے
 نیک و صالحہ کام ہیں۔
 ۸۔ اس کی طرف سے جو کام اس نے اپنے لیے کیے ہیں وہ اس کے لیے
 نیک و صالحہ کام ہیں۔
 ۹۔ اس کی طرف سے جو کام اس نے اپنے لیے کیے ہیں وہ اس کے لیے
 نیک و صالحہ کام ہیں۔
 ۱۰۔ اس کی طرف سے جو کام اس نے اپنے لیے کیے ہیں وہ اس کے لیے
 نیک و صالحہ کام ہیں۔

پیشہ کی تعلیم کے لیے ایک نیا ادارہ قائم کیا گیا۔ اس ادارہ کے نام سے ایک کتاب لکھی گئی ہے۔

[illegible][illegible][illegible][illegible]

تجربہ کر کے پتا چلتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے دل سے اللہ کی تعریف کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کی ہر بات کو قبول فرماتا ہے۔

اور ان کے لئے جو کچھ ہے وہ ان کے لئے ہے۔

میں نے اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں دیا۔

وہاں سے آکر اپنے گھر پہنچے۔

[illegible]

تو کہتا ہے: میں تو خود ہی فرشتوں کی خدمت میں بیٹھا ہوں۔
 وہ کہتا ہے: تو خود ہی فرشتوں کی خدمت میں بیٹھا ہوں۔
 تو کہتا ہے: میں تو خود ہی فرشتوں کی خدمت میں بیٹھا ہوں۔
 وہ کہتا ہے: تو خود ہی فرشتوں کی خدمت میں بیٹھا ہوں۔

۱۔ اس کے متعلق یہ کہیں کہیں نہیں لکھا جاتا کہ اس نے
 ۲۔ اس کے متعلق یہ کہیں کہیں نہیں لکھا جاتا کہ اس نے
 ۳۔ اس کے متعلق یہ کہیں کہیں نہیں لکھا جاتا کہ اس نے
 ۴۔ اس کے متعلق یہ کہیں کہیں نہیں لکھا جاتا کہ اس نے
 ۵۔ اس کے متعلق یہ کہیں کہیں نہیں لکھا جاتا کہ اس نے
 ۶۔ اس کے متعلق یہ کہیں کہیں نہیں لکھا جاتا کہ اس نے
 ۷۔ اس کے متعلق یہ کہیں کہیں نہیں لکھا جاتا کہ اس نے
 ۸۔ اس کے متعلق یہ کہیں کہیں نہیں لکھا جاتا کہ اس نے
 ۹۔ اس کے متعلق یہ کہیں کہیں نہیں لکھا جاتا کہ اس نے
 ۱۰۔ اس کے متعلق یہ کہیں کہیں نہیں لکھا جاتا کہ اس نے

یہ سب باتیں سن کر وہ بے حد غصہ ہو گیا اور اس نے کہا کہ میں نے تم کو یہ سب باتیں سن کر بہت ہی برا لگا ہے۔ میں نے تم کو یہ سب باتیں سن کر بہت ہی برا لگا ہے۔ میں نے تم کو یہ سب باتیں سن کر بہت ہی برا لگا ہے۔

[illegible]

پسوں کی قیمتیں بڑھ چکی ہیں۔ غور کی ضرورت اس کی ہے۔
 چارے کی قیمتیں بڑھ چکی ہیں، کھجور کی قیمتیں بڑھ چکی ہیں۔
 (خیر)۔

اسی طرح کہ: "وہ جس نے اپنے آپ کو اللہ کے برابر قرار دیا، اللہ نے اس کو جہنم میں ڈال دیا۔"

یہی پہلا "شہر" ہے جو اس "نئی" دنیا میں
 "نئی" دنیا میں "نئی" دنیا میں "نئی" دنیا میں
 "نئی" دنیا میں "نئی" دنیا میں "نئی" دنیا میں
 "نئی" دنیا میں "نئی" دنیا میں "نئی" دنیا میں

میں نے اپنے تمام بچوں کو دیکھا تھا کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ تھے۔

[illegible][illegible]

فہم کہتے ہیں کہ اگرچہ ان لوگوں کی زبان سے بچے جا رہے ہیں۔ مگر
 یہ بچے جس طرح ان لوگوں کی زبان سے نکلتے ہیں وہی زبان کا
 بچہ ہی ہے۔ ان لوگوں کی زبان سے بچے نکلتے ہیں۔ ان لوگوں کی
 زبان سے بچے نکلتے ہیں۔ ان لوگوں کی زبان سے بچے نکلتے ہیں۔

[illegible]

میں نے کہا کہ میں نے آپ سے یہ سنا ہے کہ آپ نے ایک اور شخص سے بھی ملاقات کی ہے۔

[illegible]

چوہدری صاحبیت کا نام نہیں لیا اب اس کوں کرنا
 کہتے ہوئے تجھ کو اس کے چنگ کا قتل اس وقت
 کرتے ہوئے تھے جو اس نے اس کے قتل کا

[illegible]

[illegible][illegible][illegible]

چراغ کی آگ سے لے کر کھانے کی برکت سے مراد ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جو لوگ اس آیت کو پڑھیں اور اس کی برکت سے مراد لیں، ان کے دل میں آگ لگے گی۔ اس کے بعد فرمایا کہ جو لوگ اس آیت کو پڑھیں اور اس کی برکت سے مراد لیں، ان کے دل میں آگ لگے گی۔ اس کے بعد فرمایا کہ جو لوگ اس آیت کو پڑھیں اور اس کی برکت سے مراد لیں، ان کے دل میں آگ لگے گی۔

تو بادشاہی نے سحرانے کے اپنے جادو سے منیا۔ اور
 فرمایا: ”تیسرا جی بھی کر رہا ہے۔ لیکن میں کہ آپ میری
 اہلیہ پر دے رہے ہیں۔ اور میں ہاؤس ہاؤس کرتے ہوئے
 کم چھٹی۔ دے رہا ہوں۔ آپ اس کے ایک ہاتھ ہیر ثابت
 ہیں۔ اور آخر ہیر ہوتے ہوئے ہوں۔ آپ کی طرف سے
 میں۔ اور وہ ایک کھلی کہ دروغ میں خدایت ہے۔ اس لیے میں
 نے اس کی طرف سے پرہیز کرتے ہوئے آپ کی یہاں
 پر شک کے لیے۔ طاقت کی ادا۔ آپ اس کے کام
 سے کہ میں اپنے ان میں دیر سے تھا نہیں۔ اور
 نے سے بہت ہی ہوا تھا۔ میں نے دیکھتے ہوئے تھا۔
 ”مجھے یقین ہے کہ آپ کی کوئی دہائی نہیں ہوگی۔“

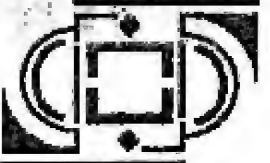
[illegible]

یہ کتاب بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ اس کی
سبب اسلام کی افواج خواہش بھی بھی گھر گھر پہنچ گئی ہے۔
یہ کتاب اس طرح کے تمام لوگوں کے لئے ہے۔
یہ کتاب ہے کہ جو لوگوں نے دیکھا ہے کہ اس کی
یہ کتاب اس طرح کے تمام لوگوں کے لئے ہے۔
یہ کتاب اس طرح کے تمام لوگوں کے لئے ہے۔
یہ کتاب اس طرح کے تمام لوگوں کے لئے ہے۔

مخدوم کے لیے مختصر شریعہ و احکام کی کتاب
 قدس سرہ قدس کی طرف سے میرے سرور و شریک
 محترم، جس نے آپ کو اپنے ان گھروں کے نام پر احکام
 کے پیش اور دیگر مشورہ و نصیحت۔ اس کے ساتھ ہی اس
 میں کافی دیکھ اس مضمون، حکومت و شریعت کی
 تعلیم کے دوران وقت گزرتا ہے، اس کے ساتھ ہی اس
 اس وقت پر کتاب ملاحظہ کیا، تفسیر القرآن
 میں لکھے ہیں، اس میں احکام کی کتاب کی طرف سے
 میرے بھائی وقت نے، اس میں اس کی طرف سے
 شیعہ کے مطابق ہے کہ اب تک وہاں کوئی شیعہ
 چاہیے کہ وہ غور سے دیکھیں، اس میں اس کی
 احکامات کی طرف سے لکھے ہیں۔

[illegible]

جائزہ کی وجہ سے اس کی تلاش سے بہت
 کم ہو کر اس کی تلاش سے بہت کم ہو کر



اسماقادی

تیرہویں قسط

ہمارے سماج میں قانون کتابوں میں لکھا ہوا ہے جب اس کی باگ ڈور ہائر سماج کے روایتی نظام تک پہنچتی ہے تو اس کے معنی ہی بدل کے رہ جاتے ہیں۔ مختلف طبقات میں تقسیم اس نظام قانون کے بھی کئی رخ ہیں، بالا تر طبقے کی خوشنودی ہی قانون کی اصل تعریف و تشریح ٹھہرتی ہے۔۔۔۔۔ یہ تشریح کتابوں میں نہیں، روایتوں میں تحریر ہوتی ہے۔۔۔۔۔ ایسی روایتیں جس میں قانون سب کے لیے ایک جیسا نہیں بلکہ سمندر اور جال کا سا ہے جہاں طاقتور مچھلی جال کو توڑ کر اور کمزور مچھلی بچ کر نکل جاتی ہے۔ پھنستا وہی ہے جو درمیانے طبقے سے ہو۔ محبت نہ تو روایتوں کو مانتی ہے نہ طبقوں میں تقسیم معاشرے کا تجزیہ کر کے محبوب کا انتخاب کرتی ہے، یہ تو بس ہو جاتی ہے۔ دل طبقوں کی پروا کرتا ہے اور نہ ہی طاقت اس کا راستہ روک سکتی ہے البتہ اسے آزمائشوں سے ضرور گزرنا پڑتا ہے۔ زندگی کی بساط اور وقت کے دھارے سب قسمت کی باتیں اور مقدر کی چالیں ہیں۔۔۔۔۔ کبھی بازی ہلٹ بھی جاتی ہے۔ بیٹا وقت لوٹ تو نہیں سکتا مگر مقدر ساتھ دے جاتا ہے۔۔۔۔۔ اس وقت تک ہلوں کے نیچے سے بہت سا پانی گزر چکا ہوتا ہے۔ جرم، افسر شاہی، جاگیرداری اور پیار کے محور کے گرد گھومتا آزمائشوں کا ایک ایسا ہی لامتناہی سلسلہ

تقدیر کی فسوں گری، قسمت کی چال بازی یا مقدر کا کھیل۔۔۔۔۔ ملے اور ٹکڑ جائے والوں کی کہانی



وہ ایک کھلی جیپ تھی جس نے اس کی گاڑی کے عین سامنے آکر اس کا راستہ روک لیا تھا اور اب اس سے ہتھیاروں سے لیس خلاب پوش اچھل اچھل کر باہر نکل رہے تھے۔ وہ کون لوگ تھے؟ فوری طور پر اس کے لیے فیصلہ کرنا ممکن نہیں تھا لیکن یہ تو طے تھا کہ وہ جو بھی ہیں، دوست ہرگز نہیں ہو سکتے۔ وہ اچانک سامنے آ جانے والے ان دشمنوں کے لیے ترنوالہ بننے کو تیار نہیں تھا اس لیے بے حد بھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس نے ہاتھ بڑھا کر گاڑی کا لاک کھولا اور دروازہ کھول کر تیزی سے باہر نکلا۔ باہر نکلتے ہوئے اس نے اس بات کا دھیان رکھا تھا کہ سپدھا کھڑا نہ ہو اور جسم کو ایسے زاویے پر رکھے کہ گاڑی کے دروازے کی آڑ میں چھپ سکے۔ ورنہ دوسری صورت میں اگر حملہ آوروں کی طرف سے قاتلنگ کی جاتی تو وہ نشانہ بن سکتا تھا۔ اگلے ہی لمبے سٹائی دینے والی قاتلنگی آواز نے اس کے اندازے کی تصدیق کر دی۔ اسے باہر نکلتے دیکھ کر ان میں سے کسی نے قاتل کر دیا تھا۔ قاتل کی آواز کے فوراً بعد جو دوسری آواز اس کی سماعتوں تک پہنچی، وہ اس کی گاڑی کے ڈرائیور کی بھیاں تک پہنچ گئی۔ وہ بے چارہ اس صورت حال پر بری طرح بوکھلا گیا تھا اور اچانک راستہ روکے جانے پر ایمر جیسی بریس لگانے کے سوا کچھ نہیں کر سکا تھا۔

اس کی چیخ سن کر شہریار کو اندازہ ہوا کہ وہ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے بیٹھے ہلاک یا شدید زخمی ہو چکا ہے۔ ڈرائیور کے ساتھ جو بھی حادثہ پیش آیا تھا، اسے اس پر دلی افسوس تھا لیکن اس وقت وہ اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ فی الحال تو اسے اپنی ہاک جگ لڑنی تھی اور وہ بھی بنا ہتھیار... فی الوقت وہ قطعی نہتا تھا۔ ایک عام سے معمول کے دورے پر آتے ہوئے اسے خیال ہی نہیں گزرا تھا کہ اپنے ساتھ کوئی ہتھیار لے کر چلا۔ اس نے ڈرائیور کے پاس موجود ریوولور کو ہی کافی جانا تھا لیکن قسمت کی خرابی سے ڈرائیور اس کے تحفظ کے لیے کوئی قدم اٹھاتا، اس سے قبل خود ہی نشانہ بن گیا تھا۔ اس کی طرف سے کسی مدد کی قطعی امید نہ رکھتے ہوئے شہریار گاڑی کے عقب میں رینگ گیا۔ جیپ سے اترنے والے خلاب پوش ابھی تک اس کی گاڑی کے قریب نہیں آئے تھے اور دور سے ہی جائزہ لے رہے تھے۔

”بے کار کی محنت نہ کریں اے سی صاحب! ہم تعداد میں بھی زیادہ ہیں اور ہمارے پاس اسلحہ بھی ٹھیک ٹھاک ہے۔ اگر ہم چاہتے تو آپ گاڑی سے اتر بھی نہیں سکتے تھے۔ اپنے ڈرائیور کو نکلنے والی گولی کو ہماری کوئی خطا نہ سمجھیے گا۔ نشانہ ہم

سب کا بالکل اے ون ہے۔ آپ ہمیں گلیوں میں کچے کھیلنے والے لوطے تصور کرنے کی قسطی نہ کریں اور آرام سے بغیر کسی مزاحمت کے ہاتھ اٹھا کر سامنے آ جائیں۔“ وہ گاڑی کے عقب میں پہنچا ہی تھا کہ ان خلاب پوشوں میں سے ایک کی قدرے بلند لیکن ہموار آواز سنائی دی۔ وہ اس آواز کو سن کر تذبذب میں پڑ گیا۔ بولنے والے کے لہجے سے ظاہر تھا کہ وہ ایک پڑھا لکھا اور پراعتاد آدمی ہے۔ پھر اس نے جو بات کہی تھی، وہ تو بالکل روشن حقیقت کی طرح عیاں تھی۔ حملہ آور تعداد میں زیادہ بھی تھے اور مکمل طور پر ہتھیار بند بھی۔ وہ اگر ان کے خلاف مزاحمت کرتا بھی تو ان کے آگے اس کی کتنی دیر پیش چلتی۔ آخر کار اسے ہار مانتی ہی پڑتی لیکن اس طرح بغیر کسی مزاحمت کے ہار مان لینا بھی اس کے لیے خلاف فطرت تھا۔ وہ فطرتاً ہی جو تھا اور ایسے کسی موقع پر اپنی حیثیت و مقام سب بھول کر میدانِ عمل میں اترنے کے لیے تیار تو نہ لگتا تھا۔ اس وقت بھی اس کے عضلات پوری طرح متنبہ ہوئے تھے اور اس کی فطرت اسے مقابلے پر اکسا رہی تھی۔

”دونوں ہاتھ سر پر رکھ کر کھڑے ہو جائیں اے سی صاحب! کوئی بھی غیر ضروری حرکت آپ کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگی۔“ اس سے قبل کہ وہ از خود کوئی فیصلہ کرتا، اس کی پشت پر سے آواز ابھری اور کوئی ٹھنڈی سی شے اس کی گردن سے ٹکرائی۔ وہ ایک گہرا سانس لے کر رہ گیا۔ گردن پر موجود ٹھنڈک کو پہچاننا اس کے لیے کچھ مشکل نہیں تھا۔ لوہے کی یہ ٹھنڈک جتنی طور پر کسی ہتھیار کی نشان دہی کر رہی تھی۔ اس کا راستہ روکنے والوں میں سے کوئی بہت آگے سے چل کر اس کی پشت پر پہنچ گیا تھا اور اسے بے بس کر دیا تھا۔ اس بے بسی پر شدید جھنجھلاہٹ محسوس کرتے ہوئے وہ اپنی پشت پر موجود شخص کے حکم کے مطابق سر پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔ اب اس پر سامنے کا منظر زیادہ واضح تھا۔ اسے روکنے والی جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک ڈھانٹا پوش بالکل تیار بیٹھا تھا۔ اس نے جیپ کا انجن بند نہیں کیا تھا تا کہ کسی ایمر جیسی کی صورت میں اسے اور اس کے ساتھیوں کو فرار ہونے میں مشکل پیش نہ آئے۔ ڈرائیور کے علاوہ دو ڈھانٹا پوش اس کی گاڑی کے بالکل قریب کھڑے ہوئے تھے جبکہ ان کا چوتھا ساتھی تو اس کی پشت پر موجود ہی تھا۔

”آگے بڑھو۔“ وہ اس جائزے سے قانع ہوا ہی تھا کہ اس کی پشت پر موجود شخص نے اسے ہلکا سا ٹھوکا دیتے ہوئے حکم دیا۔ شہریار نے اس کی آواز کو شناخت کر لیا۔ اسے

گھیرنے والوں میں سے اب تک صرف یہی شخص اس سے ہم کلام ہوا تھا۔

”میرا ڈرائیور زخمی ہے۔ یہ یا اگر اسی طرح یہاں پڑا رہا تو مر جائے گا۔“ عقب میں موجود شخص کے حکم کی تعمیل میں اس نے دو قدم ہی آگے بڑھائے تھے کہ زخمی ڈرائیور پر نظر پڑنے پر ٹھک کر رک گیا۔ ارد گرد چھائے اندھیرے کے باوجود گاڑی کی اندرونی بتی روشن ہونے کی وجہ سے وہ اندر موجود ڈرائیور کو صاف دیکھ سکتا تھا۔ اس کے سینے پر گولی لگی تھی اور زخم سے نکلنے والے خون نے اس کے سفید یونیفارم کی قمیص کو بے تحاشا رنگ ڈالا تھا۔ خون کے اس بے تحاشا بہاؤ کے باوجود شہریار نے ٹوٹ کر لپکا تھا کہ ابھی اس کی جان نہیں نکل ہے اور وہ آنکھیں بند کیے اکھڑے اکھڑے سانس لے رہا ہے۔

”اس کی فکر کرنا بے کار ہے۔ یہ چند منٹ سے زیادہ مزید زندہ نہیں رہ سکے گا۔“ بے حد سرد لہجے میں اسے جواب دے کر ایک ٹھوکا اور دیا گیا جو اس بات کا اشارہ تھا کہ وہ رکے بغیر آگے بڑھتا رہے۔ اندر ہی اندر ہیچ و تاب کھاتے ہوئے شہریار نے اپنے قدم آگے بڑھائے لیکن خود کو سوال کرنے سے نہ روک سکا۔

”تم لوگ کون ہو اور مجھے اس طرح گھیرنے کا کیا مقصد ہے؟“

”ہم کون ہیں یہ تو نہیں بتا سکتے، البتہ مقصد شاید آپ کو آگے چل کر معلوم ہو جائے۔ ہم تو بس اپنے دوستوں کا ساتھ دینے کے لیے اس کام میں شامل ہوئے ہیں۔“ بڑے بے نیاز اور پراعتاد انداز میں اس کی بات کا جواب دیا گیا۔ اس جواب کو سن کر شہریار چونک گیا۔ قطعی مختلف لب و لہجے میں بات کرنے والا یہ آدمی جس کے بارے میں وہ پہلے ہی اندازہ لگا چکا تھا کہ یہ شخص مقامی نہیں ہے، اس کے کسی دشمن کے ایما پر اسے اغوا کر کے لے جا رہا تھا اور اس علاقے میں اس کی چودھری افتخار کے علاوہ بھلا اور کس سے دشمنی تھی؟

اس سوچ کے حصار میں گہرا وہ جیپ تک پہنچ گیا۔ پشت پر موجود شخص کے علاوہ اب باقی دو افراد کی رائیوں بھی اس پر اٹھی ہوئی تھیں اور اس کے لیے کسی قسم کی حرکت کی کوئی گنجائش موجود نہیں تھی۔ اسے جیپ کی گھنٹی نشست پر بٹھانے کے بعد دونوں ڈھانٹا پوش اس کے دائیں بائیں بیٹھ گئے جبکہ عقب پر موجود ڈھانٹا پوش نے ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ منہال لی۔ اس کے جیپ میں سوار ہوتے ہی ڈرائیور نے جھکے سے جیپ آگے بڑھا دی۔ رات کے ستارے میں جیپ

کے تاروں کی چرچاہٹ دور تک گونجی لیکن آبادی سے دور جنگل کے اس قریبی حصے میں کوئی گولی چلنے کی آواز سننے والا نہیں تھا تو تاروں کی چرچاہٹ کے متوجہ کرتی؟ طاقتور انجن والی جیپ رنٹا لے بھرتی ہوئی آگے بڑھنے لگی۔

”تم لوگ جس بھی مقصد کے تحت مجھے...“ یہ سمجھتے ہوئے کہ اگلی سیٹ پر بیٹھا ڈھانٹا پوش ہی اسے اغوا کرنے والوں کا اس کا درروانی کے دوران لیڈر ہے، شہریار نے اس سے تنگدلی کو شش کی لیکن اس کا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے افراد میں سے کسی ایک نے کلوروقام میں بیٹھا ہوا رومال اس کی ٹاک پر رکھ دیا۔ وہ چونکہ اپنی توجہ مکمل طور پر اگلی سیٹ پر موجود شخص پر مرکوز کیے ہوئے تھا اس لیے بروقت اس کا درروانی سے آگاہ نہ ہو سکا اور بے خبری میں ہی بے ہوشی کے اندھیروں میں ڈوبنے پر مجبور ہو گیا۔

☆☆☆ رات بے حد تاریک تھی اور اس مقام پر تو تاریکی کے ساتھ ساتھ بھیاں تک بھی لگ رہی تھی۔ دنیا کی رونقوں کا سبب، اس کی سرگرمیوں کو جاری رکھنے والے جسموں کی آخری پناہ گاہ کا یہ عجیب البیہ ہے کہ جیسے ہی روح جسم کو چھوڑ کر پرواز کرتی ہے، مٹی کا ڈھیر خالی وجود کو یہاں لا کر گاڑ دیا جاتا ہے۔ وہ جو مٹی کا رو باہر حیات چلا کر کرتے تھے، اس شہر غموشاں میں منوں مٹی تلے دبے ڈی کمپوزر کی کارروائی سے آہستہ آہستہ خود بھی مٹی ہوتے اس مٹی میں ملتے جاتے ہیں۔ ہنگامہ حیات کو جاری رکھنے والے انسانوں کی آخری پناہ گاہ کی خاموشی میں جانے ایسی کیا بات ہوتی ہے کہ جیتا جاگتا انسان اس طرف کا رخ کرے تو ایک دہشت سی محسوس کرتا ہے۔ خصوصاً رات کے وقت قبرستان میں داخل ہونے کو بڑے دل گردے کا کام سمجھا جاتا ہے۔ اکثر لوگ یوں محسوس کرتے ہیں کہ جیسے قبروں کے اندر لیٹے مردے مٹی کے ڈھیر کو چیر کر اپنے ہاتھ باہر نکالیں گے اور انہیں بھی اندر کھینٹ لیں گے۔

لیکن وہ چاروں اس خوف سے قطعی بے نیاز نظر آ رہے تھے۔ ان میں سے ایک قبرستان کا گورکن تھا جس کے شب و روز گزرتے ہی اس شہر غموشاں میں تھے۔ وہ انہی قبروں کے درمیان مردوں کی ہڈیوں سے کھیلا ہوا بڑا ہوا تھا اور اب عمر کی آخری منزل پر تھا۔ عمر کے ان سالوں میں اس نے بے شمار مردوں کو مٹی تلے اتارتے اور پھر ہڈیوں کا جبر بننے دیکھا تھا۔ مرنے والے مر جاتے تو چند دنوں تک ان کے عزیز و اقارب

باقاعدگی سے قبر پر آتے رہے، تازہ قبر پر پانی کا چھڑکاؤ ہوتا اور پھولوں کی چٹائیاں بکھیری جاتیں۔ پھر آہستہ آہستہ یہ سلسلہ کم ہوتا جاتا اور ایک وقت ایسا آتا کہ عید، شب برسات پر حاضری کا سلسلہ بھی موقوف ہو جاتا۔ گورکن کی بوڑھی آنکھیں برسوں سے یہ سارے تماشے دیکھ رہی تھیں۔

مگر آج کی رات بوڑھے گورکن کے تجربوں میں ایک اور تجربے کا اضافہ کرنے کے لیے آئی تھی۔ رات کے آخری پہر قبرستان میں آنے والے وہ تینوں نفوس کسی مرنے والے کے لواحقین تھے، نہ ہی پناہ کے مٹلاشی نشے باز و پریم دیوانے۔ وہ کفن چور بھی نہیں تھے لیکن آئے بہر حال کچھ لے جانے ہی تھے۔ انہوں نے گورکن سے کفن سمیت قبر میں دفن ایک مردے کا مطالبہ کیا تھا۔ گورکن اس مطالبے پر ہچکا بکا رہ گیا لیکن مطالبہ کرنے والوں کی شناخت اور حیثیت نے اسے انگار کی جرأت نہیں کرنے دی۔ وہ سرکاری اہلکار تھے اور کچھ عرصے قبل ہی یہاں دفن ہونے والے ایک سرکاری افسر کی ڈیڈ باڈی لے جانے آئے تھے۔ ان کے پاس اس کام کے لیے مختار نامہ موجود تھا اور وہ چاہتے تو دن وپاڑے بھی یہ کام کر سکتے تھے۔ لیکن انہوں نے اس کام کے لیے رات کے آخری پہر کا انتخاب کیا تھا۔ گورکن کے لیے حکم تھا کہ کام نہایت صفائی اور خاموشی سے کیا جائے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی جائے۔ غریب گورکن کے پاس اس حکم کی تعمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ وہ بھاؤ ڈال اور کدال سنبھالے اپنی دھوتی کو گھٹنوں سے اوپر باندھ کر میدان محل میں اتر آیا اور مٹائی سے کھدائی کا کام کرنے لگا تھا۔ یہ تو شکر تھا کہ قبر ابھی کئی نہیں کی گئی تھی اور اسے صرف چاروں طرف اکھری اینٹوں کی چار دیواری جن کر چھوڑ دیا گیا تھا۔ کئی قبر کی کھدائی کرتے کرتے بالآخر گورکن اس مقام پر پہنچ گیا جہاں قبر میں دفن لاش ظاہر ہوئی۔

لاش ظاہر ہونے سے پہلے وہاں موجود افراد کا اس بدلو سے سابقہ پڑا جو مردہ کھٹے سڑنے جسموں سے اٹھتی ہے۔ یہ کوئی معمولی بو نہیں تھی۔ اگر کسی عام آدمی کے تھنوں سے ٹکرائی تو وہ ابکانی لے کر پیٹ میں موجود خوراک اٹھنے پر مجبور ہو جاتا لیکن گورکن تو اس شہر غموشاں کا ہی باسی تھا۔ یہاں بسنے والے سیکڑوں باسیوں میں سے واحد زمرہ باسی۔ اس کے لیے یہ یوانجان نہیں تھی اور اس نے پہلے ہی حفظ ماتقدم کے تحت اپنے منہ پر کپڑا لپیٹ لیا تھا۔ اس کے ساتھ موجود سرکاری اہلکاروں نے بھی اپنے منہ اور ناک بلکے بزر رنگ کے ماسکس سے ڈھانپ رکھے تھے۔ وہ لوگ گورکن

کے کھدائی کرنے کے دوران مٹی کو ہٹا کر ایک جانب کرنے میں اس کی مدد کرتے رہے تھے۔ قبر کشائی کے بعد لاش ظاہر ہوئی تو اسے قبر سے نکال کر مخصوص پولیٹھین بیگ میں منتقل کرنے کے کام میں بھی وہ پیچھے نہیں رہے۔ لاش بہت زیادہ پرانی نہ ہونے کے باوجود ابھی خاصی خراب ہو چکی تھی۔ گورکن کے تجربے کے مطابق لاش کو دفن ہوئے جتنی مدت گزری تھی، وہ اس سے ڈھیری مدت کے برابر پرانی لگ رہی تھی۔ اس طرح کی گلی سڑی، بدبودار لاش کو قبر سے برآمد کر کے پولیٹھین بیگ میں منتقل کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا لیکن ان لوگوں نے کر لیا۔ ظاہر ہے، وہ اس کام کے ماہر تھے تب ہی تو یہاں بھیجے گئے تھے۔

”قبر کو دوبارہ مٹی ڈال کر پہلے والی حالت میں کر دو۔ کام اتنی صفائی سے کرنا کہ کسی کو قبر کھولے جانے کا شبہ نہ ہو سکے۔“ لاش کو جراثیم کش ادویات اور بودبانے والی خوشبوؤں کے چھڑکاؤ کے بعد اپنے ساتھ لائے ہوئے ایک تابوت میں منتقل کر کے۔ ان میں سے ایک نے گورکن کو حکم دیا اور پھر اسے ایک ٹیلا کڑکڑاتا ہوا نوٹ تھا کر اپنے ساتھیوں کے ساتھ تابوت سمیت وہاں سے رخصت ہو گیا۔ سرکاری اہلکار کا حکم، اس پر سے نیلے کڑکڑاتے نوٹ کی خوشبو... گورکن ان کے نظروں سے اوجھل ہوتے ہی پوری تن دہی سے قبر کا کڑکا بھرنے لگا۔ اس قبر کا کڑکا جواسے مبین کے رخصت ہونے پر کسی ماں کی کوکھ کی طرح خالی ہو چکی تھی۔

☆☆☆

شہر یار کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو ایک نیم روشن کمرے میں فرش پر بچھے گدے پر لیٹا ہوا پایا۔ کمرے میں مختصر تھا جس میں اس کے بستر کے بعد کس چند فٹ کی جگہ بچی تھی۔ وہ بستر پر اٹھ بیٹھا اور مدھم روشنی میں کمرے کا جائزہ لینے لگا۔ وہ ایک چوکور کمرہ تھا جس میں اس کے بستر کے علاوہ جو دوسری شے موجود تھی، وہ دیوار کے ساتھ رکھی پانی کی ایک صراحی تھی۔ اس کے علاوہ کمرے میں کچھ موجود نہیں تھا۔ اس نے بستر پر بیٹھے بیٹھے ہی اپنا باقی جائزہ بھی مکمل کیا۔ کمرہ اینٹوں کی پرد سے بٹایا گیا تھا اور دیواریں پلاسٹر اور رنگ و روغن سے قطعی عاری تھیں۔ دائیں دیوار میں لکڑی کا ایک پٹ والا دروازہ لگا ہوا تھا۔ دروازے کی چوڑائی بہت کم تھی اور وہ دیوار میں کچھ اس طرح سے فٹن تھا کہ کوئی درز نظر نہیں آرہی تھی۔ یہاں تک کہ باہر سے روشنی آنے کے لیے بھی جگہ موجود نہیں تھی۔ کمرے کی تارکی کو نیم روشن کرنے کے لیے دیوار پر ایک کیل کے ساتھ لائین لگی ہوئی تھی۔ اس مختصر قید

خانے کا جائزہ لینے کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھا تو لمحہ بھر کے لیے سر چکرا کر رہ گیا۔ یہ یقیناً اسے بے ہوش کرنے والے کلورو فام کا اثر تھا جو اب بھی باقی تھا۔ اس نے سر جھٹک کر خود کو اس کے اثر سے آزاد کرنے کی کوشش کی اور صراحتی کے قریب گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس پر رکھے اسٹیل کے گلاس میں پانی اٹھایا۔ پانی بالکل شفاف تھا اس لیے اسے پانی پینے میں کوئی عار محسوس نہ ہوا۔ پانی پی کر اس کی طبیعت ہلکا ہوئی۔ وہ اٹھ کر دروازے تک گیا اور اسے ہلانے جلانے کی کوشش کی لیکن دروازہ مضبوط لکڑی کا تھا اور کچھ اس طرح سے دیوار میں فٹ کیا گیا تھا کہ اسے ہلانے جلانے سے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ اس طرف سے مایوس ہونے کے بعد اس نے دروازے پر دستک دی تاکہ اس کو یہاں تک لانے والے اگر باہر موجود ہوں تو انہیں اس کے ہوش میں آنے کا علم ہو جائے اور وہ اس سے بات چیت کر کے اسے اغوا کر کے یہاں لائے جانے کا سبب بتائیں۔ مگر اس کی مسلسل دستک بے کار ہوئی اور باہر سے کوئی رد عمل ظاہر نہیں ہوا۔ اس کے پاس اب اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ خاموشی سے بیٹھ کر ان لوگوں کے متوجہ ہونے کا انتظار کرے۔ اس نے بھی کیا لیکن اس خالی خولی انتظار کے دوران بھی اس کے حواس جاگ رہے تھے۔ ذرا سے ارتکاز کے بعد وہ یہ اندازہ لگانے میں کامیاب ہو گیا کہ اسے جس چار دیواری کے اندر قید رکھا گیا ہے وہ عام آبادی میں موجود نہیں ہے۔ اس کی سماعت چار دیواری سے باہر موجود آوازوں کو محسوس کر رہی تھی۔ پرندوں کی چچھاہٹ، ہوا کی سرسراہٹ اور کچھ غیر معمولی سی آہٹیں تھیں جو ارد گرد گھمری ہوئی تھیں۔ سماعت کے بعد اس نے اپنی قوتِ شامہ پر زور دیا تو نقصان میں جنگلی پونوں کی جھک اور نمی سی محسوس ہوئی۔ اس کا ذہن فوراً حساب کتاب کرنے لگا۔ قوتِ سماعت و شامہ کی حاصل کردہ معلومات کے تجزیے نے اس کے سامنے ایک ہی جواب پیش کیا۔ وہ اس وقت جنگل کے کسی حصے میں موجود تھا اور اس خیال کی تصدیق اس بات سے بھی ہوتی تھی کہ اسے جنگل کے قریب سے ہی اغوا کیا گیا تھا۔ یعنی اغوا کرنے والوں نے اسے جنگل ہی میں موجود اپنے کسی خفیہ ٹھکانے میں رکھا تھا۔ وہ کون لوگ ہو سکتے تھے؟ وہ جب بھی خود سے یہ سوال کرتا، اس کے سامنے ایک ہی جواب آتا۔

چودھری افکار عالم شاہ... یہاں اس کا دشمن بھی وہی تھا اور اختیارات بھی اسی کے اتنے وسیع تھے کہ وہ اس جنگل سمیت پورے علاقے میں جہاں چاہتا اسے قید کر داسکتا تھا۔

چودھری کے پاس اسے اغوا کر دینے کے لیے کئی مضبوط جواز بھی موجود تھے۔ وہ یہاں کا بے تاج بادشاہ تھا اور لوگ اپنی ہر ضرورت کے لیے نہ صرف اس کی طرف دیکھتے تھے بلکہ اس کا ہر ظلم بھی خاموشی سے برداشت کر لیتے تھے۔ لیکن اب اسکول واسپتال کے باقاعدہ آغاز نے چودھری کی اس حیثیت کو زک پہنچائی تھی۔ دوسری طرف لکڑی اور کھالوں کی اسمگلنگ کے لیے کی جانے والی سختی نے اسے مالی اعتبار سے نقصان پہنچایا تھا۔ پھر ماہ بانو کا شہر یار کی مدد سے اس کے ہاتھوں سے نکل جانا بھی اس کے غصے کو بھڑکانے کا سبب بنا تھا۔ اس نے ڈاکٹر ماریا کو چارے کے طور پر استعمال کر کے شہر یار کو قریب کرنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن خوش قسمتی سے شہر یار اس کی اس گستاخی چال سے بچ گیا تھا۔ اب یقیناً وہ ایک نیا حربہ لے کر آیا تھا اور اس حربے کے استعمال سے پہلے خود امریکا روانہ ہو گیا تھا تاکہ خود کو خشک سے بری رکھنے کے لیے عدم موجودگی کا جواز دے سکے۔

شہر یار جوں جوں اس صورت حال پر غور کر رہا تھا، اس کا یقین مضبوط ہوتا جا رہا تھا کہ اس ساری کارروائی کے پیچھے چودھری کا ہی ہاتھ ہے۔ اپنے یقین پر پختہ ہونے کے بعد وہ ایک بار پھر اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازے پر دستک دی۔ حسب سابق اس دستک پر بھی کوئی رد عمل ظاہر نہیں ہوا لیکن اسے یقین تھا کہ باہر کوئی نہ کوئی ضرور موجود ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ اسے اتنی جدوجہد سے اغوا کر کے لانے کے بعد بغیر کسی گھراس کے تنہا چھوڑ دیا جاتا۔

”میں جانتا ہوں کہ باہر میری آواز سنی جا رہی ہے۔ بے شک تم لوگ مجھے رسپانس نہ دو لیکن میرا یہ پیغام چودھری تک پہنچاؤ کہ وہ تھرڈ کلاس مجرموں کی طرح اوجھے جھکنڈے استعمال کرنے کے بجائے مجھ سے بیس نو بیس بات کرے۔“ اپنے یقین ہی کی بنیاد پر اس نے بلند لیکن ہادقار لہجے میں یہ بات کہی اور واپس بستر پر آ بیٹھا۔

”آپ بے کار اندازے لگانے میں اپنی توانائیاں ضائع نہ کریں اے سی صاحب! یہاں جس کو اور جب بھی آپ سے مذاکرات کرنے ہوں گے وہ خود سامنے آ جائے گا۔“ ذرا سے توقف کے بعد دروازے کی دوسری جانب قدموں کی آہٹ سنائی دی اور نہایت ٹھنڈے لہجے میں شہر یار کو جواب دیا گیا۔ جواب دینے والے کی آواز شناخت کرنے میں اس بار اسے کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ یہ وہی تھا جو اغوا کے دوران بھی اس سے گفتگو کرتا رہا تھا۔ اس شخص کے لہجے کا ٹھہراؤ اور زبان کی روانی اس کو ہر بار شکا دیتی تھی۔ وہ بولتا تو

صاف احساس ہوتا تھا کہ وہ کوئی پڑھا لکھا شہری ماحول کا بندہ ہے جو شاید کسی مجبوری کے سبب ان مجرمانہ ذہنیت رکھنے والوں میں شامل ہو گیا ہے۔ فی زمانہ بڑھتی ہوئی ہے۔ روزگاری اور کرپشن نے یہ ایک نیا ٹریڈ جنم دیا تھا۔ یہ حیثیت ایک انسان کے شہر یار کے لیے یہ ایک بڑا لمحہ گریہ تھا۔ اس وقت بھی وہ اپنی قید و بند کی پریشانی کو بھول کر اس نوجوان کی ذات میں الجھ کر رہ گیا تھا۔

☆☆☆

”مجھے چوبیس گھنٹے کے اندر اندر شہر یار عادل زندہ سلامت چاہیے ایس پی صاحب... آپ یہ بات بہت اچھی طرح سمجھ لیں۔ اگر آپ اسے تلاش کرنے میں ناکام رہے تو یاد رکھیے گا کہ پھر پولیس کی نوکری میں آپ کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی۔ یہ ناکامی آپ کے اگلے پچھلے سارے کھاتے کھول دے گی۔ شہر یار عادل کوئی معمولی شخص نہیں ہے جو اس طرح اغوا کر لیا جائے اور کہیں کوئی طوفان نہ اٹھے۔ مجھے ہر حال میں وہ چوبیس گھنٹے سے پہلے واپس چاہیے۔“ ریسور کان سے لگائے یہ سب سنتے معظم تارڑ کو دوسری طرف موجود آئی جی مختار مراد کی کیفیت کا خوب اندازہ ہو رہا تھا۔ وہ غصے سے باقاعدہ چٹکھاڑ رہا تھا۔ یقیناً سجاد رانا کی ہلاکت کے بعد ہونے والا شہر یار کا یہ اغوا اس کے اعصاب کے لیے بڑی آزمائش ثابت ہوا تھا اور اس کا اپنا بس نہیں چل رہا تھا کہ کس طرح گھڑی کی چوٹھائی میں شہر یار کو بازیافت کر دیا جائے۔

”ہم اپنی پوری کوشش کر رہے ہیں سر! پولیس فورس کے جوانوں نے اس سارے علاقے کو گھیر لیا ہے جہاں سے شہر یار صاحب کی گاڑی اور ان کے ڈرائیور کی لاش ملی ہے۔ میرے جوان کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح کوئی کلیوٹل جائے جس سے اندازہ لگایا جاسکے کہ اے سی صاحب کو اغوا کر کے کہاں لے جایا گیا ہوگا۔ ویسے مجھے شک ہے کہ انہیں جنگل کی طرف لے جایا گیا ہے اور اگر ایسا ہے تو پولیس فورس کو کارروائی کرنے میں بہت مشکل پیش آئے گی۔ ہمارے پاس نہ تو اتنی فوری ہے اور نہ ہی اتنی سہولیات کہ گھنٹے جنگل میں گھس کر کارروائی کر سکیں۔“ اس نے مختار مراد کے سامنے اپنی کارکردگی کی رپورٹ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ذہن میں موجود خدشات اور درپیش مسائل بھی بیان کر دیے۔ وہ خود بھی سمجھتا تھا کہ یہ بہت نازک معاملہ ہے۔ شہر یار کا اغوا اتنی معمولی بات نہیں تھی کہ آرام سے دب جاتی۔ ابھی مختار مراد کا فون آیا تھا بعد میں اور بھی نہ جانے کون کون اس سے رابطہ کر

کے شہر یار کی بازیابی کے سلسلے میں اس پر دباؤ ڈالتا۔ ”آپ کو شہر یار کی تلاش میں جنگل چھاننا پڑے یا کسی کا محل... مجھے اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ بس مجھے چوبیس گھنٹے میں اس کے ملنے کی اطلاع چاہیے۔ باقی آپ کو چھٹی فورس اور سہولیات درکار ہیں، وہ نوٹ کرادیں۔ آپ کو چند گھنٹوں کے اندر سب کچھ پرووائڈ کر دیا جائے گا۔“ مختار مراد نے طنز اور غصے کی ملی جلی کیفیت میں اس کی بات کا جواب دے کر ریسورٹ چھوڑ دیا۔ ریسورٹ بچے جانے کی آواز سن کر معظم تارڑ نے بھی ایک گہرا سانس لیتے ہوئے کان سے لگا ریسورٹ پر ڈال دیا۔ وہ بے وقوف نہیں تھا کہ مختار مراد کا اشارہ نہیں سمجھتا۔ اس نے کہا تھا کہ آپ کو شہر یار کی تلاش میں جنگل چھاننا پڑے یا کسی کا محل... مجھے اس سے غرض نہیں ہے۔ اس بات کا مطلب تھا کہ وہ چودھری مختار پر شبہ کر رہا تھا کیونکہ اس علاقے میں محل جیسی حویلی تو بس اسی کی تھی۔ خود معظم تارڑ بھی سمجھ رہا تھا کہ یہ کارروائی چودھری کی طرف سے ہی کی گئی ہے۔ چودھری اس سلسلے میں پہلے ایک بار اپنا ارادہ ظاہر کر چکا تھا، بعد میں اس نے اچانک نیویارک جانے کا پروگرام بنالیا۔ اب اس کی غیر موجودگی میں یہ واردات ہوئی تھی تو اس کا مطلب تھا کہ چودھری یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ اس کا اس کارروائی سے کوئی تعلق نہیں... لیکن دوسرے لوگ بھی کوئی گھاس نہیں کھائے ہوئے تھے جو حقیقت کو نہ سمجھ پاتے۔ تارڑ نے بھی حقیقت سمجھ لی تھی اور واردات کی اطلاع ملنے کے بعد سے مسلسل چودھری سے رابطہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کا موبائل مسلسل بند جا رہا تھا۔ پاکستان اور نیویارک کے درمیان جو طویل فاصلہ تھا، اس نے وقت کا بھی بہت بڑا بھد پیدا کر دیا تھا۔ ایس پی تارڑ کو معلوم تھا کہ اس پہر جبکہ یہاں دن نکلا ہوا ہے، نیویارک میں رات ہوگی۔ اب جانے رات کی یہ گھڑیاں چودھری خواب خرگوش کے حشرے لوٹنے ہوئے گزر رہی ہوں یا کبھی گوری رنگت والی حسینہ کی خنہری زلفوں کی چھاؤں میں۔ وجہ بہر حال جو بھی رہی ہو... مسلسل کوشش کے باوجود وہ چودھری سے رابطے میں ناکام تھا۔

مختار مراد سے احکامات ملنے کے بعد اس نے ایک بار پھر چودھری سے رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر وہاں ہنوز وہی صورت حال تھی۔ اس طرف سے مایوس ہو کر اس نے حویلی فون کیا اور ششی اللہ رکھا سے بات کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ فوراً ہی ششی لائن پر آ گیا۔

”عزم ایس پی صاحب! آپ نے خادم کو کیسے یاد فرمایا؟“ اس کا وہی سدا کا خوشامد انداز اور لب و لہجہ تھا۔

”یاد تو اصل میں مجھے تمہارے سرکار کی آرہی ہے لیکن کئی بار کوشش کرنے کے بعد بھی ان سے رابطہ نہیں ہو پا رہا۔ سو چاتم سے معلوم کر لوں۔ تمہیں تو یقیناً ان کے بارے میں علم ہو گا۔“ تارڑ نے فشی کی خوشامد کو نظر انداز کرتے ہوئے سیدھے اپنے مطلب کی بات کی۔

”سرکار سے تو خود ہمارا رابطہ نہیں ہو پا رہا۔ انہوں نے اپنا فون بند کر رکھا ہے۔ ادھر چھوٹے چودھری مراد شاہ کے گھر کے نمبر پر گل کرنے کی کوشش کی تھی، پر ادھر سے بھوجی نے بتایا کہ چودھری صاحب کسی گل توں ناراض ہو کے گھر سے چلے گئے ہیں۔ چھوٹے چودھری صاحب نے وہ ہوٹل تو تلاش کر لیا ہے جہاں چودھری صاحب رکے ہیں، پر آپ کو تو معلوم ہی ہو گا کہ ابھی ادھر رات ہو رہی ہے اور چودھری صاحب ہوٹل والوں سے کہہ کر سوئے ہیں کہ انہیں صبح سے پہلے کوئی نہ جگائے۔ تو آپ سمجھ لیں کہ جب ادھر صبح ہوگی، تب ہی آپ سرکار سے گل کر سکتے ہو۔“ فشی نے اسے چند جملوں میں پوری کھانا ددی۔

”ٹھیک ہے۔۔۔ میں چودھری صاحب سے بعد میں بات کر لوں گا۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ بالا کہاں ہے؟“ یہ جان لینے کے بعد کہ ابھی کم از کم تین چار گھنٹوں تک اس کا چودھری سے رابطہ نہیں ہو سکے گا، ایس پی نے دوسرے رخ سے گفتیش کی کوشش کی۔

”ادھر حویلی میں ہی ہے سر جی! کل سے وچارے کو تاپ چڑھا ہوا ہے اس لیے منجی پکڑ کر لیٹا ہوا ہے۔ آپ دسو، آپ کو بہن نال کوئی کام شام ہے کیا؟ میں کسی ہو ر کام کے بندے کو تہاڑے نال بھیج دوں گا۔“ جب زبان فشی کی باتیں سن کر اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اس کے فون کرنے کی وجہ اچھی طرح سمجھ رہا ہے لیکن کسی نہ کسی طرح اسے بہلانے کی کوشش کر رہا ہے۔

”تم میرے اور چودھری صاحب کے درمیان تعلقات کی نوعیت اچھی طرح جانتے ہو فشی۔۔۔ ہم ایک دوسرے کے راز داں ہیں۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ مجھے بہلانے کی کوشش نہ کرو اور سیدھی طرح سے وہ بتاؤ جو میں پوچھنا چاہ رہا ہوں۔“ ایس پی، فشی کا انداز سمجھ کر یک دم ہی براہ راست گفتگو پر آ گیا۔

”میںوں کیا خبر حضور کہ آپ کیا پوچھنا چاہ رہے ہیں۔ جو کچھ پوچھنا ہے کل کر پوچھیں۔ میںوں اگر کسی گل کی خبر ہوگی تو آپ کو ضرور دسوں گا۔“ فشی کی منافقت تو بھی ہی بے مثال، ہوا سی فدویانہ لہجے میں اسے جواب دیا۔

”رات تمہارے علاقے میں اسے ہی شہر یار کو اغوا اور اس کے ڈرائیور کو قتل کیا گیا ہے۔ یہ بات تو تمہیں معلوم ہی ہو گی۔ اب میں تم سے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ اسے ہی کہاں ہے؟ یہ تو ممکن نہیں کہ تمہارے علاقے میں اتنی بڑی واردات ہو اور تمہیں کچھ خبر ہی نہ ہو۔“ فشی کی اداکاری کی پروا نہ کرتے ہوئے ایس پی نے اس سے سوال کیا۔

”یہ آپ کیسی گل کر رہے ہیں ایس پی صاحب! بے شک اسے ہی صاحب کا اغوا ادھر سے ہی ہوا ہے لیکن گاؤں سے بہت دور جنگل کے علاقے میں۔۔۔ اور آپ تو جانتے ہیں کہ آج کل ادھر ہمارے بندے کام نہیں کر رہے ہیں۔ ادھر حویلی میں بھی صبح ہی واقعے کی خبر پہنچی ہے۔ میں یہی خبر سنانے کے لیے تو سرکار کو فون کرنے کی کوشش کر رہا تھا، پر ان سے گل نہ ہو سکی۔۔۔ پر آپ کی گل سن کر تو ایسا لگ رہا ہے کہ آپ ہم پر ہی شک کر رہے ہیں۔ یہ تو ڈی غلط گل ہے۔ آدی کو اپنے دوستوں پر تو بھروسہ کرنا چاہیے۔“ فشی فوراً مصوم بن کر اس کی تردید کرنے لگا۔

”بات شک کی نہیں ہے۔ خبر آباد اور اس کے قرب و جوار کے سارے علاقے میں تم لوگوں کا ہولڈ ہے اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ براہ راست اگر اس واقعے میں تم لوٹ نہیں بھی ہو تو بھی تمہیں کچھ نہ کچھ معلوم ضرور ہو گا۔ یہ تو میں یقین کر ہی نہیں سکتا کہ وہاں کچھ ہو اور تم لوگوں کو اس کی سن کن نہ ملی ہو۔“ ایس پی نے طنز اور سختی سے پھر پور لہجے میں فشی کو بار بار کروایا کہ وہ اس کے ایمان ہونے پر قطعی یقین نہیں رکھتا۔

”اب ایسی بھی گل نہیں ہے ایس پی صاحب! اب وہ پہلے والی گل رہی ہی کدھر ہے؟ آپ کو تو خود یاد ہو گا کہ ابھی تھوڑے دن پہلے ادھر ڈیرے پر کوئی شخص آیا تھا اور ہمارے بندوں کو بے ہوٹل کر کے نہ خانے میں آگ لگا گیا تھا۔ آپ کے ہوتے ہوئے ہم اپنے ساتھ یہ کارروائی کرنے والے کا کچھ نہیں بگاڑ سکے تھے۔۔۔ تو فیراے ہی صاحب کے ماتلے کی ہمیں کیا خبر؟ آپ کے محلے کے بندے صبح سے ادھر پہنچے ہوئے ہیں۔ آپ ان سے کہیں کہ وہ کھوج لگائیں اسے ہی صاحب کا۔ اسانوں کچھ ملو ہو تو آپ کو بتا دیں گے۔“ فشی کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ قطعاً تعاون پر آمادہ نہیں ہے۔ اس کی طرف سے مایوس ہو کر ایس پی نے کال منقطع کر دی اور صورت حال پر غور کرنے لگا۔

شہر یار کا اغوا اس کے لیے اتنی تشویشناک بات نہیں تھی جتنے چودھری کے بدلے ہوئے تہو اس کے دماغ میں خطرے کی گھنٹی بجا رہے تھے۔ اس نے چودھری کا باجود سے

بدلا ہوا رویہ بھی دیکھا تھا اور اس کے بعد باجود کی اچانک موت بھی۔ ظاہر باجود دل کے دورے سے جاں بحق ہوا تھا لیکن ایس پی کو یقین نہیں آیا تھا کہ یہ سچ ہے۔۔۔ اور وہ سچ کے سامنے آنے کا خطر تھا۔ سچ کو جاننے کے لیے ہی اس نے ایک بار پھر ٹیلی فون کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ایک خاص نمبر ڈائل کیا۔

”اچھا ہوا آپ نے خود کال کر لی تارڑ صاحب! میں آپ سے رابطہ کرنے ہی والا تھا۔ رات جو ڈیڈ باڈی آپ نے بھجوائی تھی، آپ کے حکم پر میں نے اس کا ایمر جنسی میں پوسٹ مارٹم کر ڈالا ہے اور پوسٹ مارٹم کے نتیجے میں بہت ہی حیرت انگیز انکشاف ہوا ہے۔ مرنے والے کی موت آپ کے مطابق ہارٹ ایٹک سے ہوئی تھی لیکن پوسٹ مارٹم سے معلوم ہوا ہے کہ اس شخص کو زہر دے کر ہلاک کیا گیا ہے۔ ایک ایسا زہر دے کر جس کے ظاہری اثرات دیکھ کر ڈاکٹرز یہی اندازہ لگا پاتے ہیں کہ مریض کو ہارٹ ایٹک ہوا ہے اور اسی حساب سے ٹریسٹ بھی دیتے ہیں۔ نتیجتاً مریض کی موت واقع ہو جاتی ہے۔“ دوسری طرف موجود سرجن جو انکشافات کر رہا تھا، انہیں سن کر تارڑ زلزلے کی زد میں آ گیا تھا اور اس کے ذہن میں بھتی خطرے کی گھنٹی کسی دیویدیل گھنٹے کی سی قوت سے بجنے لگی تھی۔

☆☆☆

”ابھی! تارڑ اسکی جانے دیں نا۔۔۔ دیکھیں میں خود آپ کو مٹانے کے لیے آیا ہوں۔“ مراد شاہ، چودھری کے مقابل بیٹھا اسے مٹانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسے اپنی بیوی شاہدہ کی زبانی چودھری کی تارڑ اسکی کا سبب بننے والے سارے قصے کا علم ہو گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس معاملے میں شاہدہ کا کوئی قصور نہیں۔ اس بے چاری نے تو چودھری سے وہی کچھ کہا تھا جو جتنی بر حقیقت تھا۔ نیویارک میں قیام کے دوران مراد میں واقعی ایسی کئی تبدیلیاں آ گئی تھیں جو حویلی کے طرز زندگی سے میل نہ کھاتی تھیں۔ ان تبدیلیوں میں سے ہی ایک تہہ ملی کھانے پینے کے معاملے میں نہایت سادگی اختیار کرنا بھی تھی جس کا اظہار شاہدہ نے۔۔۔ جو کہ ایک اچھی مشرقی بیوی کی طرح شوہر کی پسند ناپسند میں ڈھل گئی تھی، چودھری کے سامنے کر دیا تھا اور چودھری کی نازک مزاجی اسے برداشت نہیں کر سکی تھی۔ مراد کو آفس سے واپس آنے کے بعد سارے واقعے کا علم ہوا تو اس نے چودھری کو مٹانے کے لیے اس کی تلاش شروع کر دی۔ وہ اپنے باپ کے مزاج سے آشنا تھے اس لیے انتہا اندازہ تو کر سکتا تھا کہ وہ کسی بڑے ہوٹل کا ہی رخ کرے

گا۔ اس نے اپنی تلاش کا آغاز انہی ہوٹلوں سے کیا اور بالآخر ایک ہوٹل کے ریسپشن سے اسے علم ہو گیا کہ چودھری افکار عالم شاہ نامی شخص وہیں ایک سوئٹ میں قیام پزیر ہے۔ لیکن اس وقت اس کی چودھری سے ملاقات ممکن نہیں ہو سکی۔ وہ ہوٹل انتظامیہ کو پہلے ہی ہدایت کر چکا تھا کہ بے حد ممکن کے باعث وہ رات کے وقت کسی سے ملاقات نہیں کر سکے گا، چنانچہ کسی ملاقاتی کی آمد یا ٹیلی فون کال کی صورت میں اسے ڈسٹرب نہ کیا جائے۔ ناچار مراد کو مایوس لوٹنا پڑا اور دوسرے دن وہ صبح ہی صبح دوبارہ ہوٹل پہنچ گیا۔ اس بار اسے باپ کی طرف سے اذن یا رپائی مل گیا اور اب وہ اس کے سامنے بیٹھا اسے منانے کی کوشش کر رہا تھا۔ چودھری سے بہت سے نظریاتی اختلافات کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ تھی کہ چودھری اس کا باپ تھا اور وہ اس رشتے کو ہرگز بھی نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔

”تو نہ آتا منانے۔ میں نے کیا تجھے پیغام بھیجا تھا کہ آکر مجھے متا؟“ چودھری اتنی آسانی سے رام ہو جانے والا بندہ ہوتا تو ذرا سی بات پر ناراض ہی کیوں ہوتا؟ مراد کی خوشامد کا جیسے لمحے میں جواب دے کر وہ بے نیازی سے اپنی مونچھوں کو تازہ دینے لگا۔

”کیسے نہ آتا اباجی! آپ میرے گھر سے ناراض ہو کر نکل گئے، یہ کوئی معمولی بات ہے کیا؟ میں کل سے اتنا بے چین ہوں۔ رات بھر نیند بھی ٹھیک طرح نہ آ سکی۔ شاہد بھی بڑی شرمندہ ہے۔ اس نے مجھ سے کہا ہے کہ ایک بار کسی طرح باموں کو منا کر لے آئیں پھر میں انہیں دوبارہ شکایت کا موقع نہیں دوں گی۔“ اپنی کیفیت بتانے کے ساتھ مراد شاہ نے گئے ہاتھوں بیوی کا پیغام بھی پہنچا دیا۔

”نا تو وہ کیوں شرمندہ ہے؟ اس نے تو مجھے وہی کچھ بتایا تھا جو تو نے اسے سکھایا ہے۔ انقلابی بن گیا ہے نا تو۔ وڈی وڈی گلاں کرنے لگا ہے۔ اب ہمیں تجھ سے سیکھنا پڑے گا کہ کیسے رہیں؟ کیا کھائیں، کیا پہنیں؟ ہماری پرکھوں سے چلی آئی ریت رسموں کو تیرے جیسا کل کا منڈا غلط کہے گا اور ہم مان لیں گے؟“ چودھری کو موقع ملا تھا، وہ کیوں نہ جی بھر کر بیٹے کے لئے لیتا۔

”میں آپ سے یہ ساری بحث کرنے نہیں آیا ہوں اباجی! میں آپ کو اپنے ساتھ لے جانے آیا ہوں اور اس وعدے پر کہ جب تک آپ یہاں رہیں گے، گھر میں وہی کچھ ہوگا جو آپ چاہیں گے اور جیسی آپ کی مرضی ہوگی۔“ وہ جانتا تھا کہ نظریاتی اعتبار سے اس کے اور اس کے باپ کے

درمیان مفاہمت ممکن نہیں اس لیے ایک بیٹے کی حیثیت سے تھپتھپا ڈال دینا ہی مناسب سمجھا۔

”اچھا، میں سوچتا ہوں۔ ابھی تو چل، چل کر ذرا ناشتا کرتے ہیں۔“ چودھری نے اگرچہ اپنا لہجہ سخت ہی رکھا تھا لیکن پھر بھی مراد کو اندازہ ہو گیا کہ وہ کچھ نرم پڑ گیا ہے۔ دونوں ساتھ ساتھ چلتے کمرے سے باہر نکلے اور لفٹ کے ذریعے نیچے ڈائنگ ہال میں پہنچ گئے۔ ان کے وہاں پہنچ کر میز منتخب کرتے ہی ایک ویٹرس خدمت میں حاضر ہوئی۔ وہ ہوٹل جتنا خوب صورت اور لشکارے مارتا ہوا تھا، وہاں خدمت پر مامور عملہ بھی ویسا ہی تھا۔ ان سے ناشتے کا آرڈر لینے آنے والی ویٹرس بھی ہوٹل کے ماحول سے مکمل طور پر ہم آہنگ تھی۔ وہ نہ صرف خوب صورت تھی بلکہ اس خوب صورتی کے ساتھ ساتھ اپنی ملازمت کے تقاضوں سے بھی اچھی طرح واقف تھی۔ یعنی طور پر اسے پورے ہوٹل کی ملازمت کے لیے اسے خصوصی تربیت دی گئی ہوگی۔ پھر اس کا لباس بھی ایسا تھا کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں۔ چودھری نے بھی اس کے حسن بے باک سے خوب آنکھیں سینکتے ہوئے اپنا آرڈر لوٹ کر دیا پھر مراد کی طرف متوجہ ہوا۔

”تم بھی اپنی پسند کے ناشتے کا آرڈر لوٹ کر دادو۔“
”میں صرف ایک کپ کافی اور سیڈوچ لوں گا۔“
باپ کے لیے چوڑے آرڈر کے مقابلے میں اس نے اپنی پسند بتائی۔

”یہ تو حال ہے تیرے کھانے پینے کا۔ جب ہی تو صحت نہیں رہی ہے۔ ادھر ویسے بھی کھانے کو کیا ملتا ہے، سوکھا سوکھا تو ہوتا ہے سب۔ کھانے پینے کا مزہ تو ادھر اپنے ملک میں آتا ہے۔ ناشتے میں سری، پائے، نہاری، آلیٹ شاملیت، پرائیوٹوں کے ساتھ کھاتے ہیں تو سواد آ جاتا ہے۔ ادھر یہ جو سیڈوچ اور جوس شوس ہوتے ہیں، وہ تو ہم اپنے ہاں کھانے کے بعد چکھنے چکھنے کے لیے رکھتے ہیں۔ تو بھی شاہد سے کہہ کر گھر پر ذرا بھڑانا ناشتا بنوایا کرتا کہ کچھ باڈی شاڈی بنے۔“ چودھری نے بیٹے کی پسند پر تنقید کرتے ہوئے اسے نصیحت کی۔ مراد جو اچھا خاصا سرخ و سفید اور اساتذہ نوجوان تھا، باپ کی نصیحت سن کر محض مسکرا کر رہ گیا۔ اب وہ اسے یہ کہہ کر کہ محل محل کرتا ہے ڈول جسم صحت مندی کی علامت نہیں ہوتا بلکہ ایسا شخص کئی عوارض کا شکار ہو جاتا ہے، ناراض کرنے کی فطرت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ باپ کو منانے آیا تھا اس لیے حتی الامکان بحث سے گریز کا رویہ اپناتے ہوئے تھا۔

”اگر آپ کو سری پائے اور نہاری یاد آرہے ہیں تو

کوئی مسئلہ نہیں ہے اباجی! آپ میرے ساتھ گھر چلیں، میں دوپہر کے کھانے پر ان چیزوں کا انتظام کروادوں گا۔“
”باپ کو بچوں کی طرح لالچ دے کر پٹانے کی کوشش کر رہا ہے؟“ مراد کی بات سن کر چودھری نے کہا اور محل کر نہیں پڑا۔ سب سے بڑی اولاد، وہ بھی نرینہ ہونے کی وجہ سے مراد شروع ہی سے اسے بہت عزیز رہا تھا اور وہ اسے دوسروں کے مقابلے میں ہمیشہ ہی بہت زیادہ رعایت دیتا تھا۔ اس بار بھی وہ زیادہ دیر اپنی ناراضگی پر قرار نہیں رکھ سکا اور فیس دیا تو مراد کو اطمینان ہو گیا۔ اس فیس نے طے کر دیا تھا کہ وہ اپنے خزانے باپ کو منانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔

”آپ نے اپنا موبائل بھی آف کر رکھا ہے۔ میں اور شاہد کل سے کتنی بار آپ کا نمبر ملا کر دیکھ چکے ہیں لیکن رابطہ ہی نہیں ہو رہا تھا۔ گاؤں سے کتنی اللہ رکھا کا بھی فون آیا تھا میرے پاس۔ وہ بھی پریشان ہو رہا تھا کہ چودھری صاحب کا فون کیوں بند ہے؟ میرے خیال میں اس کو آپ سے کوئی ضروری کام ہوگا۔“ مطلع صاف ہوا تو مراد نے اس سے دوسری گفتگو چھیڑ دی۔

”موبائل میں نے جان کر آف کیا تھا۔ مجھے ملوم تھا کہ تو سب سے پہلے مجھے فون کرنے کی ہی کوشش کرے گا، پر میں اتنی آسانی سے تیرے ہتھ توڑی آنے والا تھا۔“ چودھری نے فخر سے اپنا کارنامہ بتایا۔

”ڈھونڈ تو میں نے آپ کو پھر بھی لیا۔ کل رات ہی میں یہاں پہنچ گیا تھا لیکن آپ آرڈر دے کر سوئے تھے کہ کسی کو آپ کے کمرے تک نہ آنے دیا جائے، نہ ہی فون پر بات کر دالی جائے۔ ایسا نہ ہوتا تو میں رات ہی آپ کو وہاں لے جاتا۔“ مراد نے جواب اپنا کارنامہ بیان کیا۔

”میں تو ملوم تھا کہ تو مجھے ڈھونڈ نکالے گا۔ آخر میرا پتر ہے۔ تیری ذہانت میں مجھے کوئی شبہ توڑی ہے اسی لیے پہلے ہی سے سارا بندوبست کر کے سو رہا تھا۔“ چودھری شرارت سے مسکرایا۔ وقت کے اس لمحے میں وہ ایک بالکل مختلف آدمی لگ رہا تھا جس کی ساری سخت گیری اور سفاکی کہیں کم ہو گئی تھی اور وہ صرف اور صرف ایک جوان بیٹے کا محبت کرنے والا باپ محسوس ہو رہا تھا۔

اس کی اس کیفیت کو دیکھ کر قدرت کے اس اصول پر یقین آتا تھا کہ اللہ نے ہر انسان کے اندر خیر و شر دونوں جذبوں کو رکھا ہے۔ محبت و نفرت، سختی و نرمی، سفاکی و رحم دلی ہر دو تضاد پہلو انسان کے اندر ہوتے ہیں، بس یہ انسان پر ہوتا ہے کہ وہ کس جذبے کو ابھار کر سامنے لائے اور کس کو دبا

ایک روز عورت جب الفاظ ہزارا اسیچہ آپ کہنا کر سے ا کے نام بڑے نے دو تین سے ا کیل

دے۔ چودھری نے بھی اپنے اندر موجود ہر مثبت جذبے کو دبا کر حقیقی خوبیوں کو اتنی شدت سے پروان چڑھایا تھا کہ اب مشکل سے ہی کبھی کسی مثبت جذبے کی جھلک نظر آتی تھی۔
 ”اب تو آپ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا ہے نا... اب آپ میرے ساتھ ٹھہریں۔“ باپ کا اچھا موڈ دیکھ کر مراد شاہ نے بھی ذرا لاڈ کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے مطلب کی بات کی۔
 ”تو اتنی ضد کر رہا ہے تو چلتا ہوں۔“ آخر کار چودھری نے بھی ہامی بھر لی۔

ناشتے سے فارغ ہو کر وہ ڈاننگ ہال سے باہر نکلے۔ ان کے درمیان یہ طے پایا تھا کہ مراد اوپر کمرے میں جا کر چودھری کا سامان لے آئے گا اور چودھری اس دوران لاؤنج میں بیٹھ کر اس کا انتظار کرے گا۔ پروگرام کے مطابق مراد نے جیسے ہی اوپر کمرے میں جانے کے لیے لفٹ میں قدم رکھا، چودھری کی نظر حشر سامان لے کر اتر پڑی۔ وہ کل ہی کی طرح مٹی اسکرٹ پہنے ہوئے تھی۔ اسکرٹ کی بے حد مختصر لمبائی اور اونچی ایڑی کی سیٹل نے اس کی سڈول ٹانگوں کو اور بھی نمایاں کر دیا تھا۔ کل کی طرح آج بھی چودھری اسے دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔

”اچھا ہوا کہ آپ مجھے یہیں مل گئے چودھری صاحب! میں آپ ہی سے ملنے آئی تھی لیکن آپ کا روم نمبر میرے ذہن سے نکل گیا تھا۔“ چودھری کو دیکھ کر بے حد خوشی کا اظہار کرتے ہوئے اس نے اپنی سرخی آواز میں کہا۔
 ”یہ تو میری خوش قسمتی ہے مانی کہ تم مجھ سے ملنے یہاں تک آئی ہو، ورنہ میں تو سوچ رہا تھا کہ تم سے دوبارہ ملاقات کے لیے ڈیوڈ سے رابطہ کرنا پڑے گا۔“ چودھری نے بھی جوابی خوشی کا اظہار کیا۔

”میں صرف آپ سے ملنے نہیں آئی ہوں۔ آج کا سارا دن میں آپ کے ساتھ گزاروں گی اور آپ کو نیویارک دکھاؤں گی۔ آئی ہو کہ آپ میری کتنی کو ضرور انجوائے کریں گے۔“

”وہ تو لازم ہے۔ کون ایسا شکر اہوگا جو تم جیسی حسینہ کی کتنی انجوائے نہ کرے۔“ چودھری کی ہاتھیں لہڑا کا پروگرام سن کر کانوں تک چڑھ گئیں۔ لہڑا کو سامنے پا کر وہ یہ تک فراموش کر چکا تھا کہ مراد بھی اسی ہوٹل میں موجود ہے اور وہ اس کے ساتھ اس کے اپارٹمنٹ جانے کا وعدہ کر چکا ہے۔

”تو پھر چلیں... ابھی نکل پڑتے ہیں۔ ہم سب سے پہلے لبرٹی آئی لینڈ چلیں گے اور وہاں اسٹیجو آف لبرٹی کے سامنے ڈیجر سارے فوٹو گرافس بنوائیں گے۔ میں ساری

تجارتی کے ساتھ آئی ہوں۔ آپ کا اس بار کا نیویارک کا ٹرپ یادگار نہ بنا دیا تو میرا نام بھی لہڑا نہیں۔“ پُر جوش لہجے میں کہتے ہوئے اس نے چودھری کا بازو تھام لیا۔
 ”اس کا تو مجھے بھی یقین ہے کہ تمہارے ساتھ نیویارک گھومنے کا مزہ ہی الگ ہوگا، بس یہ ڈر ہے کہ اسٹیجو آف لبرٹی تمہارے سامنے پھیکا نہ پڑ جائے۔“ چودھری نے وارنٹی کا مظاہرہ کیا۔

”اوہ... چودھری صاحب! آپ تو مجھے بتانے لگے۔“ لہڑا اس کی بات سن کر کھٹکھٹا کر ہنسی اور خالص امریکن اسٹائل میں اس کے گلے کا ہار بن گئی۔ یہی وہ لمحہ تھا جب مراد شاہ ایک سروں پوائے سے چودھری کا سامان اٹھوائے وہاں پہنچا۔ دونوں باپ بیٹے کی نظریں ایک دوسرے سے ملیں تو مراد نے فوراً ہی رخ موڑ لیا۔

”ایک سیکیورٹی لہڑا! میں ابھی آتا ہوں۔“ چودھری لہڑا کو خود سے دور کر کے فوراً مراد کی طرف بڑھا۔
 ”تو میرا سامان اپنے ساتھ لے کر اپنے اپارٹمنٹ چلا جا پتر! میں فارغ ہو کر آپ وہاں پہنچ جاؤں گا۔“ وہ شرمندہ تو خیر نہیں تھا لیکن بیٹے کے چہرے پر موجود ناپسندیدگی کے تاثرات دیکھ کر ذرا سیکی آواز میں اس سے بولا۔

”ٹھیک ہے اہاجی! میں چلتا ہوں۔“ مراد نے آہستگی سے جواب دے کر اپنے قدم آگے بڑھا دیے۔ وہ دیکھ چکا تھا کہ اس کے باپ کو کتنی حسین مصروفیت میسر آ گئی ہے اس لیے اس کے جلد فارغ ہونے کے امکان کو قطعی ناممکن تصور کرتا ہوا وہاں سے فوری طور پر رخصت ہو گیا۔

”بیٹا تھا میرا... مجھے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے آیا تھا۔“ مراد کے رخصت ہونے کے بعد چودھری پلٹ کر لہڑا کی طرف آیا تو اسے بتانے لگا۔

”بڑا پنڈم مین ہے۔ لگتا ہے آپ پر گیا ہے۔“ لہڑا نے فوراً ریمارکس پاس کیے تو چودھری فخر سے مسکرانے لگا۔ جتنے مسکراتے وہ دونوں ایک دوسرے کی ہانپوں میں ہاتھیں ڈالے ہوئے سے باہر نکلے۔ پارکنگ میں لہڑا کی گاڑی موجود تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر اس نے گاڑی اشارت کی اور پھر چند لمحوں بعد وہ نیویارک کے بے پناہ ٹریفک کے بہاؤ میں شامل ہو گئے۔

”اطلاع ملی ہے کہ اسسٹنٹ کمشنر شہر یار عادل کو۔۔۔ کڈنپ کر لیا گیا ہے۔ کل رات وہ فاریسٹ آفیسر عابد انصاری سے ملاقات کر کے واپس آ رہا تھا، اس وقت یہ واقعہ پیش آیا۔ کڈنپنگ کو کئی گھنٹے گزرنے کے باوجود پولیس ابھی تک کچھ

نہیں کر سکی ہے۔ خیال ہے کہ اسے کڈیپ کر کے گتھے جنگل میں کہیں کسی خفیہ ٹھکانے پر رکھا گیا ہے۔ آئی جی مختار مراد اس صورت حال پر سخت چراغ پا رہے اور کوشش کر رہا ہے کہ کسی طرح جنگل میں سرچ آپریشن شروع کر دیا جائے۔ وہ تھوڑا سا ہی آگے بڑھے تھے کہ لڑنے والے مہارت سے ڈرائیو کرتے ہوئے اسے اطلاع دی۔

”اوہ شٹ! مجھے تو خیال ہی نہیں رہا۔ میرے بندے مجھے اس بات کی اطلاع دینے کے لیے فون کر رہے ہوں گے لیکن میں نے اپنا موبائل بند کیا ہوا ہے اس لیے ابھی تک مجھے تک یہ خبر نہیں پہنچی۔“ لڑا کی فراہم کردہ معلومات پر چودھری نے بڑبڑاتے ہوئے اپنا موبائل جیب سے نکالا اور اسے آن کیا۔ اپنی اس مصروفیت میں اسے اندازہ نہیں ہو سکا کہ لڑا اس کے چہرے کے تاثرات کا پورا غور جائزہ لے رہی ہے۔

”یہ کام آپ کے حکم پر ہوا ہے نا چودھری صاحب؟“ اس نے سوال کیا تو چودھری چونکا۔ ”ہم جانتے ہیں کہ یہ کارروائی آپ ہی کے بندوں نے کی ہے۔ آپ شہر یار سے بڑی طرح خار کھاتے ہوئے ہیں اور سب سے بھی ایک بار اسے ڈاکٹر ماریا کے ذریعے ٹریپ کرنے کی کوشش کر چکے ہیں۔ اس وقت وہ آپ کی چال سے فک کر گیا تھا۔ چنانچہ اب آپ اسے اغوا کر کے اپنے مقاصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں کہ آپ کا یہ عمل ہمارے مفاد میں نہیں ہے۔ اس حرکت سے ہمارے پروجیکٹ کو سخت نقصان پہنچ سکتا ہے۔“ چودھری ابھی تذبذب میں ہی تھا کہ لڑا کے سوال کا جواب ہاں میں دے پانہ میں کہ اس نے خود ہی بولنا شروع کر دیا۔ اس کے لہجے کا تین اتنا گہرا تھا کہ چودھری چاہنے کے باوجود کسی بات سے انکار نہیں کر سکا۔

”جنگل میں سرچ آپریشن شروع ہونے کا مطلب سمجھتے ہیں آپ؟ ایک بار اگر قانون نافذ کرنے والے اداروں کے قدم ان راستوں پر اٹھ گئے تو پھر انہیں ہمیشہ کے لیے راہ مل جائے گی اور ہمارا وہاں پوست کاشت کرنے کا منصوبہ دھرا کا دھرا رہ جائے گا۔ ہم اس پروجیکٹ پر اچھا خاصا کام کر چکے ہیں اور رقم بھی ٹھیک ٹھاک لگ گئی ہے۔ اس سے پیچھے ہٹنے کا مطلب ہوگا، ویسٹ آف ٹائم اینڈ منی اور یہ قابل برداشت نہیں۔ ویسے بھی آپ کو اب اس اے سی کو اغوا کروانے کی کیا ضرورت رہ گئی تھی۔ وہ لڑکی ماہ بانو ہم نے آپ کو فراہم کرنے کا وعدہ کر لیا ہے اور لکڑی و کھالوں کے بزنس کا بھی بہتر متبادل آپ کے سامنے ہے۔ اس صورت حال میں اے سی شہر یار کو چھیڑنا سوائے حیاقت کے کچھ نہیں کہا

جاسکتا۔“ سر۔ جی آواز میں بات کرنے والی لڑا کے لہجے میں اس وقت خاصی تلخی تھی اور چہرے کے تاثرات میں بھی سختی کا عنصر نمایاں تھا۔

”آئی ایم سوسوری ہئی ایہ سب ایک ذرا سی غفلت کی وجہ سے ہو گیا ورنہ میں نے خود بھی یہ بات سمجھ لی تھی کہ اب شہر یار کے اغوا کی کوئی ضرورت نہیں رہی ہے۔ تم فکر نہ کرو، میں ابھی اپنے بندوں کو فون کر کے شہر یار کی رہائی کا حکم دے دیتا ہوں۔ ابھی اتنا زیادہ وقت نہیں گزرا ہے۔ پاکستان میں اس وقت لگ بھگ شام کے چھ ساڑھے چھ بجے ہو رہے۔ مجھے یقین ہے کہ ڈیڑھ دو گھنٹوں میں شہر یار کو واپس بھیج دیا جائے تو کہیں کچھ نہیں ہوگا۔ سرچ آپریشن کی طرف سے بھی زیادہ ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔ ہمارے ہاں ایسے کام اتنی آسانی سے شروع نہیں ہوتے۔ شہر یار واپس بھیج گیا تو یہ معاملہ بالکل دب جائے گا۔“ یہ یقیناً لڑا کا رعب حسن تھا جو چودھری جیسا بندہ زندگی میں پہلی بار کسی سے معافی طلب کر رہا تھا۔ لڑا نے اس کی ساری وضاحت بے تاثر چہرے کے ساتھ سنی اور خاموشی سے اسے موبائل پر کوئی نمبر ڈائل کرتے ہوئے دیکھتی رہی۔

”ہاں نشی... گل سن، بالا کدھر ہے؟ اس سے بول کہ شہر یار کو فوراً آزاد کر دے۔“ رابطہ قائم ہوتے ہی وہ انگریزی ترک کر کے اپنے مخصوص لب و لہجے میں بات کرنے لگا۔ ”میں کہہ دوں گا سرکار، پر آپ بتائیں کہ آپ کدھر ہیں؟ کل سے میں آپ سے گل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ ادھر ایس بی نے بھی آپ کا پیچھے پیچھے کے میری جان کھائی ہوئی ہے۔ وہ مجھے گھبرانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح مجھ سے اگوا لے، اے سی کا اغوا ہمارے ہی بندوں نے کیا ہے لیکن میں نے بھی شے پر تھم نہیں رکھنے دیا اسے۔“ چودھری کو اطلاع فراہم کرتے ہوئے نشی نے اپنا کارنامہ بھی فخر سے بیان کیا۔

”ایس بی کو رہن دے اس سے تو بعد میں، میں آپ نمٹ لوں گا... تو بس کسی طرح اپنی زبان نہ کھولنا۔ اور ہاں، بالے کو بولنا کہ آزاد کرنے سے پہلے اے سی کی چٹنی طرح چھینٹی شیشی ضرور لگا دے۔ وہ ہمارا مہمان رہے اور بغیر خاطر مدارت کے واپس چلا جائے یہ تو کوئی چٹنی گل نہیں ہے نا۔“ جی چودھری صاحب اوڈی چٹنی طرح اس کی خاطر مدارت ہو جائے گی۔ کوئی اور خدمت ہو تو وہ بھی آپ مینوں دس دیں۔“ نشی نے اپنے ازلی خوشامدانہ لہجے میں دریافت کیا۔

”ابھی اتنا ہی کافی ہے۔ میرا موبائل اب کھلا رہے گا۔ اگر کوئی مسئلہ ہو تو مینوں فون کر دیتا۔“ چودھری نے نشی کو حکم دے کر رابطہ منقطع کر دیا اور مسکراتا ہوا لڑا کی طرف متوجہ ہوا۔ ”لو نشی! تمہاری پراہم سولو ہو گئی۔ ابھی ایک ڈیڑھ گھنٹے میں خبر مل جائے گی کہ شہر یار واپس اپنے بیٹلے پر پہنچ گیا ہے۔“ ”نہی ہم سب کے حق میں بہتر رہے گا۔“ لڑا نے ہنسنے پر مجبور رہتے ہوئے اس کی بات کا جواب دیا۔ چودھری کی ٹیلی فونک گفتگو کے دوران وہ نہایت خاموشی سے ڈرائیو تک کرتی رہی تھی۔

”اوہ کم آن ہئی اب تو اپنا موڈ ٹھیک کر لو۔ اگر تم اسی طرح موڈ آف رکھو گی تو ہم کیا خاک انجوائے کر سکیں گے؟“ چودھری نے اس کے شانوں پر اپنا بازو پھیلاتے ہوئے اسے معانے کی سعی کی۔ حیرت انگیز طور پر لڑا نے اپنا موڈ فوراً ہی بحال کر لیا اور مکمل کر مسکرا دی۔ اس کی مسکراہٹ چودھری کے لیے اس نگارے سے بڑھ کر خوب صورت تھی جو لبرٹی آئی لینڈ کی طرف فیری میں سفر کرتے ہوئے سمندر کے پانی میں شہر یارک شہر کی روشنیاں پڑنے سے ابھرتا ہوا نظر آتا ہے۔ چودھری قدرت کی مناجاتی میں سے صرف ایک شے کو سراہنے کا قائل تھا اور وہ شے تھی عورت... جسے سراہنے کے لیے وہ اسے برتا ضروری سمجھتا تھا اور لڑا تو تھی ہی ایسی زوردار عورت جسے ایک بار برتنے کے بعد چودھری کے اندر اس کے قرب کی طلب حریہ بھڑک گئی تھی۔

☆☆☆

شہر یار کو اس قید میں کئی گھنٹے گزر گئے تھے۔ بیرونی دنیا سے رابطہ تقریباً منقطع ہونے کے باوجود وہ سماعتی مشاہدے کی بنیاد پر دن کے مختلف پہروں کے بارے میں اندازہ قائم کر رہا تھا۔ جس وقت وہ بے ہوشی سے جاگا تھا، اس وقت پرندوں کی چچھاہٹ نے اسے وقت صبح کے بارے میں مطلع کیا تھا۔ دن آہستہ آہستہ گزر کر شام کے سلاہوں کی آغوش میں آیا تو بھی اس کی قوت سماعت نے اسے مطلع کر دیا۔ کمرے کی دیواروں اور دروازے کے درمیان کوئی درز نہ ہونے کے باعث بھری رابطہ تو تھا ہی منقطع... بات چیت پر بھی باہر موجود فرد یا افراد میں سے کوئی آمادہ نہیں تھا۔ یہاں تک کہ اتنا طویل وقت گزر جانے کے باوجود کسی نے اس سے کھانے کے بارے میں بھی نہیں پوچھا تھا۔ حوائج ضروریہ کا بھی یہی عالم تھا۔ اس سلسلے میں اسے خود پر کڑا ضبط کرنا پڑا تھا۔ ورنہ دوسری صورت یہی تھی کہ وہ اس مختصر کمرے کے ہی کسی کونے کو اس مقصد کے لیے استعمال کرتا۔ اس کی نفاست پسند

طبیعت کو یہ بات گوارا نہیں تھی اس لیے اب تک ضبط سے ہی کام لے رہا تھا۔ یہاں تک کہ پیاس محسوس ہونے پر بھی اس نے کونے میں رکھی صراحی سے دو بار چند قطرے ہی حلق کو تر کرنے کے لیے اپنے منہ میں پٹکائے تھے لیکن گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اسے کسی بھی لمحے اس فطری ضرورت کے آگے ہار مانی پڑے گی۔ ہار ماننے سے قبل اس نے مناسب سمجھا کہ ایک کوشش اور کر دیکھے۔ شاید باہر موجود افراد اس کی درخواست پر کان دھریں۔ اسی خیال کے تحت وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔

”کوئی ہے؟ پلیز! دروازہ کھولو۔ میں حاجت محسوس کر رہا ہوں۔“ اس نے دروازے کے قریب پہنچ کر زوردار دستک دی اور بلند آواز میں بولا۔ یوں محسوس ہوا کہ وہاں اس کی بات سننے والا کوئی موجود ہی نہ ہو لیکن پھر بل بھر کے توقف کے بعد دروازے کے قریب آئیں ابھریں۔ ان آہوں کو سن کر اس کے دل میں امید کی لہر جاگی اور باہر موجود افراد پر مزید زور ڈالنے کے لیے اس نے ایک بار پھر دروازے کو بجایا۔ رنچل میں دروازہ اتنی تیزی سے کھولا گیا کہ اس کو پیچھے ہٹنے کا موقع بھی نہیں ملا اور دروازے کا پٹ پوری قوت سے اس کے چہرے سے ٹکرایا۔ وہ اچانک لگنے والے اس جھٹکے کو سہا نہیں سکا اور لڑکھڑا کر پیچھے کی طرف گرا۔ اس اثنا میں دو افراد اندر داخل ہوئے۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں موٹے موٹے ڈنڈے تھے اور انہوں نے اپنے چہرے نقاب کے پیچھے چھپائے ہوئے تھے۔ اندر داخل ہوتے ہی انہوں نے یہ یک وقت اپنے ہاتھوں میں موجود ڈنڈوں سے شہر یار پر حملہ کر دیا۔ وہ جو گرنے کے بعد منہ بیل نہیں سکا تھا، اس اچانک حملے سے اپنا بچاؤ نہیں کر سکا اور دونوں ڈنڈے پوری قوت سے اس کے جسم پر پڑے۔ ڈنڈوں سے لگنے والی چوٹوں نے اسے ہلکا کر رکھ دیا اور وہ تڑپ کر اپنے بچاؤ کے لیے سیدھا ہوا۔ اس دوران حملہ آور دوسرا وار کر چکے تھے۔ اس نے ان میں سے ایک کے ڈنڈے کو اپنے دائیں ہاتھ پر روکا اور دوسرے کو روکنے کے لیے بائیں ہاتھ پھیلا یا لیکن کامیاب نہ ہو سکا اور دوسرے حملہ آور کا ڈنڈا پوری قوت سے اس کے بائیں بازو پر آ کر لگا۔ اس چوٹ نے اسے مزید جھنجھلاہٹ میں مبتلا کر دیا اور بتا کچھ سوچے سمجھے اس نے اپنی دونوں ٹانگیں اس شخص کو دے ماریں۔ اس کے حملے کے زور سے وہ شخص پیچھے کی طرف الٹا اور مختصر کمرے میں رکھی صراحی سے جا کر ٹکرایا۔ صراحی فرش سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ صراحی میں موجود پانی کمرے

کے نیم پختہ فرش پر پھیل گیا۔

اس سارے عمل کے دوران پہلے ڈھانچہ دار نے اپنے حواس قائم رکھے تھے، چنانچہ اس نے بلا توقف ہاتھ چلایا اور ڈھانچے کی زوردار ضرب شہر یار کی ٹانگوں پر لگائی۔ ضرب کھا کر شہر یار نے خود کو سنبھال کر اس شخص کو اس چوٹ کا جواب دینے کی کوشش کی لیکن کمرے کی محدود چار دیواری اس کے تیزی سے حرکت کرنے میں مایوس تھی۔ وہ جب تک سنبھل کر سیدھا کھڑا ہوا، حملہ آور اس پر دوسرا وار کر چکا تھا۔ اس بار اس نے شہر یار کی کمر کو نشانہ بنایا تھا۔ کمر پر یہ چوٹ کھانے کے بعد شہر یار نے اپنے دائیں ہاتھ کو حرکت دی اور اس شخص کے منہ پر ایک زوردار ٹھونسا رسید کیا لیکن اس دوران اس کا صراحتی پر گرنے والا ساتھی سنبھل چکا تھا۔ اس نے اپنے ڈھانچے سے شہر یار پر حملہ کر دیا اور اس کے سر پر ضرب لگائی۔ سر پر لگنے والی یہ ضرب ایسی تھی کہ وہ چکر اٹھا اور پھر اسے سنبھلنے کا موقع نہیں ملا۔ وہ دونوں پے در پے اسے ضربیں لگاتے چلے گئے۔ اس کا جسم جو فطری تقاضے پورے نہ ہو سکے کی وجہ سے پہلے ہی کچھ ٹھہرا سا ہو رہا تھا، زیادہ دیر مزاحمت نہیں کر سکا اور اگلے چند سات منٹ میں ہی اس کے حواسوں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ دوبارہ اس کی آنکھ کھلی تو وہ ایک آرام دہ بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ تکلیف دینے والے جسم کی ٹیسوں کے ذریعے اپنے ذہن میں پورے واقعے کو ڈھراتے ہوئے اس نے ارد گرد کا جائزہ لیا۔ کمر مختصر لیکن صاف ستھرا تھا اور اپنے ساز و سامان سے کسی اسپتال کا حصہ محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے اس کمرے کے لیے اپنے ذہن میں آشنائی محسوس کی۔ نکل اس کے کہ وہ اپنی یادداشت پر زور دیتا، کمرے کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر کے مخصوص گیٹ اپ میں ایک شخص اندر داخل ہوا۔ شہر یار نے اس شخص کو فوراً شناخت کر لیا۔ وہ میر آباد کے مرکز صحت میں ڈیوٹی دینے والا میل ڈاکٹر داؤد تھا۔

”اب آپ کیسا محسوس کر رہے ہیں سر؟“ شہر یار کو ہوش میں دیکھ کر اس نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا جس کے جواب میں شہر یار اپنے سر کو محض ایک اٹھاتی جنبش ہی دے سکا۔

”پولیس کے جوان بے ہوشی کی حالت میں آپ کو اٹھا کر یہاں لائے تھے۔ دوڑ کے جنگل سے اپنی بکریاں چرا کر واپس آرہے تھے تو انہوں نے آپ کو راستے میں بے ہوش پڑا ہوا دیکھا۔ اتفاق سے ان لڑکوں کی ایک بکری کھو گئی تھی جس کی تلاش میں انہیں واپس لوٹنے میں کچھ دیر ہو گئی۔ انہوں نے آپ کو بے ہوش پڑا ہوا پایا اور پہچان گئے کہ آپ اے سی

شہر یار عادل ہیں۔ گاؤں میں آپ کی مستقل آمد و رفت کی وجہ سے یہاں کے کافی لوگ آپ کو پہچانتے ہیں۔ پھر آپ کے اغوا اور پولیس کی تلاش میں متحرک ہونے سے بھی لوگ واقف ہو گئے تھے اس لیے ان لڑکوں کو آپ کو شناخت کرنے میں ذرا بھی دیر نہیں لگی۔ انہوں نے فوراً ہی پولیس والوں کو اطلاع دی اور وہ لوگ آپ کو اپنی گاڑی میں یہاں لے آئے تاکہ ابتدائی طبی امداد دی جاسکے۔ آپ کا سر پھٹ گیا تھا اور جسم کے چند اور مقامات پر بھی ایسی چوٹیں لگی تھیں جن سے خون رس رہا تھا۔ آپ کا خون آلود چہرہ اور لباس دیکھ کر ہم لوگ تشویش میں مبتلا ہو گئے کہ کہیں سیریس معاملہ نہ ہو۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ میں نے اور ڈاکٹر یار نے مل کر آپ کو ریٹینٹ دیا تو فوری طور پر آپ کی حالت سنبھل گئی۔ اب بھی میں نے ڈرپ میں چین کھڑا کر دیا ہے، امید ہے کہ آپ اپنی چوٹوں میں بہت زیادہ تکلیف محسوس نہیں کریں گے۔“ اس کے سوال کرنے سے نکل ڈاکٹر داؤد نے از خود اسے تفصیلات سے آگاہ کرنا شروع کر دیا۔

”آپ لوگوں نے میرے آفس فون کر کے میرے ملنے کی خبر دے دی ہے یا نہیں؟“ دیوار گیر گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے شہر یار نے سنجیدگی سے اس سے دریافت کیا۔

”نہیں سر! وہاں اطلاع پہنچ چکی ہے۔ آپ کے بی اے عبدالمنان صاحب نے کہا ہے کہ وہ خود یہاں تشریف لارہے ہیں۔ ان کے علاوہ ایس پی معظم تارڑ نے بھی اپنے آنے کی اطلاع دی ہے۔ یہاں موجود پولیس فورس کو لیڈ کرنے والے آفیسر نے اصرار کیا تھا کہ آپ کو نور کوٹ کے اسپتال میں شفٹ کر دیا جائے لیکن میں نے اور ڈاکٹر یار نے اسے یقین دہانی کر دئی کہ آپ کی حالت بہتر ہے اور کوئی تشویش ناک بات نہیں۔“ ڈاکٹر داؤد شاید زیادہ ٹھنک کر کرنے کا عادی شخص تھا جو ہر بات کو نہایت تفصیل سے بیان کر رہا تھا۔

”جھینک پوڈا کنڑ! اب آپ ایسا کریں کہ اس پولیس آفیسر کو میرے پاس بھیج دیں۔“ بیڈ کی پشت سے سر نکا کر اس نے قدرے نیم دراز ہوتے ہوئے ڈاکٹر کو ہدایت دی۔ اس ذرا سی حرکت کو کرنے میں ہی اس کے جسم کے جوڑ جوڑنے جس طرح احتجاج کیا تھا، اس سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ مارنے والوں نے خوب دل کھول کر پٹائی لگائی ہے لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ کوئی بھی چوٹ خطرناک ثابت نہ ہو۔ شاید وہ لوگ اسے محض وارننگ دینا چاہتے تھے کہ بچو، سدھر جاؤ ورنہ نتیجہ اس سے بھی زیادہ برا نکل سکتا ہے۔

”پولیس آفیسر کو بعد میں کال کیجیے گا، پہلے یہ سوچ پی لیں۔ میں اپنے ہاتھوں سے آپ کے لیے گرم گرم بنا کر لائی ہوں۔ پولیس آفیسر کو اندر بلا لیا تو اسے بیان دیکھا ڈکرائے میں یہ سوچ ٹھنڈا ہو جائے گا۔“ ڈاکٹر داؤد کے اس کی ہدایت پر عمل کرنے سے پہلے ڈاکٹر یار یا ایک ٹرے میں بھاپ اڑاتا ہوا سوپ کا پیالہ رکھے اندر داخل ہوئی اور اس سے بولی۔ اسے سوپ کے ساتھ اندر داخل ہوتے دیکھ کر شہر یار کو کچھ آگیا کہ وہ کیوں یہاں سے غائب تھی، ورنہ اس کی جیسی نیچر تھی اس سے تو یہی امید کی جاسکتی تھی کہ وہ شہر یار کے ہوش میں آنے تک اس کے پاس ہی موجود رہتی۔

”جھینک پوڈا کنڑ! میں واقعی اس کی ضرورت محسوس کر رہا تھا۔“ شہر یار نے خوش دلی سے اس کی بات کا جواب دے کر ایک طرح سے اس کی تائید کر دی۔ دیے سوپ کی اشتہا انگیز خوشبو نے اس کے پیٹ کے چوہوں کو پوری طرح جگا دیا تھا اور اسے یاد آنے لگا تھا کہ اسے پیٹ میں کچھ ڈالے

ہوئے چوبیس گھنٹوں سے بھی زیادہ کا وقت گزر چکا ہے۔

”دلی سر! آپ سوپ کھیں میں پندرہ منٹ بعد پولیس آفیسر کو آپ کے پاس بھیج دوں گا۔“ ڈاکٹر داؤد کہتے ہوئے باہر نکل گیا۔ اس کے باہر نکلتے ہی ڈاکٹر یار نے اس کے سینے پر ٹینکین پھیلا دیا اور خود بیڈ پر اس کے پائیس جانب بیٹھ گئی۔

”چلیں، اب اچھے بچوں کی طرح منہ کھولیں اور یہ سوپ پی لیں۔“ باؤل میں سے کچھ سوپ بھر کر اس نے شہر یار کے منہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تو وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔ ایک ڈاکٹر کا یہ خالصتاً گھریلو عورت والا انداز اسے اچھا لگا تھا۔

”اتنی چوبیس کھا کر بھی آپ مسکراتے ہیں... بڑے بہادر ہیں۔“ ڈاکٹر یار نے اسے سراہا۔

”آپ جیسا بیمار دار میرا جائے تو بیمار کے چہرے پر تو خود بہ خود ہی رونق و مسکراہٹ آ جاتی ہے... لیکن آپ یہ نہ

نسیم حجازی کے شاہکار تاریخی ناول

280/- انسان اور دیوتا

یہ ناول سماج کے مظہر و عکاس ہے جس میں سماج کی ہر جہت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

160/- پاکستان سے دیوار تک

یہ ناول پاکستان کی تاریخ و سماج کی عکاسی ہے۔

325/- آخری چٹان

یہ ناول پاکستان کی تاریخ و سماج کی عکاسی ہے۔

150/- سوسائلی بعد

یہ ناول پاکستان کی تاریخ و سماج کی عکاسی ہے۔

225/- سفید جزیرہ

یہ ناول پاکستان کی تاریخ و سماج کی عکاسی ہے۔

325/- شاہین

یہ ناول پاکستان کی تاریخ و سماج کی عکاسی ہے۔

Buy online:

www.anarkalimall.com

www.jbdpress.com

042-37220879

041-2627568

325/- معظّم علی

یہ ناول پاکستان کی تاریخ و سماج کی عکاسی ہے۔

350/- خاک اور خون

یہ ناول پاکستان کی تاریخ و سماج کی عکاسی ہے۔

300/- کلیسا اور آگ

یہ ناول پاکستان کی تاریخ و سماج کی عکاسی ہے۔

350/- قافلہ حجاز

یہ ناول پاکستان کی تاریخ و سماج کی عکاسی ہے۔

300/- محمد بن قاسم

یہ ناول پاکستان کی تاریخ و سماج کی عکاسی ہے۔

180/- پورس کے ہاتھی

یہ ناول پاکستان کی تاریخ و سماج کی عکاسی ہے۔

Buy online:

www.anarkalimall.com

www.jbdpress.com

051-35539609

021-2765086

350/- اورنگزادہ گئی

یہ ناول پاکستان کی تاریخ و سماج کی عکاسی ہے۔

350/- گمشدہ قافلہ

یہ ناول پاکستان کی تاریخ و سماج کی عکاسی ہے۔

200/- داستان مجاہد

یہ ناول پاکستان کی تاریخ و سماج کی عکاسی ہے۔

325/- پروسی و رخت

یہ ناول پاکستان کی تاریخ و سماج کی عکاسی ہے۔

325/- یوسف بن تاشفین

یہ ناول پاکستان کی تاریخ و سماج کی عکاسی ہے۔

380/-

یہ ناول پاکستان کی تاریخ و سماج کی عکاسی ہے۔

Buy online:

www.anarkalimall.com

www.jbdpress.com

061-4781781

022-2780128

جسٹس ریکارڈ

سمجھے گا کہ بیمار کا حال اچھا ہے۔“ اس نے مرزا غالب کے شعر کو نثری پیرائے میں استعمال کرتے ہوئے ڈاکٹر ماریا کی بات کا جواب دیا اور اس کے بڑھائے ہوئے چہرے سے سوپ پی لیا۔ دائیں ہاتھ میں جسم کو گھوکوز فراہم کرنے والی سوئی جیسے ہونے کی وجہ سے وہ خود سے سوپ پینے کے لائق تھا بھی نہیں۔

”ڈاکٹر سے بڑھ کر کون جان سکتا ہے کہ بیمار کا حال کیسا ہے؟ ہم آپ کے ہوش میں آنے کا ٹھیک ٹھاک حساب لگا سکتے ہیں تو یہ کیسے نہیں جانیں گے کہ ابھی آپ کا حال اتنا خراب ہے کہ اگلے کئی دن تک بیڈ ریست کریں گے، تب ہی کہیں جا کر بہتر ہوں گے۔ مارنے والوں نے آپ کو بڑی احتیاط سے مگردل کھول کر مارا ہے۔ ویسے باقی داوے آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ کون لوگ تھے؟“ اسے سوپ پلانے کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے ڈاکٹر ماریا نے شوخ لہجے میں بات کرتے کرتے اچانک سنجیدگی سے دریافت کیا۔

”معلوم تو نہیں بس اندازہ ہی لگا سکتا ہوں کہ اس واقعے کے پیچھے کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔ لیکن حیرت مجھے اس بات پر ہے کہ اس نے اتنا لمبا ڈراما رچانے کے بعد اتنی آسانی سے مجھے چھوڑ کیسے دیا؟ ورنہ میں نے تو انہوں نے کے بعد یہی سوچا تھا کہ اب وہ مجھ سے اپنے مطالبات منوانے کی کوشش کرے گا۔“ اس نے مبہم اور پُر سوچ انداز میں ڈاکٹر ماریا کی بات کا جواب دیا۔

”آپ کا اشارہ چودھری افتخار عالم کی طرف ہے نا؟“ ڈاکٹر ماریا نے اس سے پوچھا۔ جواباً وہ خاموش رہا لیکن یہ خاموشی خود اعلان کر رہی تھی کہ ڈاکٹر ماریا کا اندازہ درست ہے۔ اسے خاموش دیکھ کر ماریا نے سمجھ داری کا ثبوت دیتے ہوئے مزید کوئی سوال نہیں کیا اور چپ چاپ اسے باؤل میں موجود سوپ پلا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

”تھینکس فار دس ڈیٹھینکس سوپ ڈاکٹر!“ شہریار نے اس سے کہا۔ مگر اسی وقت دروازے پر دستک کی آواز ابھری۔ ”لیس کم ان۔“ شہریار نے دستک کا جواب دیا۔ فوراً ہی دروازہ کھلا اور عبدالمنان کا چہرہ نظر آیا۔ اس کے ساتھ ایس بی معظم تارڑ بھی موجود تھا۔

”آریو او کے سر؟“ عبدالمنان نے اس کی شکل پر نظر ڈالتے ہی بے تابی سے پوچھا۔ اس کے چہرے کی صحن اور آنکھوں کی سرخی سے ظاہر تھا کہ وہ پچھلے کئی گھنٹوں سے بالکل بھی آرام نہیں کر سکا ہے۔

”لیس، آئی ایم پریٹکلس او کے۔ یو ڈونٹ وری۔“ اس کی

کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے شہریار نے مسکرا کر اسے تسلی دی۔ ”آئی جی صاحب آپ کے لیے بہت زیادہ پریشان تھے۔ انہیں آپ کی واپسی کی اطلاع ملی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ آپ جب ہوش میں آجائیں تو ان کی آپ سے بات کروادی جائے۔ انہوں نے آپ کو علاج کے لیے لاہور شفٹ کرنے پر بھی زور دیا تھا۔“ عبدالمنان نے اسے مختار مراد کی بابت آگاہ کیا۔

”ان سے میں بات کر لوں گا۔ تم یہ بتاؤ کہ میری گاڑی کے ڈرائیور کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟“ کمرے میں ایس بی کی موجودگی کو نظر انداز کیے وہ مسلسل عبدالمنان سے مصروف گفتگو تھا۔

”ڈرائیور بے چارہ تو ختم ہو گیا۔ آپ کی گاڑی فوری طور پر دریافت نہیں کی جا سکی تھی، چنانچہ ڈرائیور کو کسی قسم کی طبی امداد نہیں مل سکی۔ وہ کسی مدد کے منتظر سے پہلے ہی جاں بحق ہو گیا تھا۔“ عبدالمنان نے افسردگی سے بتایا تو وہ ایک گہری سانس لے کر رہ گیا۔ انہوں نے اسے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ڈرائیور کے زخمی ہونے کا کوئی امکان نہیں پھر بھی وہ دل سے خواہاں تھا کہ کسی طرح اس غریب کی زندگی بچ جائے لیکن اس کی خواہش نے طے شدہ فیصلے کو نہیں ہلاتا تھا۔

”آپ ہمیں وقوعے کی تفصیلات سے آگاہ کر دیں سر! اچانک یہ سب کیوں اور کیسے ہوا، کسی کی سمجھ نہیں آیا۔ آپ کی گاڑی اور ڈرائیور کی لاش کو دیرانے میں پا کر ہم صرف یہی اندازہ لگا سکے تھے کہ آپ کو اغوا کر لیا گیا ہے۔ پولیس فورس کے جوان آپ کو تلاش کرتے رہے۔ آئی جی صاحب نے تو صاف کہہ دیا تھا کہ اگرچہ ہمیں گھنٹوں کے اندر آپ کو تلاش نہیں کیا جاسکا تو وہ جنگل میں سرچ آپریشن شروع کر دیا جس کے لیکن اس سے قبل ہی آپ ہمیں مل گئے۔ آپ کا اغوا ہمارے لیے جتنی حیرت کی بات تھی، اس طرح واپسی اس سے بھی زیادہ حیرت ناک ہے۔ ورنہ میرا تو آئیڈیال تھا کہ اغوا کار آپ کے بدلے میں کسی قسم کے مطالبات کر کے ہم سے سودے بازی کی کوشش کریں گے۔“ افسردگی بھرے ان لمحات میں اس کی اور عبدالمنان کی گفتگو میں ڈراپٹل آیا تو ایس بی نے از خود اس سے گفتگو چھیڑ دی۔

”میں تھوڑی دیر بعد آپ کے آدی کو اپنا بیان ریکارڈ کروادوں گا۔ فی الحال تو میرے سر میں شدید درد ہے اس لیے میں زیادہ بول نہیں سکتا۔“ اس نے قدرے روکے لہجے میں ایس بی کی بات کا جواب دیا۔ ڈرائیور کی موت نے اس کے دل پر گہرا اثر ڈالا تھا۔ وہ غریب صرف اس وجہ سے مارا

گیا تھا کہ اسے شہریار عادل کی گاڑی ڈرائیور کر رہا تھا۔ اس کی کسی سے دشمنی تھی، نہ ہی وہ کسی قسم کے لینے دینے میں تھا۔ وہ تو بس اپنی ڈیوٹی انجام دے رہا تھا لیکن اپنی غرض اور انا میں مبتلا افراد کو کیا مطلب تھا کہ ان کی سفاکی نے کسی غریب خاندان سے اس کا سہارا چھین لیا ہے۔ ایس بی کو چودھری کے گروپ کے بندے کی حیثیت سے وہ اس جرم میں برابر کا شریک سمجھتا تھا، چنانچہ اس نے اس وقت سچ لہجے میں بات کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوا تھا۔

”ایز یو وٹ سر! ابھی آپ آرام کریں اور جب مل کریں کہ بیان دینے کے قابل ہیں تو اطلاع کر دیجیے گا۔“ ایس بی بنا کسی تیل و جھٹ کے اس سے کہہ کر باہر نکل گیا۔

”مجھے اپنا موبائل دے دو عبدالمنان۔“ ایس بی کے باہر جانے کے بعد اس نے عبدالمنان سے فرمائش کی۔ خود اس کا اپنا موبائل اور دیگر اشیاء تو نہ جانے کہاں غائب ہو گئی تھیں۔ انہوں نے کے بعد جب اسے ہوش آیا تھا تو اس نے اپنے جسم پر موجود لباس کے سوا ہر شے کو غیر موجود پایا تھا۔ اب مرنے کی حالت کے اس کمرے میں وہ اپنے جسم پر موجود لباس کو بھی تبدیل شدہ پارہا تھا۔ یقیناً اس کا پہلے والا لباس خراب ہو گیا تھا، تب ہی اسے بدل کر یہ ڈھیلّا حالاً شلوار قمیض پہنا دیا گیا تھا۔

”لیس سر!“ عبدالمنان نے موبائل نکال کر اسے دیا اور بولا۔ ”آپ اطمینان سے بات کر لیں، میں اس دوران آپ کو یہاں سے شفٹ کرنے کے انتظامات دیکھتا ہوں۔“ شہریار نے سر کی جنبش سے اسے اجازت دے دی۔ ویسے وہ جانتا تھا کہ انتظامات تو وہ پہلے ہی کر چکا ہوگا اس وقت صرف اسے پرائیویسی فراہم کرنے کے لیے بہانہ بنا کر نکلا ہے۔ عبدالمنان کی یہ سمجھ داری اور معاملہ بھی اس کے دل میں اس کی قدر مزید بڑھا دیتی تھی۔ وہ جس سیٹ پر کام کر رہا تھا، واپسی اس کا مکمل طور پر اہل تھا۔

اس کے باہر جاتے ہی اس نے مختار مراد کا نمبر ملایا۔ کال ان کے پی اے نے ریسیو کی اور یہ جانتے کے بعد کہ شہریار عادل بات کرنا چاہتا ہے، فوراً فون مختار مراد کو تھا دیا۔ یقیناً وہ اس سلسلے میں پہلے ہی ہدایت کر چکے تھے اس لیے پی اے نے اس کا نام جاننے کے بعد مزید کوئی سوال نہیں کیا تھا۔

”آئی ایم سو پٹی شہریار! یقین کر دو تمہاری زندہ سلامت واپسی نے مجھے اتنی خوشی دی ہے کہ مجھے لگ رہا ہے، میرا اپنا سا بیٹا ایک بڑی مصیبت سے بچ کر واپس آ گیا ہو۔“ فون ہاتھ میں آتے ہی وہ جذباتی لہجے میں شہریار سے بولے۔ ”تھینک یو سوچ اٹل! مجھے آپ کی اپنے لیے تشویش

مسلمان حکمران

جب یہ سوال زیر غور تھا کہ خلیفۃ المسلمین کا وظیفہ کیا ہونا چاہیے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دریافت فرمایا کہ مدینے میں ایک مزدور کی کم از کم روزانہ اجرت کیا ہے؟ وہی اجرت آپ نے اپنے لیے بطور وظیفہ مقرر کر لی۔ رفقاء میں سے کسی نے آپ سے کہا: ”اتنے کم روزینے میں آپ کا گزارہ کیسے ہوگا؟“ تو آپ نے فرمایا: ”اس میں میرا گزارہ اس طرح ہوگا جس طرح ایک مزدور کا گزارہ ہوتا ہے اگر گزارہ نہ ہوتا تو میں اس مزدور کی اجرت بڑھا دوں گا۔“

ایک دن کھانے کے بعد، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا: ”کیا کوئی میٹھی چیز نہیں ہے؟“

انہوں نے فرمایا: ”بیت المال سے جو راشن آتا ہے اس میں میٹھی چیز کوئی نہیں ہوتی۔“ چند دنوں کے بعد آپ نے دیکھا کہ کھانے میں حلوہ بھی ہے۔ آپ نے بیوی سے کہا: ”تم نے تو کہا تھا کہ ہمارے راشن میں میٹھی چیز نہیں آتی، آج یہ حلوہ کیسے پک گیا؟“ انہوں نے جواب دیا: ”میں نے جو اس دن محسوس کیا کہ آپ کو میٹھی چیز کی خواہش ہے تو میں نے یوں کیا کہ راشن میں جتنا آتا روزانہ آتا تھا۔ اس میں سے بھی بھر آتا الگ رکھتی تھی۔ آج اتنا آتا جمع ہو گیا کہ اس کے بدلے میں نے بازار سے مجبور کا شیرہ منگوا یا اور اس طرح یہ حلوہ پک گیا۔ آپ نے اسے تناول فرمایا اور بیوی کا شکر یہ ادا کیا۔“

کھانے کے بعد آپ سیدھے بیت المال کے مہتمم کے پاس پہنچے اور فرمایا: ”ہمارے ہاں راشن میں جس قدر آتا جاتا ہے آج سے اس میں سے ایک مٹھی بھر کم کر دینا کیونکہ ہفتہ بھر کے تجربے نے بتایا ہے کہ ہمارا گزشتہ مٹھی بھر کم آنے میں بھی ہو جاتا ہے۔“

کے بارے میں معلوم ہو چکا ہے اور میں آپ کی اس محبت کے لیے دل سے آپ کا شکر گزار ہوں۔“ اس نے ممنونیت سے مختار مراد کی محبت کا جواب دیا۔

”شکر ہے کی ضرورت نہیں بیٹا۔ میں تو خود اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ اس نے تمہیں جیتا جاگتا واپس پہنچا دیا، ورنہ میں تو پریشان تھا کہ رانا صاحب کو اس واقعے کی اطلاع کیسے دوں؟ انہوں نے جو پے در پے صدے اٹھائے ہیں،

ابھی تو ان سے پوری طرح نہیں سمجھ سکے۔ خدا نخواستہ
 جنہیں کچھ ہو جاتا تو ان کے لیے تو بہت مشکل ہو جاتی۔
 صرف ان کی اور بھائی صاحبہ کی وجہ سے ہی میں نے تمہارے
 اخوا کی خبر نشر نہیں ہونے دی۔ میڈیا والوں کا تو جنہیں معلوم
 ہی ہے کہ ہر بات کو کتنا اچھالتے ہیں۔ انہیں خبر نشر کرنے کی
 اجازت مل جاتی تو سیکڑوں من گھڑت کہانیاں وہ خود بنا
 لیتے۔ الحمد للہ اب تم واپس آ گئے ہو تو خود اس معاملے کو
 جنڈل کرنا کیونکہ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ ہماری طرف سے
 پابندی پر وہ لوگ وقتی طور پر تو خبر نشر کرنے سے رک گئے تھے
 لیکن اب چپ نہیں بیٹھیں گے۔

”میں بھی انہیں کیا پتا سکوں گا؟ وہ لوگ مجھ سے اس
 اخوا کا سبب جانتا چاہیں گے لیکن سبب تو مجھے خود نہیں معلوم۔
 دوسرا سوال ان کا یہ ہوگا کہ مجھے اس سلسلے میں کس پر شک ہے
 تو ظاہر ہے میں شک ہونے کے باوجود کسی کا نام نہیں لے
 سکوں گا۔ ان حالات میں میڈیا والوں سے گفتگو بے کار ہی
 ثابت ہوگی۔“ اس نے مختار مراد کی بات کا جواب دیا۔

”جنتا بھی اور جو بھی تمہیں مناسب لگے، میڈیا والوں
 کو بتا دینا۔ تم سے زبردستی تو بہر حال وہ لوگ نہیں کر سکتے...
 بلکہ ایسا کرو کہ تم مجھے سارا واقعہ تفصیل سے سنا دو۔ میں تمہیں
 گائیڈ کروں گا کہ کیا کہنا ہے اور کیا نہیں؟“

مختار مراد نے اس سے کہا تو وہ اسے تفصیلات سے
 آگاہ کرنے لگا۔ مختار مراد خاموشی سے اس کی بات سن رہا۔
 آخر کار وہ چپ ہوا تو وہ بولا۔ ”تم ٹھیک کہہ رہے ہو کہ نہ تو تم
 کسی کو اخوا کا سبب بتانے کے قابل ہو اور نہ ہی اپنے کسی شک
 کا اظہار کر سکتے ہو۔ ان حالات میں یہی بہتر ہے کہ جو جو اور
 جس طرح پیش آیا ہے، وہ بتا دو۔ بس میڈیا والوں کے سامنے
 اپنے ذاتی خیالات کا اظہار کرنے سے عمل گریز کرنا ورنہ وہ
 لوگ پُر کا کوہ بظانے میں ماہر ہوتے ہیں، خواخواہ کہانیاں
 گھڑتے پھریں گے۔“

”ڈونٹ وری انکل! میں خیال رکھوں گا۔“ اس نے
 مختار مراد تسلی دی۔

”اوکے! تم اب آرام کرو۔ میں نے تمہارے پی اے
 کو ہدایت دے دی تھی کہ تمہیں پیر آباد سے سید حالہ اور پہنچا
 دیا جائے۔ چوتھیں وغیرہ تو سنا ہے کہ تمہیں زیادہ مہلک نہیں
 آتی ہیں لیکن پھر بھی مناسب ہے کہ تم یہاں کسی اچھے اسپتال
 سے اپنا علاج کروالو۔ پھر یہاں آنے میں یہ بھی فائدہ رہے گا
 کہ تمہارے ماموں ممائی آسانی سے تمہاری حراج پرسی کر
 سکیں گے۔ تمہارے وہیں رکے رہنے کی صورت میں انہیں

پریشانی ہوگی۔ نہ تو وہ لوگ اتنا لمبا سفر آسانی سے کر سکتے ہیں
 اور نہ ہی مریم کو تنہا چھوڑ کر گھر سے نکل سکتے ہیں۔ ابھی وہ
 عدت میں ہے نا۔“ آخری جملہ بولتے ہوئے اس کی آواز
 جس طرح کا پی تھی، اس نے شہریار کے دل کو مٹی میں پھینچ
 لیا۔ ”مریم عدت میں ہے نا۔“ یہ قتلہ ایک جملہ نہیں تھا۔ یہ وہ
 عظیم دکھ تھا جو ان سب نے سجاد رانا کی اچانک موت کی
 صورت میں بہ یک وقت اٹھایا تھا۔

”ٹھیک ہے انکل! میں لاہور آ جاتا ہوں۔“ بچے
 ہوئے لہجے میں اسے جواب دے کر اس نے فون بند کر دیا اور
 بجے پر سر رکھ کر سید حالہ گیا۔ ہوش میں آنے کے بعد سے
 وہ سر میں درد کی جو ہلکی سی پیمیں اٹھتی محسوس کر رہا تھا، وہ
 اب بے حد شدت اختیار کر گئی تھیں اور اسے یوں لگ رہا تھا
 جیسے اس کے سر میں زوردار دھماکے ہو رہے ہوں۔

☆☆☆

وہ بالکل گم مسمی بیٹھی خلاؤں میں تک رہی تھی۔ اس
 کے سامنے دھرا کھانا بھی جوں کا توں رکھا تھا۔ فقاہت کے
 باوجود دل کی طرح کھانے کی طرف راغب ہی نہیں ہوتا تھا۔
 حالانکہ اس سے قبل وہ نہایت سمجھ داری کا ثبوت دیتے ہوئے
 صرف خود کو توار کھنے کے لیے ہی اس قید خانے میں ملنے والا
 کھانا پابندی سے زہر مار کر لیا کرتی تھی مگر جب سے اس نے
 پروجیکٹر پر چلنے والا وہ کریہہ منظر دیکھا تھا، حلق سے نوالے
 اتارنا مشکل ہو گئے تھے۔ جب بھی کھانا سامنے آتا اور وہ
 نوالہ منہ میں رکھتی، خون میں لت پت لاش سامنے آ جاتی۔
 جانے وہ کون تھا جسے بے دردی سے قتل کیا گیا تھا۔ وہ ان کی
 گفتگو سے بس اتنا اندازہ کر سکتی تھی کہ وہ عمران کا کوئی دشمن تھا
 جسے اس کی نسلی کے لیے اس انجام تک پہنچایا گیا تھا۔ شکل سے
 معصوم اور شریف نظر آنے والا عمران اندر سے اتنا سفاک
 نکلے گا، وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی... لیکن اپنی آنکھوں سے سب
 کچھ دیکھ لینے اور کانوں سے سن لینے کے بعد کسی شک و شبہ
 کی گنجائش بھی نہیں رہی تھی۔ اب تو وہ یہی کہہ سکتی تھی کہ اس
 نے عمران کی اچھی صورت سے دھوکا کھا کر اس کے بارے
 میں اچھا گمان کرنے کی غلطی کی تھی۔ وہ بھلا اچھا کیونکر ہو سکتا
 تھا۔ آخر وہ بھی تو انہی لوگوں میں سے ایک تھا جن کی قید میں
 وہ رہ رہی تھی۔ وہ شکل سے وحشی دکھائی دیتے لوگ جو جانے
 اس برف زار میں کن مذموم مقاصد کے حصول کے لیے پڑاؤ
 ڈالے ہوئے تھے۔ جنہوں نے شہروں کی رونق اور گھریلو
 زندگی کی خوشیاں چھوڑ کر اس سخت ماحول میں ڈیرا ڈال رکھا
 تھا اور ہتھیاروں سے دل بہلاتے اپنی وحشتوں کو اور بھی ہمیز

کرتے رہتے تھے۔ وہ کون لوگ تھے؟ اس بارے میں وہ
 ابھی تک حتی اندازہ نہیں لگا سکی تھی مگر اسے یہ کہنے میں کوئی عار
 نہیں تھا کہ وہ سب کے سب ایب نارمل تھے۔ ان ایب نارمل
 لوگوں کے درمیان رہنا اب اس کے لیے مشکل ترین ہوتا
 جا رہا تھا۔ اس قید خانے میں ایک کریہہ منظر اور سفاکی دیکھنے
 کوئی تو اس کے اصحاب جواب دے گئے۔ وہ جو پورے
 حوصلے سے حالات کے ان طوفانوں کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ
 کیے ہوئے تھی، ایک دم ہی کچھ ڈھسے گئی۔ شاید یہ مایوسی کی
 ہی کیفیت تھی جو اس کے اندر سے حالات کا مقابلہ کرنے کی
 انگ مٹنے لگی تھی۔

مایوس آدمی زندگی کی بھلا کی طرف سے بے پروا ہو جاتا
 ہے اور پھر زندگی کو جاری و ساری رکھنے والے عناصر میں
 دلچسپی نہیں رہتی۔ وہ بھی اسی مایوسی کی وجہ سے کھانے کی طرف
 سے بے نیاز ہو گئی تھی۔ اس کو قیدی بنا کر رکھنے والے اب بھی
 تمام اوقات کا کھانا پابندی سے اس تک معمول کے مطابق
 پہنچا رہے تھے۔ کسی وقت وہ اس کھانے میں سے چند تھکے نکل
 لیتی اور کبھی نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتی۔ آج بھی اس نے یہی کیا
 تھا۔ کھانا سامنے رکھ دیے جانے کے باوجود وہ اس کی طرف
 متوجہ نہیں ہوئی تھی۔ جو شخص ایک مخصوص وقت کے بعد کھانے
 کے برتن واپس لے جانے آیا تھا، وہ برتنوں میں کھانے کو
 جوں کا توں رکھا دیکھ کر برتن اٹھائے بغیر خاموشی سے واپس
 پلٹ گیا تھا کہ شاید بعد میں بھوک محسوس کرنے پر کچھ کھا
 لے... لیکن وہ کافی دیر گزر جانے کے باوجود اس طرف متوجہ
 نہیں ہوئی اور نہ جانے کتنی دیر تک یونہی دیوار سے ٹیک
 لگائے بیٹھی رہی۔

بیٹھے بیٹھے جیسے ممکن اور فقاہت کے باعث جسم جواب
 دینے لگا تو وہ اسی جگہ ٹھہری سی بن کر لیٹ گئی۔ خالی پیٹ
 انسان کو نیند نہیں آتی اور پیٹ میں دوڑتے چوہے احتجاج
 کرنے لگتے ہیں لیکن وہ چونکہ کئی وقتوں سے ڈھنگ سے کھانا
 نہیں کھا رہی تھی، اس لیے کم خوراک سے طاری ہونے والی
 فقاہت اسے غنودگی میں لے گئی۔ غنودگی کی اس کیفیت میں
 کتنے لمبے بیٹے اسے ہوش نہیں تھا لیکن وہ اس وقت بڑی طرح
 چوگی جب اس نے اپنا آپ ایک بھاری بوجھ کے نیچے دبا ہوا
 محسوس کیا۔ ساتھ ہی کسی کی گرم گرم سانس اس کی گردن سے
 گھرائیں۔ اس نے بڑی طرح کسمسا کر خود کو اس بوجھ سے
 آزاد کر دیا تاہم لیکن اس کے نازک بدن کی طاقت اس پہاڑ
 جیسے بوجھ کو دھکیلنے کے لیے نا کافی تھی۔ کچھ دیر قبل وہ زندگی
 سے نفی ہی مایوس تھی لیکن ابھی تو بہر حال ایک دوشیزہ ہی...

جسے آخری دم تک اپنی عزت کی حفاظت کا خیال رہتا ہے۔
 چنانچہ اپنی دوشیزگی چھین جانے کا خطرہ محسوس کر کے بڑی
 طرح چھلنے لگی۔ اس کی کوشش تھی کہ کچھ اور نہ کر سکے تو کم از کم
 چچ ہی مار دے لیکن اس عالم نے اس کے وجود کو اپنے بوجھ
 تلے نہیں ڈالنے کے ساتھ ساتھ اس کے منہ کو بھی ایک ہاتھ
 سے پوری قوت سے بند کر رکھا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے وہ اس
 کے کپڑے تن سے الگ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ خود پر سوار
 اس وحشی سے نجات کے لیے... جس کے جسم پر موجود بے
 تحاشا بالوں کی چھین اور مساموں سے اٹھتی گندی بدبو قطعی
 ناقابل برداشت تھی، اس نے بدن کی پوری قوت صرف کر
 کے اپنا دایہا ہاتھ اس کے جسم کے نیچے سے نکالا اور اپنے منہ
 پر رکھا اس کے ہاتھ پر ناخن کاڑتے ہوئے جھکے سے اس کا
 ہاتھ منہ سے ہٹانے کی کوشش کی۔ اس کے ہاتھ کا جھکاؤ شاید
 اس وحشت زدہ درندے کا ہاتھ منہ سے ہٹانے میں کامیاب
 نہ ہو پاتا لیکن ناخنوں کی چھین نے کافی مدد دی اور اس کا ہاتھ
 ماہ بانو کے منہ سے ہٹ گیا۔

ماہ بانو نے فوراً ہی ایک زوردار چچ ماری لیکن بس
 اسے ایک ہی چچ مارنے کا موقع مل سکا اور اس درندے کا
 ہاتھ دوبارہ اس کے منہ پر آجھا۔ اب اس کے انداز میں مزید
 وحشت درآئی تھی اور وہ اور بھی زیادہ شدت سے اسے کھینچنے کی
 کوشش کر رہا تھا۔ اس وحشت کی ہی وجہ سے اسے اس طرف
 دوڑ کر آتے قدموں کی آواز سنائی نہ دے سکی۔ آنے والے
 نے بس ایک نظر یہ منظر دیکھا اور پوری قوت سے اسے ماہ بانو
 پر سے دھکیل کر غار کی دیوار پر دے مارا۔ نفس کے وحشی جانور
 کے زیر اثر وہ شخص چوٹ کھا کر کسی تیل کی طرح بڑی طرح
 ڈکرایا اور غراتا ہوا اپنی راہ کی رکاوٹ بننے والے پر حملہ کرنے
 کی کوشش کی لیکن وہ پوری طرح ہوشیار تھا۔ اس نے نہ صرف
 اپنے آپ کو حملے سے بچایا بلکہ اس وحشی کا سر دونوں ہاتھوں
 سے جکڑ کر ایک بار پھر اسے دیوار پر دے مارا۔ سر غار کی پختہ
 دیوار سے ٹکرانے پر ایک زوردار آواز ابھری اور اگلے ہی لم
 ماہ بانو نے اس شخص کے سر سے خون کا فوارہ سا نکل دیکھا۔
 اس دوران وہ کسی حد تک خود کو سنبھال چکی تھی اور وہی نیلے
 پھولوں والی سیاہ چادر جو اس وحشی نے اس کے جسم پر سے نوچ
 چھین لی تھی، ایک بار پھر اپنے گرد لپیٹ لی تھی۔

رات کا وقت ہونے کی وجہ سے وہاں بہت زیادہ
 روشنی نہیں تھی لیکن اس بدھم بدمی میں بھی وہ وہاں موجود ان
 دونوں افراد کو شناخت کر سکتی تھی۔ اس پر بھر مانہ حملہ کرنے والا
 شخص وہی گل شیر ثانی آدمی تھا جس کی آنکھوں کی ہوس نے

پہلے بھی اس کے اندر خطرے کی گھنٹی بجائی تھی جبکہ ان نازک لحاظ میں اس کے لیے رحمت بن کر آنے والا مصوم صورت عمران تھا۔ وہی عمران جس سے پہلے بھی وہ اچھی امید باندھ چکی تھی لیکن پھر اس کی وحشت کی داستان سامنے آنے پر مایوسی کا شکار ہو گئی تھی۔ اسے مایوسی کے اندھیروں میں دھکیل دینے والا وہ شخص اس وقت اس کا محافظ بن گیا تھا اور اس کی عزت پر حملہ کرنے والے کو بڑی طرح پیٹ رہا تھا۔ مادیانو نے محسوس کیا کہ گل شیر کو پیٹتے ہوئے عمران کے انداز میں وحشت اتر آئی ہے اور وہ اس بات کی پروا کیے بغیر کہ وہ پہلے ہی زخمی ہو چکا ہے، مسلسل اس کا سر دیوار سے مارتا رہا۔ چند لمحوں میں ہی اس نے گل شیر کو بالکل ادھ موا کر دیا۔ وہ جو کچھ دیر قبل ایک بھرے ہوئے ساڑھی طرح مادیانو پر حملہ آور ہوا تھا، اب عمران کے ہاتھوں میں بالکل بے جان شے کی طرح جمول رہا تھا۔ خونم خون گل شیر اور وحشت زدہ عمران کو دیکھ کر مادیانو کا اتنا بڑا حال ہوا کہ وہ سچ بھی نہ سکی۔ اس پر چند لمحے قبل جو گزری تھی، وہ ہی کیا کم تھی جو وہ اس وحشت ناک منظر کو دیکھ کر بھی اپنے حواس قائم رکھ پاتی۔ وہ تو شور کی آوازیں سن کر دوسرے لوگ خود ہی اس طرف متوجہ ہو گئے اور دوڑ کر ادھر آئے۔ آنے والوں میں سے تین نے بڑی مشکل سے عمران کو قابو کر کے اس کی گرفت سے گل شیر کو آزاد کر دیا۔

”چھوڑ دو مجھے۔ میں اس شیطان کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ اس جیسے بھیڑیے جو مصوم لڑکیوں کی عزت سے کھیلتے ہیں، زندہ رہنے کے لائق نہیں۔ میں اس کے گلے گلے کر دوں گا۔“ خود کو قابو میں کرنے والوں کی گرفت میں چھلتا ہوا وہ وحشت زدہ انداز میں چلتا ہوا۔

”ہوش کرو عمران! وہ مر چکا ہے۔“ ان میں سے ایک نے اس کے منہ پر زوردار پھپر لگاتے ہوئے اسے احساس دلایا تو وہ عالم وحشت سے باہر نکلا اور سامنے بڑی گل شیر کی لاش کو دیکھنے لگا۔ اس کی وحشتناک ضربوں کے نتیجے میں اس کا سر پاش پاش ہو چکا تھا اور بھیجا ہوا نکل آیا تھا۔ اس منظر کو دیکھ کر بھی اس کے چہرے سے کسی قسم کا افسوس ظاہر نہیں ہوا بلکہ اس نے ایک نفرت بھری نظر گل شیر کی لاش پر ڈال کر حقارت سے اس پر تھوک دیا اور بولا۔

”اچھا ہوا مر گیا سالانہ جانے جاتا تو میں اس کا ریشہ ریشہ الگ کر دیتا۔“

”اسے یہاں سے لے کر جاؤ اور گل شیر کی لاش اٹھا کر جگہ صاف کرواؤ۔“ ان میں سے ایک نے جو شاید دوسروں سے ممتاز مقام رکھتا تھا، حکم دیا۔ فوراً ہی اس کے حکم

کی تعمیل ہونے لگی۔ عمران کو بازوؤں میں جکڑے کھڑے آدی اسے گھسیٹ کر وہاں سے لے جانے لگے۔ اس نے بھی زیادہ مزاحمت نہیں کی۔ یقیناً گل شیر کی لاش دیکھنے کے بعد اس کے جنونی غصے کا ابال کم ہو گیا تھا۔

ماہ بانو چادر میں مٹی ہوئی وحشت زدہ نظروں سے یہ سارا منظر دیکھ رہی تھی۔ عمران کو وہاں سے لے جانے کے بعد گل شیر کی لاش بھی اٹھائی گئی تھی اور اب ایک آدی وہاں زمین اور دیواروں پر لگے خون کو صاف کر رہا تھا۔ خون کے ساتھ ساتھ گل شیر کے سر سے اس کے پیچھے کا بھی کچھ حصہ باہر نکل آیا تھا۔ صفائی کرنے والے آدی نے بڑے اطمینان سے اسے بھی صاف کر دیا۔ مادیانو نے یہ بات خاص طور پر نوٹ کی تھی کہ ان میں سے کوئی بھی اپنے ساتھی کی موت پر افسردہ یا غمگین نظر نہیں آ رہا تھا۔ ان کے لیے گویا یہ ایک معمول کی بات تھی جس کے پیش آ جانے سے انہیں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ شاید وہ اس طرح کے مناظر اتنی بار دیکھ چکے تھے کہ اب ان کے لیے ان کی حیثیت بالکل ایسی ہو گئی تھی جیسے روزانہ اپنے گھر سے دفتر جانے والے شخص کے لیے راستے کے مختلف مناظر کی ہوتی ہے۔ ایسا شخص غیر ارادی طور پر سب کچھ دیکھتا تو ضرور ہے لیکن منظر میں کوئی نیا پن محسوس نہ ہونے کے باعث اس کے دل و دماغ میں تحریک پیدا نہیں ہوتی۔ ان تمام لوگوں نے بھی گل شیر کی لاش دیکھی تھی مگر اس پر کوئی رد عمل ظاہر نہیں کیا تھا۔

☆☆☆

”میں سمجھتا ہوں اگلے کہ جنگل میں آپریشن بہت ضروری ہو گیا ہے۔ وہاں ڈاکوؤں کی پناہ گاہیں ہیں۔ یہ بات ہم پہلے ہی جانتے ہیں بلکہ میں اس سلسلے میں پہلے بھی آپ سے درخواست کر چکا ہوں کہ ڈاکوؤں کی سرکوبی کے لیے کچھ کیجیے۔“ اسپتال کے آرام دہ کمرے میں صاف ستھرے بستر پر نیم دراز وہ اپنی عیادت کے لیے آئے ہوئے آئی جی مختار مراد سے مخاطب تھا۔ بہترین نگہداشت اور علاج نے اسے تیزی سے رو بہ صحت ہونے میں کافی مدد دی تھی ورنہ جس حالت میں وہ اغوا کاروں کے چنگل سے نکل کر آیا تھا، اسے دیکھتے ہوئے یہی قیاس کیا جاسکتا تھا کہ اب اسے دوبارہ سے زندگی کے معمولات میں شامل ہونے میں کافی وقت لگے گا۔ بہر حال، اب بھی وہ سو فیصد تو صحت یاب نہیں ہوا تھا۔ سر پر گتے والا زخم گہرا ہونے کی وجہ سے اس پر ڈاکٹر دادر نے ٹانگے لگائے تھے اور ابھی یہ ٹانگے کھولے نہیں گئے تھے۔ جسم کے باقی حصوں پر گتے والے زخم بھی ابھی پوری

طرح مندرجہ نہیں ہوئے تھے۔ پھر ڈکٹروں کی ضرب سے گتے والی اندرونی چونٹیں جو حرکت کرنے میں اسے خاصی تکلیف دیتی تھیں۔ جیہ آباد کے مرکز صحت میں ملنے والی ابتدائی طبی امداد نے اگر اس کی زندگی خطرے میں جانے سے بچائی تھی تو لاہور کے اس جدید اسپتال کے ڈاکٹر زخمی اسے تیزی سے رو بہ صحت کرنے کے لیے کوشاں تھے۔ فرق دونوں میں صرف اتنا تھا کہ ایک جگہ غریب لوگوں کو سہولیات فراہم کرنے کے لیے رفاہی بنیادوں پر کام ہو رہا تھا جبکہ دوسری جگہ پر خدمت کے عوض بے لے بل وصول کیے جاتے تھے۔ کہتے ہیں، درخت اگانے والا اگلی نسل کے لیے درخت اگانا ہے اور خود اسے اس درخت کا پھل کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ شہر یار کے ساتھ معاملہ ذرا مختلف ہوا تھا۔ اس نے دوسروں کے بھلنے کے خیال سے اپنے خلع میں دیگی مراکز صحت کا قیام عمل میں لانے کا سلسلہ شروع کیا تھا اور اس کی یہ نیکی و خدمت خود اس کے لیے خوش نصیبی بن گئی، ورنہ ممکن تھا کہ وہ فوری طبی امداد نہ ملنے پر محض خون کے زیادہ اخراج کے باعث ہی جان سے چلا جاتا۔ پس باندھ دیہاتوں کا سب سے بڑا مسئلہ ہی یہی ہے کہ قابل علاج امراض و مسائل بھی فوری طبی امداد نہ ملنے کے باعث پیچیدہ صورت اختیار کر کے بے چارے مریض کی موت کا سبب بن جاتے ہیں۔

”مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تم نے مجھ سے آپریشن کے لیے بات کی تھی۔ اس وقت تم ایک دیہاتی لڑکی کے اغوا اور پھر اس کی لاش ملنے کے باعث یہ فرمائش کر رہے تھے جس کے بارے میں شک ظاہر کیا گیا تھا کہ اسے ڈاکوؤں نے اٹھایا ہے لیکن مقامی پولیس آفیسر کا کہنا تھا کہ لڑکی اپنی مرضی سے خود اپنے آشنا کے ساتھ گھر سے بھاگی تھی۔“ آئی جی مختار مراد نے اپنے مضبوط حافظے کا ثبوت دیتے ہوئے مختصر اس واقعے کا حوالہ دیا۔

”صرف وہی ایک کیس نہیں تھا۔ اس واقعے کے بعد ڈاکوؤں نے ایک گاؤں پر حملہ کر کے وہاں لوٹ مار بھی کی تھی۔“ شہر یار نے تڑپ کر یاد دلایا۔

”ہاں، وہ واقعہ بھی مجھے یاد ہے لیکن بیٹا... مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ یہ دونوں ہی واقعات اتنے قابل ذکر نہیں تھے کہ میں ان کی بنیاد پر حکومت کو اتنے بڑے آپریشن کے لیے راضی کر پاتا۔ تمہیں اس جنگل کی لوکیشن کا شاید اچھی طرح اندازہ نہیں ہے۔ وہاں کتے درختوں اور پھاڑیوں کی موجودگی کے باعث چھپنے کی جگہیں بھی بہت ہیں اور آس پاس دیہاتوں کی موجودگی

کے سبب ڈاکوؤں کے لیے راہ فرار اختیار کرنا بھی زیادہ مشکل ثابت نہیں ہوگا۔ اگر ہم وہاں آپریشن کرنا چاہیں گے تو ہمیں بہت بڑے پیمانے پر یہ آپریشن کرنا ہوگا اور اس کے لیے جتنا بجٹ درکار ہے، اس کی منظوری کے لیے کوئی بہت ہی خاص ریزن سامنے ہونا ضروری ہے۔“ مختار مراد نے اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔

”آپ کے خیال میں ایک مصوم لڑکی کا اس کی شادی سے ایک دن قبل اغوا ہو جانا اور پھر اس کی کٹی پٹی لاش ملنا کوئی معمولی واقعہ تھا؟ اس واقعے کے اثرات کتنے خطرناک نکلے تھے، یہ بھی آپ کو یاد ہوگا۔ میں تو بھی اس جذباتی سے لڑکے عبدالمستین کو نہیں بھول سکتا جو اپنی بہن کے ساتھ ہونے والی اس زیادتی سے اتنی بڑی طرح متاثر ہوا کہ شاہنواز جیسے وحشت گرد کے ہاتھ چڑھ گیا۔ صرف اس ظلم کی وجہ سے وہ لڑکا اپنے جسم سے بم باندھ کر بھرنے صبح میں آگھسا تھا۔ وہ مجھے، وزیروں، پولیس والوں اور ایسے تمام افراد کو مار دینا چاہتا تھا جن کے ذمے قانون نافذ کرنا اور لوگوں کو انصاف فراہم کرنا ہے۔ لیکن اتفاق سے وہ اس سچ تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو سکا اور نتیجتاً ہم سارے دی آئی چیز کے صدمے میں بے گناہ عوام مارے گئے۔“ شہر یار نے نہایت سنجیدگی سے نگین واقعے کا ذکر کیا۔

”میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں شہر یار لیکن پھر وہی کہنے پر مجبور ہوں کہ اس واقعے کی بنیاد پر میں آپریشن ڈیکلینر نہیں کر سکتا۔ ہاں، تمہارا معاملہ الگ تھا۔ اگر تم واپس نہ لوٹتے تو میں، رانا صاحب اور فیملی کے دوسرے بار سوخ افراد مل کر زور لگاتے کہ تمہیں بازیافت کرنے کے لیے آپریشن کیا جائے اور اس وقت ہم یہ بات منوا بھی لیتے لیکن اب جبکہ تم واپس آ گئے ہو تو کچھ نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارے پاس اب کوئی ٹھوس وجہ نہیں رہی ہے۔ خود تمہیں بھی یقین نہیں کہ تمہیں اغوا کرنے والے ڈاکو ہی تھے۔ تمہیں تو چودھری اور اس کے بندوں پر شک ہے کہ انہوں نے تمہیں اپنی راہ کی رکاوٹ سمجھتے ہوئے یہ اغوا کیا تھا۔“

”تو یہ بات بھی تو ظاہر ہے کہ چودھری کا ڈاکوؤں سے ربط مضبوط ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اس نے ہی مجھے ڈاکوؤں کے ذریعے اغوا کر دیا کہ ان کے کسی ٹھکانے پر رکھا ہو، ورنہ خود ڈاکوؤں کو مجھ سے کیا غرض ہو سکتی تھی؟“ اس نے دلیل دیتے ہوئے مختار مراد کو قائل کرنے کی کوشش کی۔

”یہ صرف ایک قیاس ہے۔ تم یا میں اس کا ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہیں بلکہ تم کسی مخالف کی تنقیدی نظر سے

دیکھو تو تمہارے اغوا کا معاملہ ہی کافی مشکوک صورت اختیار کر لے گا۔ تمہارے پاس بتانے کے لیے کوئی وجہ نہیں ہے کہ تمہیں کس نے، کیوں اور کس لیے اغوا کیا تھا... اور بغیر کوئی مطالبہ کیے اتنی آسانی سے آزاد کیسے کر دیا؟ کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ تم نے چودھری پر الزام لگانے کے لیے خود ہی اپنے اغوا کا ڈراما چاہا تھا اور اب فضول وادلا کر رہے ہو اسی لیے میں نے تمہیں میڈیا والوں کے سامنے کسی پر شک ظاہر کرنے سے منع کیا تھا۔ سچ کیا ہے، وہ تم جانتے ہو اور میں بھی اسے مانتا ہوں لیکن ہم اس سچ کو سب سے نہیں منوانے۔

آئی جی مختار مراد نے بغیر ٹی پٹی رکھے اس پر ہر بات واضح کر دی تو اس کا جوش بھی جھاگ کی طرح بجھ گیا۔ واقعی موجودہ حالات میں تو خود اس کی اپنی پوزیشن مشکوک ہو گئی تھی۔

”آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں اگلے واقعی میں اپنے اغوا والے معاملے پر شوہر چاؤں گا تو اس سے زیادہ کچھ نہیں ہوگا کہ میڈیا والوں کو کچھٹی خبریں بتانے کے لیے ایک ایسا ہاتھ آجائے گا۔“ آخر کار اس نے آئی جی مختار مراد سے اتفاق کرتے ہوئے اپنی شکست تسلیم کر لی۔

”ماپوس مت ہو چک مین! ابھی تمہارے کیریئر کا اشارہ ہے۔ آگے جا کر تمہیں بہت کچھ کرنے کا موقع بھی ملے گا اور کئی رکاوٹیں بھی سامنے آئیں گی۔ ہم سب جس سسٹم کا حصہ ہیں، وہ اسی طرح چلتا ہے۔ اکثر اوقات ہم جانتے ہیں کہ سچ کیا ہے لیکن اس سچ کا ساتھ نہیں دے پاتے۔ کئی بار ہمیں نا انصافی دیکھنے کے باوجود خاموشی اختیار کرنی پڑتی ہے۔ چودھری اختیار اور تمہارا کیس کوئی انوکھا نہیں ہے۔ ان چودھریوں اور وڈیروں کے مقابل جب بھی کوئی ایمان دار اصرار آتا ہے، یہ اسی طرح اس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ تم تو خوش قسمت ہو کہ تمہارے فیملی بیک گراؤڈ کی وجہ سے ابھی تک چودھری کھل کر تمہارے مقابل نہیں آیا اور صرف پیچھے سے وار کرنے پر اکتفا کر رہا ہے، ورنہ تمہاری جگہ کوئی عام فرد ہوتا تو چودھری اب تک اسے اپنے علاقے سے اٹھا کر پھینک دیتا۔ ان با اختیار چودھریوں کی زد میں آنے والوں کا کیریئر کس طرح تباہ ہو جاتا ہے، تمہیں اندازہ نہیں ہے... اور وہ صرف اس وجہ سے کہ تم ایک طاقتور خاندان کے فرد ہو۔ یوں سمجھ لو کہ جس سسٹم کی خامیوں کی وجہ سے چودھری جیسے افراد احتساب سے بچے ہوئے ہیں، اسی سسٹم کے سہارے تم بھی اپنی سیٹ پر کھے ہوئے ہو۔“ مختار مراد ایک تجربے کار شخص تھا اور اس وقت اس کے لفظوں میں تجربہ بول رہا تھا۔ غصے اور

جوش سے بھرے ہوئے شہریار کو اس کی بات سمجھ آئی تو وہ ذرا پسپا پڑ گیا اور دھکی آواز میں بولا۔

”مجھے آپ کے کہے ایک ایک لفظ سے اتفاق ہے لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ میرے اور چودھری کے درمیان سب سے بڑا فرق حق و باطل کا ہے... اور میں حق کے غالب آنے تک یا کم از کم اس وقت تک جب تک میرے جسم میں جان ہے، چودھری سے اپنی جنگ جاری رکھوں گا۔“

”وش یو بیسٹ آف لک بیک مین... مگر میں یہ ضرور کہوں گا کہ اس جنگ میں جوش سے زیادہ ہوش سے کام لینا۔ تمہاری عمر کے لوگ عموماً اپنے جوش کی وجہ سے ہی ان کہنے مشق جاگیر داروں سے شکست کھا جاتے ہیں اور وہ نہیں کر پاتے جس کی انہیں اللہ نے صلاحیت دی ہوئی ہے۔ سجاد کی مثال تمہارے سامنے ہے۔ اس نے اپنا پورا کیریئر اتنی احتیاط سے گزارا۔ وہ اگر ڈی آئی جی کی پوسٹ تک پہنچا تھا تو اس کے لیے اس نے خود کو اہل بھی ثابت کیا تھا۔ میری ریٹائرمنٹ کے بعد وہ آئی جی بھی ضرور بننا لیکن کیا ہوا؟ حینا کی موت نے اس پر ایسا جھون سوار کیا کہ وہ احتیاط کے سارے تقاضے فراموش کر بیٹھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حینا کے قاتل بھی انجام تک نہیں پہنچے اور وہ خود بھی اپنی جان سے گیا۔“

سجاد رانا کا حوالہ دیتے ہوئے مختار مراد کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی در آئی تھی۔ وہ اس کی اکلوتی بیٹی کا شوہر تھا اور اس نے ہمیشہ اس بات پر فخر محسوس کیا تھا کہ اس نے اپنی بیٹی کے لیے ایک بہت ہی اچھا شخص منتخب کیا ہے لیکن قسمت نے عجیب ہی چال چلی تھی۔ وقت کی آمد ہی نے نہ صرف اس کی بیٹی کی گودا چاڑ دی تھی بلکہ اس کا سہاگ بھی باقی نہیں رہا تھا۔ وہ ایک باپ کی حیثیت سے بیٹی کے اس غم پر اندر ہی اندر کڑھتا اور گھٹنا رہتا تھا لیکن بظاہر اس نے خود کو سنبھال رکھا تھا۔ دیکھنے والوں کے لیے اس کے چہرے سے اس کی اصل قلبی کیفیت کا اندازہ لگانا بہت مشکل تھا۔ یہ ضبط اور برداشت یقیناً پولیس کی برسوں کی ملازمت کا نتیجہ تھا۔

”سجاد بھائی اور حینا کے قاتلوں کا کچھ معلوم ہوا اگلے؟“ ذکر چھڑا تو وہ اس سے یہ سوال کیے بغیر نہیں رہ سکا۔

”نہیں۔“ مختار مراد نے نفی میں سر ہلایا۔ ”ہم اس سے زیادہ کچھ معلوم نہیں کر سکے کہ ان قاتلوں کے ڈانڈے اثرین خفیہ تنظیم را سے جا کر ملتے ہیں۔ ان لوگوں کے پیچھے ہم جہاں جہاں تک پہنچے، وہ وہاں سے پہلے ہی فرار ہو چکے تھے اور وہ بھی اس طرح کہ پیچھے کوئی ثبوت نہیں چھوڑا تھا۔ میں نے آرڈر دے رکھا ہے کہ خواجہ سراؤں اور جسم فروش عورتوں

کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھی جائے اور جہاں کوئی مشکوک بات ہو، میرے نوٹس میں لائی جائے۔ مجھے یقین دلایا جاتا ہے کہ یہ کام ہو رہا ہے لیکن مجھے نہیں معلوم کہ سچ کچھ ہو رہا ہے یا نہیں۔ ہم جیسے بڑے افسروں کی مجبوری یہ ہوتی ہے کہ ہم اپنے ماتحتوں کے محتاج ہوتے ہیں اور ان میں سے کون اصل میں آپ کا ماتحت اور وفادار ہے، اس بات کا مشکل سے ہی اندازہ ہو پاتا ہے۔ سجاد کی جگہ جو نیا ڈی آئی جی آیا ہے، وہ بظاہر ٹھیک آدمی ہے۔ میرے پاس اس کے خلاف کوئی بڑی شکایت بھی نہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ میرے لیے سجاد کا نعم البدل نہیں ہو سکتا۔ بہر حال، ابھی تو الٹی میٹی کیمن چل رہی ہے... کچھ سامنے آیا تو میں تمہیں ضرور انعام کروں گا۔ اب مجھے اجازت دو۔ بہت نام گزر گیا ہے، مجھے کچھ دوسرے معاملات بھی دیکھنے ہیں۔“ وہ گھڑی پر نظر پڑنے پر بات کرتے کرتے اچانک ہی اپنی گفتگو سمیٹ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

”تھینک یو سوچ اگلے کہ آپ اپنا قیمتی وقت نکال کر میری عیادت کے لیے آئے۔“ شہریار نے مختار مراد سے پُر جوش مصافحہ کرتے ہوئے حقیقی شکر گزاری کے احساس کے ساتھ کہا۔

”شکریہ کی کوئی ضرورت نہیں مین! مجھے خود تم سے ملنا اچھا لگتا ہے کیونکہ تم میں وہ اسپرٹ ہے جس کی بدولت تمہارے بہت اوپر تک جانے کی امید رکھی جا سکتی ہے۔ میری دعا ہے کہ تم اپنے نیک مقاصد میں ضرور کامیاب ہو اور وہ کر کے دکھاؤ جو ہم نہیں کر پاتے۔“ مختار مراد نے محبت سے اس کا شانہ چھینچایا۔

”اگر کرم فرماؤں نے اگلی بار بالکل ہی اوپر نہ پہنچا دیا تو یقیناً آپ کی دعا قبول ہوگی۔“ شہریار اس کی بات سن کر شوق سے ہنستے ہوئے بولا۔

”ایسی باتیں مت کرو بیک مین! اب تم ہی ہو جو رانا صاحب اور اپنی ممانی کو سنبھال سکتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں لمبی عمر دے اور تمہارے عقل وہ لوگ وہ خوشیاں دیکھ سکیں جو وقت نے ان سے چھین لی ہیں۔“ مختار مراد نے اسے فوراً ہی ٹوکتے ہوئے اپنی نیک خواہشات کا اظہار کیا اور ایک بار پھر اس کا شانہ چھینچا کر باہر نکل گیا۔

اس کے جانے کے بعد شہریار بھی نکیہ سپد حاکر کے لیٹ گیا۔ مختار مراد سے ملاقات کر کے اس کے ذہن پر سے بہت سے جالے صاف ہو گئے تھے۔ خاص طور پر اس کا اسے ”بیک مین“ کہہ کر پکارنے کا انداز اتنا خالصانہ اور محبت سے بھرپور تھا کہ اسے محسوس ہی نہیں ہوتا کہ مختار مراد کے اور اس

کے درمیان کوئی خونی رشتہ نہیں ہے۔ وہ اس کے کزن کا سر ہی تو تھا جو اگر اس سے تعلق نہ بھی رکھتا چاہتا تو وہ شکایت نہیں کر سکتا تھا لیکن وہ اپنے بے حد مصروف شیڈول میں سے بھی خاص طور پر اس کے لیے وقت نکال کر اس سے ملنے آیا تھا تو یہ بڑی بات تھی۔

”آپ کی میڈیسن کا وقت ہونے والا ہے سر! پہلے آپ کچھ کھائیں تاکہ میں تھوڑی دیر بعد آپ کو میڈیسن دے سکوں۔“ مختار مراد کو گھمے پاچے منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ سفید لباس میں ملیوں ایک نازک سی نرس دستک دے کر اندر چلی آئی اور اس سے بولی۔

”اوکے! آپ میرا لچ لے آئیں۔“ شہریار نے اسے اجازت دی۔ اس کی ممانی آفرین رانا نے تو خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ خود اس کے لیے ہر نام کا کھانا اسپتال پہنچایا کریں گی لیکن اس نے ان کی تکلیف کے خیال سے سختی سے انکار کر دیا تھا۔ ویسے بھی یہ اسپتال بہت باسولت تھا اور ہر شے آسانی سے دستیاب ہو جاتی تھی۔ اس وقت بھی نرس نے اس کی اجازت پا کر ڈاکٹر کے تجویز کردہ فوڈ چارٹ کے مطابق اسے اپنی تقرانی میں ہلکا پھلکا کچھ کروایا اور پھر پاچے منٹ کے وقفے کے بعد اسے دوائیں کھلا کر باہر نکل گئی۔ کمرے میں مستقل نرس کی موجودگی کو خود اس نے ناپسند کیا تھا اس لیے نرس ضرورت کے علاوہ وہاں نہیں رکھتی تھی۔ اگر اسے کوئی کام ہوتا تو وہ بیڈ کے ساتھ لگا کھنٹی کا بٹن دبا کر اسے کال کر سکتا تھا۔

اس وقت نرس اسے دوائیں کھلا کر گئی تو تھوڑی دیر میں ہی اسے غنودگی سی محسوس ہونے لگی۔ یہ یقیناً بین کلرز کا اثر تھا۔ اس نے ریوٹ کا بٹن دبا کر بیڈ کے عین سامنے لگائی وی بند کر دیا۔ لچج کرواتے ہوئے نرس نے اس کی فرمائش پر دھیمی آواز میں ٹی وی آن کیا تھا تاکہ وہ حسب خواہش غنود دیکھ سکے۔ اب غنودگی محسوس ہوئی تو اس نے ٹی وی آف کر کے سو جانا ہی مناسب سمجھا۔ یوں بھی اسے عیادت کے لیے آنے والے ملاقاتیوں اور فون کالز کی وجہ سے آرام کا زیادہ موقع نہیں مل رہا تھا۔ آج صبح سے تو اس نے ڈاکٹر کی تجویز پر اپنا موبائل ہی آف کر دیا تھا تاکہ کم از کم ایک طرف سے تو سکون ہو۔ اس وقت وہ اس سکون اور تنہائی کا قائدہ اٹھا کر سونے ہی لگا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی اور باہر ڈیوٹی دینے والا پولیس اہلکار اجازت لے کر اندر آیا۔

”سر! ایس پی معظم تارڈ آپ سے ملاقات کے لیے آئے ہیں۔“ اس نے شہریار کو اطلاع فراہم کی جس پر اس